يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

# معارفِ درود و سلام

جلاء الافہام
فی
فضل الصلوٰۃ والسلام
علیٰ محمد خیر الانام


مصنف

شیخ شمس الدین ابن قیم الجوزی

المتوفی ۷۵۱ ھ

ترجمہ وتقدیم

محمد محی الدین



شبیر برادرز

اردو بازار ○ لاہور

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

# معارفِ درود و سلام

# جلاء الافهام

فی

فضل الصلوٰۃ والسلام
علی محمد خیر الانام

مصنف

شیخ شمس الدین ابنِ قیم الجوزیہ

متوفی ۷۵۱ھ

تنویر الافہام فی مسائل الصلوٰۃ والسلام

ترجمہ و تقدیم

محمد محی الدین

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006
شبیر برادرز اردو بازار لاہور

| | | |
|---|---|---|
| عربی کتاب کا نام | •=•=•=•=• | جلاء الافہام |
| مؤلف | •=•=•=•=• | شمس الدین ابن قیم الجوزیہ |
| اُردو ترجمے کا نام | •=•=•=•=• | معارف درود وسلام |
| مترجم | •=•=•=•=• | محمد محی الدین |
| اشاعت اوّل | •=•=•=•=• | دسمبر ۲۰۰۵ء |
| طابع | •=•=•=•=• | ملک شبیر حسین |
| تعداد | •=•=•=•=• | ۱۱۰۰ |
| مطبع | •=•=•=•=• | اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور |
| قیمت | •=•=•=•=• | روپے |

ملنے کا پتہ

**شبیر برادرز**

زبیدہ سنٹر نزد سنٹر ماڈل ہائی سکول 40 اُردو بازار لاہور 7246006

# ترتیب

# شرف انتساب

اعلیٰ حضرت کے استاد اور مربی

مخدوم شاہ ابوالحسین قادری برکاتی

کی نذر

برتر قیاس سے ہے، مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو، رفعت بام ابوالحسین

بستہ دامِ ابو الحسین
**محمد محی الدین**
(اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرے)

# غرضِ ناشر

اللہ کی ذات، تمام تر تعریفوں کی مستحق ہے اور نبی اکرم، آپ کی آلِ پاک، اصحاب، ازواج اور اُمت پر درود وسلام نازل ہو۔

ضروری شرعی مسائل کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ضروری مسائل کے علاوہ مزید مسائل، عقائد، آیات اور احادیث کے علم کا حصول بندۂ مومن کے لیے باعثِ خیر وبرکت ہے اور دنیا وآخرت میں حصولِ نجات کا سبب ہے۔

انسان یہ علم ان کتابوں سے حاصل کرسکتا ہے جو امت کے جلیل القدر ائمہ، علماء، صلحاء، صوفیاء نے تصنیف کی ہیں۔ یہ کتابیں جنہیں علامہ اقبال نے علم ونور کے موتی قرار دیا ہے ہمارا قیمتی سرمایہ ہیں۔ تاہم ان کی بڑی تعداد عربی زبان میں ہے جس کی وجہ سے عام اُردو دان طبقہ ان سے استفادہ نہیں کرسکتا۔

آپ کے ادارے ''شبیر برادرز'' کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے مختلف اسلامی موضوعات پر تحریر کی جانے والی اُردو کتب کے ہمراہ ایسی کتابوں کے تراجم شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو اسلامی تعلیمات کا بنیادی مآخذ ہیں۔ ان میں سیرت، سوانح، تاریخ، فقہ تمام موضوعات کی کتب شامل ہیں۔

بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود بھیجنا ہر مسلمان کے ایمان اور عمل کا حصہ ہے۔ متقدمین، اہل علم کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ کسی ایک موضوع پر ایسی جامع ومانع کتاب تالیف کرتے ہیں جو متعلقہ موضوع کے تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہو۔ انہی میں سے ایک کتاب ''جلاء الافہام'' ہے جسے آٹھویں صدی ہجری کے ممتاز محقق ''علامہ ابن قیم الجوزیہ'' نے مرتب کیا ہے۔ جس میں درود شریف سے متعلق تمام اہم مباحث کو نہایت جامعیت اور اختصار کے

ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ یہ کتاب آپ کی لائبریری میں ایک اہم اضافہ ثابت ہوگی اور اس کے مندرجات آپ کی معلومات میں مزید اضافے کا باعث بنیں گے۔

ہمارے محترم دوست محمد محی الدین صاحب نے اس کتاب کو اُردو میں منتقل کیا ہے اور کتاب کے آغاز میں ایک مختصر اور مفید مقدمہ تحریر کیا ہے۔ آپ اس سے پہلے بھی بہت سی کتابوں کا ترجمہ کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے اہل ایمان کے لیے نافع بنائے۔

**ملک شبیر حسین**

# حدیثِ دل

اللہ کی ذات جملہ اقسام کی تعریف وتوصیف کی حقیقی مستحق ہے جس نے ہم پر بے پایاں انعام واکرام نازل کیا۔ جس میں عظیم ترین انعام یہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پیارے حبیب کی امت میں پیدا کیا' آپ پر ایمان لانے کی توفیق عطا کی۔

نبی اکرم پر اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اہل ایمان اور تمام مخلوقات کی طرف سے بے حد وشمار درود وسلام نازل ہو۔

ان پر سلام جن کو حجر تک کریں سلام
ان پہ درود جن پر تحیت شجر کی ہے

بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنے کی روایت صحابہ کرام کے مقدس زمانے سے لے کر آج تک چلی آ رہی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک باقی رہے گی بلکہ بروزِ قیامت اور قیامت کے بعد بھی یہ سلسلہِ جاری وساری رہے گا۔

آج جبکہ سائنسی ایجادات نے زندگی کے ہر شعبے میں بہت سی آسانیاں پیدا کر دی ہیں دیگر معاملات کی طرح نشرواشاعت کے شعبے میں بھی انقلابی تبدیلیاں آئی ہیں۔ پہلے جن کتابوں کے صرف نام لکھے اور بیان کیے جاتے تھے۔ اب وہ شائع ہو کر منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ اسلامی موضوعات پر مشتمل عربی کتب کی اشاعت کے حوالے سے شام اور لبنان کو نمایاں مقام حاصل ہے جہاں سے شائع ہونے والی کتب باطنی خوبی و رعنائی کے ہمراہ ظاہری حسن و دلکشی سے بھی مزین ہوتی ہیں۔ اور ان کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں موجود آیات اور احادیث کی تخریج شامل ہوتی ہے۔

شیخ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر' آٹھویں صدی ہجری کے ممتاز فضلاء میں سے ایک ہیں دیگر بہت سے موضوعات کے علاوہ آپ نے درود شریف کے موضوع پر ایک

نہایت عمدہ کتاب مرتب کی ہے جس کا نام ''جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خیرالانام'' ہے۔

اس کتاب میں درود شریف سے متعلق بیشتر احادیث کو اکٹھا کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ درود شریف کے الفاظ کے بارے میں روایات کے اختلاف کی وضاحت کی گئی ہے۔ درود شریف کے الفاظ کی لغوی و اصطلاحی تحقیق کی گئی ہے۔ اس بارے میں علماء اور فقہاء کے اختلاف کو نقد و تبصرے کے ہمراہ نقل کیا گیا ہے۔ کون سے مواقع اور مقامات پر درود شریف پڑھنا واجب یا مستحب ہے؟ اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ غرضیکہ یہ اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک عمدہ کاوش ہے۔

برادرِ مکرم ملک شبیر صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس کتاب کو اُردو میں منتقل کیا جائے تاکہ علماء و خطباء کے ہمراہ عام اُردو دان طبقہ بھی اس سے استفادہ کر سکے۔ اللہ اور اس کے رسول کے فضل کی امید اور بھروسے پر میں نے اس خدمت کی بجا آوری کی ہامی بھری۔ اور یہ محض اللہ اور اس کے رسول کا فضل ہے کہ مجھ جیسا عاجز اور کم علم شخص اس سے عہدہ برآ ہوا۔

ہمارے سامنے اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہے وہ ''دار ابن کثیر'' دمشق، بیروت سے شائع ہوا ہے اس کی تحقیق و تخریج ڈاکٹر ایمن عبدہ الشوا اور یوسف علی بدیوی نے کی ہے۔ ہم نے ان کی تحقیق و تخریج کو بھی اُردو میں منتقل کر دیا ہے۔ تاہم اس میں تبدیلی یہ کی ہے کہ انہوں نے کتاب یا مصنف کے نام کا مشہور حصہ نقل کیا ہے اور ہم نے ان کا پورا نام نقل کر دیا۔ تاکہ حاشیہ زیادہ خوبصورت نظر آئے۔

کتاب کے آغاز میں مختصر سی گفتگو، ملفوظات کی طرز پر تحریر کی گئی ہے جس میں بعض موجودہ متنازع مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس بارے میں وہی احادیث بیان کی گئی ہیں، جو اس کتاب میں موجود ہیں۔

نبی اکرم کی محبت، آپ پر درود و سلام بھیجنے کی روایت کا سبق ہمیں سب سے پہلے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان سے حاصل ہوا ہے۔ اسی نسبت اور تعلق کے اظہار کے لیے اس کتاب کا انتساب اعلیٰ حضرت کے محترم استاد مخدوم شاہ ابوالحسین نوری کی نذر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اہل ایمان کو زیادہ سے زیادہ بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کتاب کے ترجمے کے دوران جو غلطی اور کوتاہی رہ گئی ہو اسے اپنی کامل رحمت کے وسیلے سے معاف فرمائے۔ حضرت رضا بریلوی کے لفظوں میں

ایک میں کیا' میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

کتاب کے ترجمے کے دوران جن دوستوں کی مہربانی اور شفقت شامل حال رہی میں ان سب کا شکرگزار ہوں۔ بطور خاص برادر مکرم مدثر اصغر اعوان جنہوں نے تصنیف و تالیف کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا۔ برادرِ عزیز محمد احمد فریدی جنہوں نے اس کتاب کا مسودہ تحریر کیا۔ محترم ملک شبیر حسین صاحب جنہوں نے اس کی جلد از جلد طباعت کا انتظام کیا۔ برادرِ مکرم قاسم شاہد جنہوں نے مختصر سے عرصے میں مسودہ کمپوز کیا' اور وہ تمام دوست جو مسلسل حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

میرے استاد' ماں' باپ' بھائی بہن
اہل ولد و عشیرت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

آپ کا مخلص

محمد محی الدین

(اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرے)

# تنویر الافہام فی مسائل الصلوٰۃ والسلام

از۔محمد محی الدین

عرض کی گئی...... درود شریف کا مطلب کیا ہے؟

ارشاد فرمایا...... عربی زبان میں درود شریف کے لیے لفظ ''صلوٰۃ'' استعمال ہوتا ہے۔ اور صلوٰۃ کے دو معانی ہیں۔ دعا کرنا اور برکت دینا۔

عرض کی گئی...... قرآن نے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے درود کے نزول کا ذکر کیا ہے۔ اور اہل ایمان کو بھی درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں درودوں کے درمیان فرق کیا ہے؟

ارشاد فرمایا...... مخلوق، خواہ کوئی بھی ہو، انسان ہوں یا فرشتے، پتھر ہوں یا درخت، ان کے درود پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی اکرم کے روحانی مراتب و درجات کی بلندی کی دعا کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف درود کی نسبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کے ان درجات کو بلند کرتا چلا جائے۔ فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف و توصیف کرے۔

عرض کی گئی...... اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے فرشتوں کے سامنے نبی اکرم کی تعریف و توصیف کرتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... جو امور مخلوق کی خصوصیت ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت مجازی یا اصطلاحی معنی میں کی جاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ صفتِ کلام سے متصف ہے لیکن اس کی صفتِ کلام کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ ہمارے علم، عقل اور فہم سے ماورا ہے۔

لیکن جب ہم بندوں کی طرف کلام کی نسبت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زبان، ہونٹوں، مسوڑھوں اور حلق کے مختلف آلات کو حرکت دیتے ہوئے آواز کا مخصوص زیر و بم پیدا کریں۔

انسانوں کی تعریف و توصیف، زبانی کلامی یا تحریری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس معروف معنی کے اعتبار سے زبان و کلام یا تحریر سے پاک ہے۔ اس لیے اس کے تعریف کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مخلوق کے سامنے نبی اکرم کے اوصاف و کمالات کی مختلف جہات کو ظاہر کرتا چلا جاتا ہے۔

عرض کی گئی...... یعنی درود ایک دعا ہے اور اس کا نتیجہ اسی طرح سامنے آتا ہے جیسے دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... صیغۂ درود کے الفاظ ہی اس بات کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ یہ ایک دعا ہے اس میں اور عام دعاؤں میں فرق یہ ہے کہ عام دعا کا تعلق صرف انسان کی اپنی ذات کے ساتھ یا دیگر مخلوقات کے ساتھ ہوتا ہے مگر درود شریف وہ دعا ہے جس کا تعلق خاص نبی اکرم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ہے۔ لھذا ان حضرات کے ساتھ ہے جنہیں آپ سے خصوصی تعلق کا شرف حاصل ہے۔ جیسے صحابۂ کرام، اہل بیت اطہار، ازواجِ مطہرات، آلِ پاک اور اُمتِ نبوی۔

عرض کی گئی...... اگر یہ ایک دعا ہے تو اس کا اثر کس طرح ظاہر ہوتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... اس دعا کے اثر کے ظہور کی مختلف صورتیں ہیں۔ جیسے نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

> ”جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا۔ (اس کے نامۂ اعمال میں) دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اس کے دس گناہ معاف ہوں گے۔ اس کے دس درجات بلند کیے جائیں گے۔ اور اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا“۔
>
> (صفحہ نمبر ۱۰۷)

اسی طرح ایک اور حدیث میں یہ بات منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں نبی اکرم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> ”تمہاری اُمت کا جو فرد تم پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ درود

بھیجوں گا''۔

عرض کی گئی......اس کا مطلب یہ ہے کہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے انسان کو نیکیاں حاصل ہوتی ہیں اور اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

ارشاد فرمایا......انسان کی دعا کا تعلق یا تو اس کے دنیاوی امور کے ساتھ ہوتا ہے یا آخرت کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت ابی روایت کرتے ہیں' ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:

یارسول اللہ! اگر میں ہر وقت آپ پر درود پڑھتا رہوں تو آپ کے خیال میں یہ کیسا عمل ہے؟ اس کے جواب میں نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

''ایسا کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہارے تمام دنیاوی اور اخروی امور کے لیے کافی ہوگا''۔ (صفحہ ۳۶۰)

اسی طرح ایک اور روایت میں یہ بات موجود ہے۔

حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں۔ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور فقر و فاقہ و تنگدستی کی شکایت کی۔ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم اپنے گھر میں داخل ہو' تو وہاں کوئی موجود ہو یا نہ ہو مجھ پر سلام بھیجو اور ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لو''۔

حضرت سہل کہتے ہیں: اس شخص نے اس بات پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا عطا کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی مدد کرنے کے قابل ہوگیا۔ (صفحہ ۳۷۳)

عرض کی گئی......انٰ احادیث سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ دنیاوی مصائب و پریشانیوں سے بچنے کے لیے درود شریف بہترین وظیفہ ہے۔

ارشاد فرمایا......صرف دنیاوی امور میں ہی نہیں بلکہ اخروی معاملات میں بھی درود شریف انسان کے لیے بہترین توشہ ثابت ہوگا۔ جیسا کہ خود نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

''قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا رہا ہوگا''۔ (صفحہ ۸۱)

ایک اور حدیث' جسے حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

''جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا

ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچائے گا۔ یہ درود اس شخص کے دنیاوی اور اخروی امور کے لیے کافی ہوگا اور میں قیامت کے دن اس شخص کے لیے گواہی بھی دوں گا اور اس کی شفاعت بھی کروں گا''۔ (صفحہ ۶۹)

عرض کی گئی...... کیا عربی زبان میں درود شریف پڑھنا جائز ہے؟ یا دیگر زبانوں میں بھی درود شریف پڑھا جاسکتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... میں پہلے اس بات کی وضاحت کر چکا ہوں کہ درود شریف کے لیے عربی زبان میں لفظ ''صلوٰۃ'' استعمال ہوتا ہے۔ اور صلوٰۃ کا معنی دعا کرنا ہے۔ عام دعا کا تعلق انسان کی اپنی ذات یا دیگر مخلوقات کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ درود شریف والی دعا کا تعلق نبی اکرم کے ساتھ ہے۔

اس لیے اب ہمارے سامنے یہ سوال آئے گا کہ کیا عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں دعا مانگی جاسکتی ہے؟

ظاہری بات ہے کوئی بھی شخص اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں دعا مانگنا جائز ہے بلکہ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دیگر زبانوں میں دعا مانگی جاسکتی ہے۔

اس لیے جب عام دعا عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں مانگی جاسکتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ دیگر زبانوں میں درود شریف بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ درود شریف بھی درحقیقت دعا ہی کی ایک قسم ہے۔

عرض کی گئی...... کیا نثر میں درود شریف پڑھا جاسکتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... دعا کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی حاجت کی تکمیل کے لیے دستِ سوال دراز کیا جائے۔ اس کے لیے نظم یا نثر شرط نہیں ہے۔ اس لیے درود شریف میں بھی نظم یا نثر کو شرط قرار نہیں دیا جاسکتا۔

پوری اُمتِ مسلمہ، از شرق تا غرب، قصیدۂ بردہ پڑھتی اور سنتی ہے صدیوں سے یہ قصیدہ اہل ایمان کے ورد میں شامل ہے۔ یہ قصیدہ درحقیقت منظوم درود ہے۔ اور اُمت میں کسی ایک نے بھی اس قصیدے پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ منظوم کیوں ہے؟

اسی طرح اُردو زبان میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کا شہرۂ آفاق سلام

''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پورے ذوق وشوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ یہ بھی منظوم کلام ہے اور کسی نے بھی اس کے منظوم ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔

عرض کی گئی ...... الفاظ کی نشست و برخاست' معنوی وسعت اور خیال آفرینی کے حوالے سے یہ بہت بہترین کلام ہے۔

ارشاد فرمایا...... اس کی دیگر تمام خوبیاں تو ایک طرف ہیں اس کا اختتام بہت اعلیٰ ہے۔ اس کے آخر میں اعلیٰ حضرت یہ آرزو کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کا جلال زور پر ہوگا۔ اور اس وقت جب نبی اکرم ہزاروں فرشتوں کے جلو میں میدانِ محشر میں تشریف لائیں گے اور سب اہلِ محشر آپ پر درود وسلام بھیجیں گے۔ اس وقت کاش آپ کے خدام فرشتے مجھ سے یہ فرمائش کریں کہ رضا! ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھو۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حشر کا شورِ دارو گیر' اللہ تعالیٰ کی شانِ جلالیت کا اظہار اور پھر فرشتوں کی یہ فرمائش کہ سلام وہ پڑھو جس میں مصطفیٰ کریم کو ''جانِ رحمت'' قرار دیا گیا ہے۔ کہ اسی ''جانِ رحمت'' کے وسیلے اور برکت سے قیامت کے دن بنی نوع انسان کو نجات نصیب ہوگی ...... ان تمام امور نے مل کر ان اشعار میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ کل بروزِ قیامت واقعی خدامِ ادب یہ فرمائش کریں اور اس کے جواب میں تمام اہلِ محشر پڑھنا شروع کر دیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

عرض کی گئی ...... ہمارے ہاں عام رواج یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد یہ سلام بطورِ اہتمام پڑھا جاتا ہے اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟

ارشاد فرمایا ...... حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

''ہر جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ جمعے کے دن میری اُمت کا

سلام میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے لہٰذا جو شخص مجھ پر جتنی کثرت سے درود بھیجے گا وہ میرے اتنا ہی زیادہ قریب ہوگا"۔ (صفحہ ۱۰۱)

ایک اور روایت کے مطابق' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جن دنوں میں سورج نکلتا ہے ان میں سب سے بہترین دن جمعے کا دن ہے اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا' اسی دن میں انہیں زمین پر اُتارا گیا' اسی دن میں ان کی توبہ قبول ہوئی' اسی دن ان کا انتقال ہوا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی جمعہ کے دن ہر چوپایہ صبح صادق سے لے کر طلوعِ آفتاب تک اس ڈر سے خاموش رہتا ہے کہ کہیں آج قیامت قائم نہ ہو جائے۔ صرف انسان اور جنات ایسا نہیں کرتے۔ اس دن میں ایک گھڑی ایسی بھی ہے کہ اگر اس وقت کوئی مسلمان نماز (یا درود شریف) پڑھ رہا ہو تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا"؟ (صفحہ ۱۰۰)

عرض کی گئی...... کیا یہ بات نبی اکرم کی ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص ہے؟

ارشاد فرمایا...... حضرت ابودرداءؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ یہ فرشتوں کی حاضری کا دن ہے۔ جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے"۔

(حضرت ابودرداء فرماتے ہیں) میں نے عرض کی کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟ تو نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اس بات کو زمین کے لیے حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو خراب کرے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق عطا کیا جاتا ہے"۔ (صفحہ ۱۰۰)

عرض کی گئی...... بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ باقاعدگی کے ساتھ ایسا کرنا بدعت ہے؟

ارشاد فرمایا...... دو ایک روایات میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہیں جن سے یہ بات بہرحال ثابت ہو جاتی ہے کہ جمعے کے دن باقاعدگی سے درود شریف پڑھنا سنت کے مطابق ہے۔ یہ اور اسی طرح کی دیگر بہت سی روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ جمعے کے دن

کو درود شریف پڑھنے کے لیے باقاعدگی سے اختیار کرنا سنت ہے' بدعت نہیں ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جمعے کے دن میں خاص جمعے کی نماز کے بعد درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ تو پہلے ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ جب نبی اکرم نے جمعے کے دن درود شریف پڑھنے کی ترغیب دی تو اس سے مراد کوئی معین وقت ہے؟

یہ طے ہے کہ احادیث میں جمعے کے دن کسی معین وقت کی تخصیص کی روایت نہیں ملتی۔ اور یہ بھی مشکل ہے کہ انسان جمعے کے دن' سارا دن درود شریف پڑھتا رہے۔ اس لیے لازمی طور پر اسے درود شریف پڑھنے کے لیے کوئی وقت مخصوص کرنا پڑے گا۔

اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

''ایک دن نبی اکرم ان کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ان کے پاس ایک خاتون موجود تھیں۔ نبی اکرم نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ تو سیّدہ عائشہ صدیقہ نے بتایا کہ فلاں خاتون ہے اور پھر ان کی کثرتِ نماز کا ذکر کیا تو نبی اکرم نے فرمایا: ٹھہرو! اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ تھکتا نہیں ہے مگر تم تھک جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جسے باقاعدگی سے کیا جائے''۔ (بخاری حدیث ۴۱)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کسی بھی نفلی عمل کی کثرت کی بجائے اس کی باقاعدگی شریعت کی نظر میں محمود ہے۔ اس لیے جمعے کے دن انسان کو درود شریف پڑھنے کے لیے اسی وقت کا انتخاب کرنا چاہیے جب وہ باقاعدگی کے ساتھ درود شریف پڑھ سکے۔

عرض کی گئی...... یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص جمعے کے دن فجر یا عصر کے بعد یا کسی اور وقت کو درود شریف کے لیے مخصوص کرلے اور پھر باقاعدگی کے ساتھ اسی مخصوص وقت میں درود شریف پڑھتا رہے؟

ارشاد فرمایا...... یہ بہت بہتر ہے ہم اس شخص کے عمل پر اعتراض نہیں کر رہے بلکہ ہم تو اس شخص کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں جو ہم پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ ہم جمعے کی نماز کے بعد ''صلوٰۃ وسلام'' کیوں پڑھتے ہیں؟

صلوٰۃ وسلام ایک مستحب عمل ہے۔ اگر کوئی نہیں پڑھتا تو ہم اس پر اعتراض نہیں کرتے' لیکن اگر کوئی شخص پڑھ لیتا ہے تو اب کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔

جمعے کے دن لوگ اکٹھے ہوتے ہیں

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اپنی مجالس کو درود شریف کے ذریعے آراستہ کرو''۔(صفحہ ۳۳۸)

عرض کی گئی...... پھر تو ہر محفل میں درود شریف پڑھنا چاہیے؟

ارشاد فرمایا...... ایسا ہی ہونا چاہیے یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کا یہ معمول ہے کہ گیارہویں شریف' میلاد شریف' محفل نعت یا کسی بھی دینی محفل کے اختتام پر ہمیشہ باقاعدگی سے ''صلوٰۃ وسلام'' پڑھتے ہیں۔

عرض کی گئی...... آپ نے سیّدہ عائشہ کا قول نقل کیا ہے۔کیا نبی اکرم کے فرامین سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے؟

ارشاد فرمایا...... حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں:''جب کچھ لوگ ایک جگہ پر اکٹھے ہوں' اور اس محفل میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور اس کے نبی پر درود نہ بھیجیں تو قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگی اگر اللہ نے چاہا تو انہیں معاف کردے گا اور اگر چاہا تو ان پر گرفت کرے گا''۔(صفحہ ۷۰)

اسی مضمون کی روایات مختلف الفاظ میں منقول ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ ہر محفل کے اختتام پر نبی اکرم پر درود بھیجنا چاہیے۔اور اسی لیے اہل سنت کا یہ معمول ہے کہ وہ اپنی محافل کے اختتام پر درود و سلام پڑھتے ہیں۔

# مقدمۃ الکتاب

رَبِّ یَسِّرْ وَاَعِنْ وَصَلَّی اللّٰہُ علٰی محمّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلِّم

شیخ، امام، عالم، علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر بن ایوب زرعی حنبلی (المعروف) امام الجوزیہ تحریر کرتے ہیں:

میں نے اس کتاب کا نام

جلاء الافہام فی فضل الصلٰوۃ والسلام علٰی محمدٍ خیر الانام

تجویز کیا ہے۔ یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ ایک لاجواب کوشش ہے۔ اس سے پہلے کسی کتاب میں اتنے فوائد اکٹھے نہیں کئے گئے۔ اس کتاب میں ہم نے درود وسلام سے متعلق صحیح، حسن اور معلول احادیث نقل کی ہیں اوران کی علل پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

اس کے علاوہ درود شریف کے اسرار، اس کی بزرگی، حکمت اور فوائد پر گفتگو کی ہے۔ ان مقامات کا تذکرہ کیا ہے جہاں درود شریف پڑھنا چاہیے۔ درود شریف کے وجوب سے متعلق اہل علم کے اختلاف کو نقد وتبصرے کے ہمراہ تحریر کیا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک عمدہ کوشش ہے۔

والحمد للہ ربّ العالمین

## پہلا باب

# درود وسلام سے متعلق احادیث

### حضرت ابومسعود سے منقول حدیث:

حضرت ابومسعود روایت کرتے ہیں ہم حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ حضرت بشیر بن سعد نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ہم کس طرح آپ پر درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ

''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ پر رحمت نازل کر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر بھی جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی اور تو حضرت محمد ﷺ پر برکتیں نازل کر اور ان کی آل پر بھی جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکتیں نازل کی تھیں۔''[1]

(پھر آپ نے فرمایا) سلام پڑھنے کے طریقے سے تم واقف ہو۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس حدیث کو امام احمد، مسلم، نسائی اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام احمد کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں (کہ بشیر بن سعد نے یہ سوال کیا تھا)

فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا فِیْ صَلَاتِنَا

''نماز کے دوران جب ہم نے آپ پر درود بھیجنا ہو تو کس طرح درود پڑھیں۔''

---

[1] مسلم، ابن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (405)، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن'' (980)، ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''الجامع الصحیح'' (2220)، مالک بن انس، مؤطا (165/1)

## پہلی فصل:

## احادیث درود وسلام نقل کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

درود شریف سے متعلق روایات درج ذیل صحابہ سے منقول ہیں۔

۱۔ حضرت ابو مسعود انصاری بدری
۲۔ حضرت کعب بن عجرہ
۳۔ حضرت ابو حمید الساعدی
۴۔ حضرت ابو سعید خضری
۵۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ
۶۔ حضرت زید بن حارثہ (بعض روایات کے مطابق) حضرت زید بن خارجہ
۷۔ حضرت علی بن ابو طالب
۸۔ حضرت ابو ہریرہ
۹۔ حضرت بریدہ بن حصیب
۱۰۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی
۱۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود
۱۲۔ حضرت فضالہ بن عبید
۱۳۔ حضرت ابو طلحہ انصاری
۱۴۔ حضرت انس بن مالک
۱۵۔ حضرت عمر بن خطاب
۱۶۔ حضرت عامر بن ربیعہ
۱۷۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف
۱۸۔ حضرت ابی بن کعب
۱۹۔ حضرت اوس بن اوس

۲۰۔ حضرت امام حسن بن حضرت علی

۲۱۔ حضرت امام حسین بن حضرت علی

۲۲۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔

۲۳۔ حضرت براء بن عازب

۲۴۔ حضرت رویفع بن ثابت الانصاری

۲۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ

۲۶۔ حضرت ابورافع' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۲۷۔ حضرت عبداللہ بن ابواوفیٰ

۲۸۔ حضرت ابوامامہ باھلی

۲۹۔ حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود

۳۰۔ حضرت ابوبردہ بن نیار

۳۱۔ حضرت عمار بن یاسر

۳۲۔ حضرت جابر بن سمرہ

۳۳۔ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف

۳۴۔ حضرت مالک بن حویرث

۳۵۔ حضرت عبداللہ بن جزء زبیدی

۳۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس

۳۷۔ حضرت ابوذر غفاری

۳۸۔ حضرت واثلہ بن اسقع

۳۹۔ حضرت ابوبکر صدیق

۴۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو

۴۱۔ حضرت سعید بن عمیر انصاری اپنے والد حضرت عمیر سے روایت کرتے ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

۴۲۔ حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہم اجمعین

## حضرت ابومسعود کی روایت کے طرق:

حضرت ابومسعود (کے حوالے سے نقل کی جانے والی روایت) صحیح حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن یحییٰ اور امام ابوداؤد نے قعنبی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہ دونوں حضرات مالک سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔ امام ترمذی نے اس روایت کو اسحاق بن موسیٰ اور معن کے حوالے سے مالک سے روایت کیا ہے۔ امام نسائی نے اس روایت کو ابوسلمہ اور حارث بن مکین کے حوالے سے ابن قاسم سے نقل کیا ہے۔ جو مالک، نعیم، المجمر کے حوالے سے محمد بن عبداللہ بن زید سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

امام احمد نے نماز میں درود کی بابت استفسار کا جو اضافہ نقل کیا ہے اس کی سند یہ ہے۔ یعقوب اپنے والد کے حوالے سے ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے محمد بن عبداللہ بن زید بن عبد ربہ انصاری کے حوالے سے حضرت ابومسعود انصاری کا یہ بیان نقل کیا ہے:

أَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰى جلس بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، وَنَحْنُ عِنْدَهُ ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ! أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ ، فَقَدْ عرفناهُ ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِىْ صَلَاتِنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ ؟ قَالَ: فصمت رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتّٰى اَحْبَبْنَا اَنَّ الرجلَ لَمْ يسألْه . فَقَالَ: "اِذَا اَنْتُمْ صَلَّيْتُمْ عَلَىَّ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَآلِ اِبْرَاهِيْمَ......"

"ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ ہم بھی اس وقت وہاں حاضر تھے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ ہم جانتے ہیں' نماز کے دوران جب ہم نے آپ پر درود بھیجنا ہو تو کن الفاظ میں درود بھیجیں؟ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل

کرے۔ (راوی کہتے ہیں) اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے یہ سوچا کہ کاش اس شخص نے سوال نہ کیا ہوتا مگر پھر آپ نے ارشاد فرمایا جب تم مجھ پر درود بھیجنا چاہو تو یہ کلمات پڑھو۔

''اے اللہ! تو حضرت محمد پر رحمت نازل فرما جو اُمی نبی ہیں اور حضرت محمد کی آل پر بھی جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل کی۔ (اس کے بعد حدیث کے مزید الفاظ بھی ہیں جو امام احمد نے نقل کئے ہیں)''[1]

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت کو ابن خزیمہ اور حاکم نے اپنی تصانیف میں اس اضافے کے ہمراہ نقل کیا ہے حاکم کے بیان کے مطابق یہ اضافہ امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے تاہم یہ حاکم کی غلط فہمی ہے کیونکہ امام مسلم بنیادی روایات میں ابن اسحاق کو مستند نہیں سمجھتے البتہ (ثانوی نوعیت کے) متابعات اور شواہد میں ان سے روایت نقل کر دیتے ہیں۔

اس روایت میں بنیادی کمزوری یہ ہے کہ اس اضافے کو نقل کرنے میں ابن اسحاق منفرد ہیں جب کہ دیگر تمام راویوں نے اسے نقل نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ابن اسحاق قابل اعتماد ہیں اور ان پر ایسی تنقید نہیں کی گئی جس کے نتیجے میں ان کی نقل کردہ روایت کو مکمل طور پر ناقابل اعتماد قرار دیا جائے۔ علم حدیث کے ماہرین نے ان کی یادداشت اور سچائی کی تعریف کی ہے اور یہی دو بنیادی خصوصیات راوی میں موجود ہونی چاہئیں۔ اس کا ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن اسحاق کی روایات میں تدلیس کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن اس روایت میں انہوں نے صراحت کی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث شیخ محمد بن ابراہیم ہی سے سنی ہے لہٰذا اس روایت کے بارے میں تدلیس کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔

امام دارقطنی نے اس روایت کو اسی سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں...... آپ نے یہ بات سنن دارقطنی میں تحریر کی ہے۔ مگر ''العلل'' میں یہ بات تحریر ہے کہ امام دارقطنی سے ابن اسحاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ صاحب محمد بن ابراہیم تیمی سے محمد بن عبداللہ بن زید اور حضرت ابومسعود کے

---

[1] احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (119/4)' ابن خزیمہ' (711) حاکم' ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (268/1)

حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں جبکہ اسی روایت کو نعیم مجر نے بھی محمد بن عبداللہ بن زید سے نقل کیا ہے مگر ابن اسحاق کی روایت نعیم سے مختلف ہے کیونکہ اس روایت کو امام مالک بن انس نے نعیم، محمد اور حضرت ابو مسعود کے حوالے سے نقل کیا ہے جب کہ قعنبی، معن اور موطا کے دیگر راویان نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے لیکن حماد بن مسعدہ، مالک اور نعیم کے حوالے سے محمد بن زید کی ان کے والد سے روایت نقل کرتے ہیں جو غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اس روایت کو داؤد بن قیس الفراء نے نعیم اور حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے اور یہ بات امام مالک کی روایت کردہ نقل کے خلاف ہے۔ تاہم امام مالک کی نقل کردہ روایت درست ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ہمارے خیال میں اصل اختلاف ابن اسحاق کی نقل کردہ روایت میں پیدا ہوا کیونکہ انہوں نے یہ روایت ابراہیم بن سعد کے حوالے سے نقل کی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے جبکہ اسی روایت کو زہیر بن معاویہ نے ابن اسحاق سے اس اضافے کے بغیر نقل کیا ہے۔ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں احمد بن یونس کے حوالے سے جبکہ طبرانی نے معجم میں عباس بن فضل، احمد بن یونس کے حوالے سے زہیر کی یہ روایت نقل کی ہے۔

## حضرت ابو مسعود انصاری:

عبداللہ بن احمد بن قدامہ مقدسی ''نسب الانصار'' میں تحریر کرتے ہیں۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ البدری، انہیں بدری اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بدر کے مقام پر پانی لینے کے لئے ٹھہرے تھے یا شاید انہوں نے وہاں کچھ دیر قیام کیا تھا تاہم مؤرخین کے نزدیک انہیں غزوۂ بدر میں شریک ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ بعض مؤرخین کے نزدیک یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہیں تاہم اس پر اتفاق ہے کہ انہیں ''بیعت عقبہ'' میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت علی جب صفین جانے کے لئے کوفہ سے نکلے تھے تو آپ نے اپنی غیر موجودگی میں انہیں کوفہ کا امیر مقرر کیا تھا جہاں انہوں نے نمازِ عید کی امامت کی تھی۔ ایک روایت کے مطابق 40 ہجری اور دوسری روایت کے مطابق 60 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ہماری تحقیق کے مطابق علم حدیث کے ائمہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ انہیں غزوۂ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ وہ حضرات یہ ہیں۔ امام بخاری، ابن

اسحاق اور زہری۔

## حضرت کعب بن عجرہ سے منقول حدیث:

یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے منقول ہے جسے اہل صحیح اور اصحاب سنن و مسانید نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ اس روایت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ صحیحین (بخاری و مسلم) کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ: لقینی کعبُ بن عُجرة فَقَالَ: الا أُهدی لك هدِیَّةً خرج عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ فَقُلْنَا: قَدْ عَرَفْنَا کَیْفَ نُسَلِّم عَلَیْكَ، فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ علٰی آل ابراهیم، اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ"

ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میری ملاقات حضرت کعب بن عجرہ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک تحفہ نہ دوں؟ (پھر خود ہی فرمانے لگے) ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی یہ بات ہم جان چکے ہیں کہ ہمیں آپ کی خدمت میں کس طرح ہدیۂ سلام پیش کرنا چاہئے مگر ہدیہ درود کس طرح پیش کیا جائے؟ (اب ہم یہ جاننا چاہتے ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم یہ الفاظ پڑھو۔

"اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی تھی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل کی تھی ...... بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔" [1]

### دوسری حدیث:

حضرت کعب بن عجرہ سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام حاکم نے مستدرک

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل "الجامع الصحیح" (6357)، مسلم، بن الحجاج القشیری، "الجامع الصحیح" (406)

میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ''احْضُروا {الْمِنْبَر}'' فحضرنا، فَلَمَّا ارتقی الدرجة قَالَ: ''آمین'' . ثم ارتقی الدرجة الثانية فقال: ''آمین'' ثم ارتقی الدرجة الثالثة، فقال ''آمِيْن''، فَلَمَّا نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ، قُلنا: يَا رَسُوْلَ اللهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نسمعُهُ، فَقَالَ: ''اِنَّ جِبْرِيلَ عَرَضَ لِيْ، فَقَالَ: بَعُدَ من أدرك رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفرلهُ، فَقُلْتُ: آمِيْنَ، فَلَمَّا رقيتُ الثَّانِيَةَ، قَالَ: بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ . فَقُلْتُ: آمِيْنَ، فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعُدَ من أُدرك أبَوَيْهِ الْكِبَرُ أوْ أحدَهُمَا، فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ، فَقُلْتُ: آمين''

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا منبر کے پاس آ جاؤ ہم قریب آ گئے جب آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین پھر جب تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! آج ہم نے آپ کی زبانی وہ بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ابھی میرے پاس جبریل آئے تھے اور انہوں نے کہا وہ شخص (خوش نصیبی سے) دور ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ تو میں نے کہا آمین پھر جب میں دوسرے زینے پر چڑھا تو جبریل نے دعا کی وہ شخص (عافیت) سے دور ہوا جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا اور میں نے کہا! آمین۔ پھر جب میں نے تیسرے زینے پر قدم رکھا تو جبریل نے دعا کی وہ شخص (رحمت سے) دور ہو جائے جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور پھر (ان کی خدمت کے باعث) جنت میں داخل نہ ہو سکے تو میں نے کہا آمین۔'' [1]

حاکم فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

---

[1] مستدرک' (153/4) الترغیب والترہیب' (2495)

## حضرت کعب بن عجرہ:

حضرت کعب بن عجرہ انصاری کی کنیت ابواسحاق ہے۔ انہیں بنوسالم میں شمار کیا جاتا ہے جوغنم بن عوف کے بھائی تھے جسے ''نوفل'' کہا جاتا ہے اوراس کی اولاد ''قواقلہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوف بہت معزز اور مالدار شخص تھا جب کوئی پریشان حال اس کے پاس آتا تو وہ یہ کہا کرتا تھا۔

''نوفل حیث شئت'' (تسلی رکھو جوتم چاہتے ہو وہی ہوگا)

ابن عبدالبرء فرماتے ہیں حضرت کعب بن عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن الحارث البلوی، ثم السوادی آپ کا تعلق بنوسواد سے ہے جو انصار کے حلیف ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ بنوحارثہ بن حارث بن خزرج کے حلیف ہیں اور ایک ہدایت کے مطابق یہ عوف بن خزرج کے حلیف ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ انصار کے قبیلے بنوسالم کے حلیف ہیں۔ واقدی کہتے ہیں کہ آپ انصار کے حلیف نہیں بلکہ انصار ہی کا ایک فرد ہیں جبکہ ابن سعد بیان کرتے ہیں میں نے انصار کے نسب میں ان کا نام تلاش کیا مگر وہ مجھے نہیں مل سکا۔ آپ کی کنیت ''ابومحمد'' ہے۔ قرآن کی یہ آیت انہی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (البقرہ:196)

آپ کوفہ تشریف لے آئے تھے مگر آپ کا وصال مدینہ منورہ میں 51، 52 یا 53 ہجری میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر 75 برس تھی۔ مدینہ منورہ اور کوفہ کے رہنے والوں نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

## حضرت ابوحمید ساعدی سے منقول حدیث

یہ حدیث حضرت ابوحمید الساعدی سے منقول ہے۔ اسے امام بخاری اور ابوداؤد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ حضرت ابوحمید ساعدی فرماتے ہیں۔

اِنَّهُمْ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ''قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود پڑھیں؟ تو

اللہ کے رسول نے یہ ارشاد فرمایا تم یوں پڑھو:

''اے اللہ! تو حضرت محمد، ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی اور حضرت محمد، ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [۱]

اس روایت کو امام مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

## حضرت ابوحمید ساعدی:

ابن عبدالبر فرماتے ہیں حضرت ابوحمید ساعدی کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ آپ کے درج ذیل اسماء کا تذکرہ ملتا ہے۔

۱۔ منذر بن سعد بن منذر

۲۔ عبدالرحمٰن بن سعد بن منذر

۳۔ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد

۴۔ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن منذر

۵۔ عبدالرحمٰن بن سعد بن مالک

۶۔ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ

آپ کو اہل مدینہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت معاویہ کے عہد خلافت کے آخر میں آپ کا انتقال ہوا۔ صحابۂ کرام میں سے حضرت جابر اور تابعین میں سے حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عباس بن سہل بن سعد، حضرت محمد بن عمرو بن عطاء، حضرت خارجہ بن زید بن ثابت اور مدینہ منورہ کے رہنے والے تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

یہ روایت حضرت ابواسید اور حضرت ابوحمید سے منقول ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ ان دونوں حضرات سے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[۱] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6360) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (407) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (979) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (1293) ابن ماجہ (905)

جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ یہ دعا پڑھے۔

(اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۔

''اے اللہ! تو میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''

اور جب مسجد سے باہر آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔'' [1]

## حضرت ابوسعید خدری سے منقول حدیث:

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں۔ آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

''اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول حضرت محمد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی اور حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی تھی۔'' [2]

اس روایت کو امام بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

## حضرت ابوسعید خدری:

حضرت ابوسعید خدری کا نام مبارک سعد بن مالک بن سنان ہے مگر آپ اپنی کنیت کے حوالے سے مشہور ہیں۔ ابن عبدالبرء نے لکھا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شرکت کی اور پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بارہ غزوات میں شریک ہوئے۔

---

[1] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (713) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (465) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (728) ابن ماجہ' (772)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6358) نسائی' احمد بن شعیب' ''السنن'' (1292)' ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید' ''السنن'' (9093)

آپ کو بہت سی احادیث یاد تھیں۔اس لئے بہت سے اہل علم نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔آپ کا شمار انصار کے صاحب علم وفضل معززین میں ہوتا ہے۔ 74 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں، اپنی سند کے ہمراہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر درود کس طرح بھیجا جائے؟ تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

اسی روایت کو امام نسائی نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے۔

ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے نبی ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا تم یہ پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور تو حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل کی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [2]

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (162/1)

[2] نسائی' احمد بن شعیب' ''السنن'' (1290) ابویعلیٰ' احمد بن علی' المسند ر (653)

امام نسائی اسی روایت کو ایک اور سند کے ہمراہ یوں نقل کرتے ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھیں تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (وَآلِ مُحَمَّدٍ) کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور تو حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

اس حدیث کے راوی عثمان بن عبداللہ بن موہب کو امام بخاری اور مسلم مستند تسلیم کرتے ہیں۔

## حضرت زید بن خارجہ سے منقول حدیث:

اس حدیث کو امام احمد نے اپنی سند کے ہمراہ یوں نقل کیا ہے۔

خالد بن سلمہ فرماتے ہیں حضرت عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر حضرت موسیٰ بن طلحہ کو مدعو کیا اور وہاں ان سے دریافت کیا نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے حوالے سے آپ کو کیا معلوم ہے؟ تو حضرت موسیٰ نے جواب دیا میں نے حضرت زید بن خارجہ سے یہی سوال کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا تھا میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ پر کس طرح درود بھیجا جائے تو آپ نے فرمایا:-

تم درود بھیجو اور پوری کوشش کرو پھر یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

---

[1] نسائی، احمد بن شعیب ''السنن'' (1289) ابو یعلی، (652)

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

اس روایت کو امام نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے جبکہ اسماعیل بن اسحاق نے ''فضل الصلوٰۃ علی النبی'' میں نقل کیا ہے جبکہ حافظ ابوعبداللہ بن مندہ نے اپنی کتاب ''الصحابہ'' میں نقل کیا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ آپ کا نام ونسب یہ ہے:۔

حضرت زید بن ثابت بن ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ آپ کا تعلق بنو سلمہ سے ہے۔

ایک روایت کے مطابق اس حدیث کے راوی حضرت زید بن خارجہ ہیں جو خزرجی انصاری ہیں۔ ابن مندہ نے اپنی کتاب ''الصحابہ'' میں تحریر کیا ہے۔ درست یہی ہے کہ اس سے مراد حضرت زید بن خارجہ ہیں آپ ابوزہیر انصاری خزرجی کے صاحبزادے ہیں۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور حضرت عثمان کے عہد خلافت میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ نے وصال کے بعد بھی کلام کیا جس کا تذکرہ ابونعیم، ابن مندہ اور ابن عبدالبر نے کیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق راوی حدیث کا نام خارجہ بن زید ہے لیکن پہلا قول درست ہے۔

## حضرت علی سے منقول حدیث

اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت علی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْبَخِيْلُ الَّذِىْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

''وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' [2]

اس روایت کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح غریب'' قرار دیا ہے اور ترمذی کے بعض

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (199/1) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (1291)

[2] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3546) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (201/1) ابن حبان (909) حاکم' ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (549/1)

نسخوں کے مطابق صرف غریب قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' اور حاکم کے مستدرک میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ

مَا مِنْ دُعَاءٍ اِلَّا وَبینهٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ حِجَابٌ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ ، فَاِذَا صُلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ ﷺ انْخَرَقَ الْحِجَابُ ، وَاسْتُجِیْبَ الدُّعَآءُ، وَاِذَا لَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ لَمْ یُسْتَجِبِ الدُّعَاءُ

''دعا اور آسمان کے درمیان اس وقت تک حجاب موجود رہتا ہے جب تک محمد پر درود نہ بھیجا جائے اور جب (اللہ کے) نبی پر درود بھیج دیا جائے تو وہ حجاب ہٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے لیکن اگر نبی پر درود نہ بھیجا جائے تو وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت میں تین خامیاں ہیں:

۱۔ اسے حارث الاعور نے حضرت علی سے روایت کیا ہے۔

۲۔ شعبہ کہتے ہیں ابو اسحاق نے حارث سے صرف 4 احادیث نقل کی ہیں اور پھر انہوں نے وہ چاروں احادیث بیان کر دی ہیں لیکن ان میں یہ روایت شامل نہیں تھی۔ العجلی نے بھی یہ بات بیان کی ہے۔

۳۔ (اس روایت کے راوی) ثابت نے ابو اسحاق کے حوالے سے اس روایت کو حضرت علی کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام نسائی اپنی سند کے ہمراہ حضرت علی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

''جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اسے ہم پر درود پڑھنے کا پورا اجر و ثواب عطا کیا جائے تو وہ یوں درود پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ ، وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَذُرِّیَّتِهٖ ، وَاَهْلِ بَیْتِهٖ ، كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ،

---

[1] اتحاف السادہ المتقین (42/5)

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ

''اے اللہ! تو اپنی رحمتیں اور برکتیں حضرت محمد جو نبی ہیں، ان کی ازواج جو اہل ایمان کی مائیں ہیں، ان کی اولاد اور ان کے اہل بیت پر نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

(اس روایت کے ایک راوی) حبان بن یسار کو ابن حبان نے مستند قرار دیا ہے جب کہ امام بخاری فرماتے ہیں ان صاحب کی یادداشت آخری عمر میں کمزور ہو گئی تھی۔ امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں یہ صاحب نہ تو زیادہ مستند ہیں اور نہ ہی انہیں مکمل ترک کیا جائے گا۔ ابن عدی کہتے ہیں ان صاحب کی آخری عمر کی ذہنی معذوری کے باعث ان کی روایات میں بعض خامیاں موجود ہیں۔

سند حدیث پہ تبصرہ

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت میں بھی ایک خامی ہے اور وہ یہ کہ شیخ موسیٰ بن اسماعیل نے عمرو بن عاصم کی روایت سے مختلف روایت نقل کی ہے۔ وہ اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یکتالَ بِالْمِکْیَالِ الْاَوْفٰی

''جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ (اس کے اعمال کا) پورا وزن کیا جائے۔'' [2]

(اس سے آگے انہوں نے مکمل روایت نقل کی ہے) اس روایت کو امام ابوداؤد نے موسیٰ بن اسماعیل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت کی سند میں دوسری خامی یہ ہے کہ عمرو بن عاصم نے حبان بن یسار کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن طلحہ خزاعی سے یہ روایت نقل کی ہے جبکہ شیخ موسیٰ بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبیداللہ بن طلحہ بن عبیداللہ بن کریز ہے۔ امام بخاری کی تاریخ میں ابن ابی حاتم کی کتاب میں ابن حبان کی کتاب ''الثقات'' میں ہمارے شیخ

---

[1] القول البدیع (67)

[2] ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (982) سنن کبریٰ (151/2) مشکوۃ المصابیح (932)

ابوالحجاج المزی کی تصنیف تہذیب الکمال میں یہی نام منقول ہے۔ لہٰذا عمرو بن عاصم کو ان کے نام کے بارے میں وہم ہوا ہے اور بالفرض اگر یہ دو مختلف حضرات ہوں تو عمرو بن عاصم کے بیان کردہ عبدالرحمٰن نامی صاحب کے بارے میں کچھ پتہ نہیں اور اس حدیث کے علاوہ ان سے کوئی دوسری روایت منقول نہیں ہے۔ اسماء الرجال کے قدیم ماہرین نے ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے اگر شیخ عمرو بن عاصم نے امام بخاری اور امام مسلم نے احادیث نقل کی ہیں تاہم شیخ موسیٰ بن اسماعیل حفظ کے اعتبار سے ان سے زیادہ مستند ہیں اور موسیٰ بن اسماعیل کی روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جو دوسری سند اور متن کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے جس کا ہم عنقریب تذکرہ کریں گے۔

## حضرت ابوہریرہ سے منقول

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول سے دریافت کیا ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا تم یوں درود پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل فرما اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے تمام جہانوں میں حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت اور برکت نازل کی تھی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

(اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

''سلام کے طریقے سے تم واقف ہو۔''

(ابن قیم کہتے ہیں) اس حدیث کی سند امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہے اور اسے عبدالوہاب بن مندہ نے خفاف کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام شافعی اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا...... ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا تم

---

[1] القول البدیع (63)

یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَاٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ (وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ)

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی اور حضرت ابراہیم کی آل پر'' (پھر آپ نے فرمایا) پھر تم مجھ پر درود بھیجو۔ [1]

اس کے راوی ابراہیم بن محمد بن ابو یحیٰی اسلمی ہیں۔ ان کی خامیوں کے باوجود امام شافعی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ابراہیم کو آسمان سے گرا دینا ان کی تکذیب کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ امام مالک اور دیگر محدثین نے انہیں مشکوک قرار دیتے ہوئے ضعیف اور متروک قرار دیا ہے بلکہ امام مالک، امام احمد، یحیٰی بن سعید قطان، یحیٰی بن معین اور امام نسائی نے صراحتاً ان کی تکذیب کی ہے۔ حافظ ابن عقدہ کہتے ہیں میں نے ابراہیم بن ابو یحیٰی کی بہت سی احادیث کی تحقیق کی ہے۔ وہ منکر نہیں ہیں۔ ابو احمد بن عدی نے بھی یہی بات کی ہے کہ میں نے ان کی بیشتر احادیث کی تحقیق کی ہے اور ان میں کوئی حدیث منکر نہیں ہے تاہم ان کے بعض مشائخ میں ضعف پایا جاتا ہے۔ ابن عدی فرماتے ہیں میں نے ان کی احادیث کی تحقیق کی تو ان کی تمام احادیث میں کوئی بھی حدیث منکر نہیں ہے۔ امام شافعی کے ہمراہ محمد بن سعید اصفہانی نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے چند دیگر احادیث بھی منقول ہیں۔

## قبر انور کے پاس درود و سلام پڑھنا

ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے عشاری نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ وَکَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَکًا یُبَلِّغُنِیْ وَکُفِیَ اَمْرَ دُنْیَاہُ وَآخِرَتِهٖ، وَکُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَهِیْدًا، اَوْ شَفِیْعًا

---

[1] مسند شافعی (278) سخاوی

''جو شخص میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو مقرر کیا ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچا دے گا اور (یہ درود) اس شخص کی دنیا اور آخرت کے (جملہ) امور کے لئے کافی ہو گا اور قیامت کے دن میں اس کا گواہ ہوں گا۔ (راوی کو شک ہے کہ شاید آپ نے گواہ کی جگہ فرمایا) میں اس کا شفیع ہوں گا۔'' [1]

اس روایت کے راوی محمد بن یونس بن موسیٰ الکدیمی متروک الحدیث ہیں۔

دوسری حدیث کے مطابق حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا فَلَمْ يَذْكُرُوا اللهَ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهٖ ﷺ اِلَّا كَانَ مَجْلِسُهُمْ عَلَيْهِمْ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اِنْ شَاءَ، عَفَا عَنْهُمْ، وَاِنْ شَاءَ اَخَذَهُمْ

''جب کچھ لوگ کسی محفل میں بیٹھیں اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور اللہ کے نبی پر درود نہ بھیجیں تو وہ محفل قیامت کے دن ان کے لئے حسرت کا باعث ہو گی اگر اللہ نے چاہا تو انہیں معاف کر دے گا اور اگر چاہا تو ان پر گرفت کرے گا۔'' [2]

اس روایت کو امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

یوسف بن یعقوب نے اس روایت کو اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ دونوں سے نقل کیا ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب ''فضل الصلوٰۃ علی النبی'' میں اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جبکہ ابن حبان نے اپنی سند کے ہمراہ یہ روایت نقل کی ہے جو امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔ [3]

---

[1] شعب الایمان (1583) تاریخ بغداد (291/3) [2] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3380) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (446/2) مستدرک (496/1) شعب الایمان (546) [3] ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (590) نسائی، احمد بن شعیب ''السنن'' ''عمل الیوم واللیلۃ'' (408)

## ہر محفل میں درود شریف پڑھنا چاہیے

ابن حبان نے ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ فِیْہِ وَیُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ اِلَّا کَانَ عَلَیْہِمْ حَسْرَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاِنْ دَخَلُوا الْجَنَّۃَ لِلثَّوَابِ

''جو لوگ کسی جگہ بیٹھ کر وہاں اللہ کا ذکر نہیں کرتے اور نبی اکرم ﷺ پر درود نہیں بھیجتے تو قیامت کے دن یہ بیٹھک ان کے لئے حسرت کا باعث ہو گی اگرچہ وہ لوگ جنت میں کیوں نہ داخل ہو جائیں۔'' [1]

اس روایت کی سند شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔ اس روایت کو امام حاکم نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے اور اسے امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے مگر حاکم کی یہ رائے محل نظر ہے کیونکہ ابراہیم بن حسن نے یہ روایت آدم بن ابوایاس سے نقل کی ہے جو ضعیف ہے اور اس پر تنقید کی گئی ہے۔ اس روایت کی سند میں علت یہ ہے کہ ابواسحاق الفزاری نے اسے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔

اس کے ایک راوی صالح تو مہ ہیں۔ شعبہ ان سے روایت نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہیں لہٰذا ان سے کوئی روایت حاصل نہ کرو۔

یحیٰی کہتے ہیں یہ قوی نہیں ہیں اور ایک مرتبہ آپ نے فرمایا یہ ثقہ نہیں ہیں۔ سعدی کہتے ہیں ان کی ذہنی حالت تبدیل ہو گئی ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ ضعیف ہیں۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ہماری تحقیق کے مطابق علم حدیث کے ماہرین کی ان کے بارے میں تین آراء ہیں اور تیسری رائے زیادہ بہتر ہے کہ یہ صاحب بذات خود اور ہیں لیکن عمر کے آخری حصے میں ان کی ذہنی کیفیت تبدیل ہو گئی لہٰذا جن حضرات نے اس تبدیلی سے پہلے ان سے احادیث روایت کی ہیں ان کی روایت درست ہے اور جس نے بعد میں روایت کی ہے ان کی روایات مشکوک ہیں۔ ان کے پہلے کے شاگردوں میں ابن ابوذئب، ابن جریج اور زیاد بن سعد شامل ہیں۔ امام مالک اور ثوری جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (463/2)' ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان' ''الصحیح'' (591)

ان کی یادداشت کمزور ہو چکی تھی۔ یہ رائے امام احمد نے پیش کی ہے کہ جن حضرات نے ان سے ابتدائی زمانے میں احادیث روایت کی ہیں ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی روایت کو سلیمان بن بلال نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے مگر اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے اور ابن ابی اویس نے اپنی سند کے ہمراہ اس کی متابعت کی ہے۔

## وسیلہ کیا ہے؟

اسماعیل ''الصلوۃ علی النبی'' میں تحریر کرتے ہیں، سلیمان بن حرب نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

صَلُّوْا عَلَیَّ ، فَاِنَّ صَلاتَکُمْ عَلٰی زَکٰوۃٌ لَّکُمْ ، قَالَ: وَاسْأَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ

''مجھ پر درود بھیجو! کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے تزکیے کا باعث ہو گا (پھر فرمایا) اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔''

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں پھر آپ نے خود ہی بیان کیا یا شاید ہم میں سے کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا۔

اَلْوَسِیْلَۃُ اَعلی دَرَجَۃٍ فِی الْجَنَّۃ، لا ینالُھا اِلا رَجُلٌ ، وَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ذٰلِکَ الرَّجُلَ

''وسیلہ جنت کا بلند ترین درجہ ہے جس تک کوئی ایک شخص پہنچ سکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔''[1]

اسی روایت کو ایک اور سند کے ہمراہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنی سند میں نقل کیا ہے۔

## جملہ انبیاء پر درود بھیجو

اسماعیل ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

---

[1] احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (365/2) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3612) مصنف عبد الرزاق (3120) مصنف ابن ابی شیبہ (405/11)

صَلُّوْا عَلٰی اَنْبِیَآءِ اللّٰہِ ' وَرُسُلِہٖ ' فَاِنَّ اللّٰہَ بَعَثَھُمْ کَمَا بَعَثَنِیْ ' صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ

''(دیگر) انبیاء ومرسلین پر بھی درود بھیجو کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسی طرح انہیں بھی مبعوث کیا ہے۔ (درود ان الفاظ میں بھیجو) اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ان پر نازل ہو۔'' [1]

## راویانِ حدیث پر نقد

(ابن قیم کہتے ہیں) اس کے ایک راوی سعید بن زید، حماد بن زید کے بھائی ہیں۔ یحییٰ بن سعید نے انہیں شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ سعدی فرماتے ہیں محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے یہ صاحب مستند نہیں ہیں۔ نسائی کے بیان کے مطابق یہ قوی نہیں ہیں جبکہ امام مسلم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام احمد کی رائے ان کے بارے میں بہتر ہے۔ آپ فرماتے ہیں ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین اور امام بخاری نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

اس روایت کی سند کے دیگر راوی عمر بن ہارون، موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن ثابت اگرچہ مستند نہیں ہیں مگر اس حدیث کے دیگر شواہد موجود ہیں اور اس نوعیت کی روایات کو ثانوی دلیل کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

## ایک اہم وعید

درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ ' وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْہِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یَّغْفِرَ لَہٗ ' وَرَغِمَ اَنْفُ رجلٍ اَدرکَ عِنْدَہٗ اَبواہ الْکِبَرَ فَلَمْ یُدْخلاہُ الْجَنَّۃَ

''وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ وہ شخص بھی رسوائی کا شکار ہو جو رمضان کا مہینہ پائے اور وہ مہینہ گزر جائے مگر اس کی بخشش نہ ہو اور وہ شخص بھی رسوائی کا شکار ہو جس کے والدین

[1] المطالب العالیہ (3327) القول البدیع (80) فضل الصلوۃ علی النبی (45)

اس کے سامنے بڑھاپے کی حدود تک پہنچ جائیں (اور اس کی خدمت کے باعث) اسے جنت میں نہ لے جاسکیں۔" [1]

امام ترمذی فرماتے ہیں اس بارے میں حضرت جابر اور حضرت انس سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے حسن غریب ہے اس کا ایک راوی ربعی بن ابراہیم اسماعیل بن ابراہیم کا بھائی ہے۔ یہ ثقہ ہے اور یہی ابن علیہ ہے۔

بعض اہل علم سے یہ بات منقول ہے ایک مجلس میں نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجنا کافی ہے۔ یہی بات امام حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق ہیں۔ امام مسلم نے انہیں مستند قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل انہیں صالح الحدیث کہتے ہیں۔ بعض محدثین نے ان پر تنقید بھی کی ہے جبکہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ ثقہ تو ہیں مگر عقیدے کے اعتبار سے قدری ہیں۔

اسماعیل بن اسحاق ابن اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رقی المنبرَ فَقَالَ: "آمین ، آمین ، آمین" فَقِیلَ لَهٗ: یَا رَسُوْلَ اللّٰه ! ما کنتَ تصنعُ هٰذا ! فَقَالَ: "قَالَ لی جبریلُ: رَغِمَ اَنفُ رجلٍ دخلَ علیه رمضانُ ولم یُغفرلَهٗ ، فَقُلْتُ: آمین . ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ اَنْفُ عَبْدٍ اَدرکَ اَبویه اَوْ اَحدَهُما الْکِبَرُ لَم یَدْخُلِ الْجَنَّةَ ، فَقُلْتُ: آمین . ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ اَنْفُ عَبْدٍ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْكَ ، فَقُلْتُ: آمین"

"ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے تو آپ نے فرمایا آمین، آمین، آمین۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! آپ نے پہلے کبھی ایسا نہیں کہا تو آپ نے فرمایا، جبریل نے مجھ سے کہا وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو سکے تو میں نے کہا آمین۔ پھر جبریل نے کہا وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے

---

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (3545) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (254/2) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان' "الصحیح" (908) القول البدیع (212)

(اوران کی خدمت کے باعث) جنت میں داخل نہ ہو سکے، میں نے کہا آمین
پھر جبریل نے دعا کی وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جس کے سامنے آپ کا نام لیا
جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو میں نے کہا آمین۔" [1]

اس روایت کے ایک راوی کثیر بن زید ہیں۔ انہیں ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔
ابوزرعہ انہیں "صدوق" میں شمار کرتے ہیں تاہم ان پر تنقید بھی کی گئی ہے۔

ابن حبان نے اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے اپنی صحیح
میں نقل کیا ہے تاہم اس روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ ، فَمَاتَ ، فَدَخَلَ النَّارَ ، فَابعدہ الله
، قل: آمين ، فقلت: آمين"

"(جبریل نے کہا) جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ
بھیجے اور وہ مر جائے پھر جہنم میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے (اپنی امت
سے) دور کر دیا۔ آپ آمین کہیں تو میں نے کہا آمین" [2]

اس روایت کے راوی محمد بن عمرو ہیں۔ امام بخاری اور مسلم متابعات میں ان سے
احادیث نقل کرتے ہیں ابن معین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ترمذی نے انہیں صحیح قرار دیا
ہے۔

## رغم کا مفہوم

(ابن قیم کہتے ہیں) "رغم" میں 'غ' پر زیر پڑھی جائے گی یعنی وہ خاک آلود ہو۔ ابن
الاعرابی کہتے ہیں "غ" پر زبر پڑھی جائے گی اور اس کا معنی ذلیل و رسوا ہونا ہے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے منقول روایات میں ایک وہ حدیث
بھی شامل ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نقل کیا
ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ واحدةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

---

[1] فضل الصلوٰۃ علی النبی (18)

[2] ابن حبان (907) الادب المفرد (646)، مسند بزار (3169) صحیح ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحٰق "الصحیح"، (1888)

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔'' [1]

اس روایت کو امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے نقل کیا ہے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسی حدیث کو ابن حبان نے ان الفاظ میں بھی نقل کیا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً کُتِبَ لَہٗ بِھَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اس کے عوض میں اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔'' [2]

## مسجد میں داخلے کے وقت درود شریف پڑھنا چاہیے

درود شریف کے بارے میں حضرت ابوہریرہ سے منقول روایات میں وہ حدیث بھی شامل ہے جسے ابن خزیمہ نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِذَا دخلَ اَحدُکم الْمَسْجِدَ، فَلْیُسَلِّم علی النَّبِیِّ، وَلْیَقُلْ، اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ، فَاِذَا خَرَجَ فَلْیُسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ، وَلْیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ''

''جو شخص مسجد میں داخل ہو اسے چاہئے کہ وہ نبی پر سلام بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے اے اللہ! تو میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اسی طرح جب وہ مسجد سے باہر نکلے تو نبی پر سلام بھیجے اور یہ دعا پڑھے اے اللہ! تو مجھے شیطان سے محفوظ رکھ۔'' [3]

---

[1] مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (408) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1530) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''الجامع الصحیح'' (485) نسائی، احمد بن شعیب ''السنن'' (50/3) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (485/2) ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (906)

[2] ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (905) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (262/2) ابویعلیٰ، احمد بن علی، المسند ر (6527) فضل الصلوٰۃ علی النبی (11) مجمع الزوائد (160/10)

[3] نسائی، احمد بن شعیب عمل الیوم واللیلہ (90) ابن حبان (773) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (207/1) سنن کبریٰ (442/2) ابن خزیمہ، ابوبکر محمد بن اسحٰق ''الصحیح'' (452)

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت ابوہریرہ سے منقول ایک روایت یہ ہے جسے ''الجزء المعروف'' کے مصنف حسن بن احمد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے بنی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا، وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا، وَصَلُّوْا عَلَیَّ، فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تبلغنی حَيْثُمَا كُنْتُمْ

''اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ مجھ پر درود پڑھو بے شک تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا۔'' [۱]

فرشتے درود پہنچاتے ہیں

درود شریف کے بارے میں حضرت ابوہریرہ سے منقول ایک روایت وہ ہے جسے مسلم بن ابراہیم نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ لله سَيَّارَةً مِّنَ الْمَلَائِكَةِ اِذَا مَرُّوا بِحلق الذِّكْرِ، قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اقعدوا، فَاِذَا دعا القومُ اٰمَنُوا عَلٰى دُعَائِهِمْ، فَاِذَا صَلُّوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ صَلُّوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَفْرَغُوْا، ثُمَّ يَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: طُوْبٰى لِهٰؤُلَاءِ يَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ

''اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو گھومتے پھرتے رہتے ہیں جب وہ ذکر کی محفل کے پاس سے گزرتے ہیں تو ان میں سے بعض دوسروں کو کہتے ہیں بیٹھو جب وہ لوگ دعا کرتے ہیں تو یہ فرشتے آمین کہتے ہیں اور جب وہ نبی پر درود بھیجتے ہیں تو یہ فرشتے بھی ان کے ہمراہ درود بھیجتے ہیں پھر وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں یہ سب لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ یہ اس حال میں واپس جائیں گے کہ ان سب کی بخشش ہو چکی ہو گی۔'' [۲]

شیخ ابوسعید النعاص نے اس روایت کو اپنی کتاب ''فوائد'' میں نقل کیا ہے۔

---

[۱] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2042) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (367/2)

[۲] القول البدیع' (348)

## آپ ﷺ خود سلام کا جواب دیتے ہیں

درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے ایک یہ روایت بھی منقول ہے جسے امام احمد اور امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ اِلَیْہِ السَّلَامَ

''جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' [1]

اس روایت کے راوی ابوصغر کا نام حمید بن زیاد ہے اس روایت کو امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا یزید بن عبداللہ (جنہوں نے یہ روایت حضرت ابو ہریرہ سے نقل کی ہے) نے حضرت ابو ہریرہ سے احادیث سنی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا وہ حضرت ابو ہریرہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے (گویا اس حدیث کی سند مشکوک ہے کیونکہ) یزید بن عبداللہ ضعیف ہیں اور ان کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع محل نظر ہے۔

ابوشیخ اپنی کتاب ''الصلوة علی النبی'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ ، وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ من بعیدٍ اُعْلِمْتُہٗ

''جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے درود کے بارے میں مجھے بتا دیا جاتا ہے۔'' [2]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ حدیث بہت نادر ہے۔

## آپ ﷺ اور فرشتے سلام کا جواب دیتے ہیں

درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے منقول ایک حدیث وہ ہے جسے حافظ ابونعیم اصفہانی نے طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَـا مِـنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ فِیْ شَرْقٍ وَّلَا فِیْ غَرْبٍ ، اِلَّا اَنَا وَمَلَائِکَۃُ

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2041) مسند احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (527/2)

[2] الجامع الصغیر (8838) القول البدیع (227)

رَبِّیْ نردُّ عَلَیْہِ السَّلَامَ ، فَقَالَ لَہٗ قَائِلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا بَالُ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ؟ قَالَ: وَمَا یُقَالُ لکریم فِیْ جِیرتِہٖ و جیرانِہٖ ، اِنَّہٗ مِمَّا اُمِرَ بِہٖ من حفظِ الْجِوَارِ وَحفظِ الْجیرانِ"

"جو مسلمان مشرق یا مغرب میں مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میں اور میرے پروردگار کے فرشتے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ کسی شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! اہل مدینہ کا کیا حال ہوگا تو آپ نے فرمایا کسی معزز شخص سے ہمسائیگی اور ہمسایوں کے بارے میں کیا توقع کی جاسکتی ہے یہی کہ وہ ہمسائیگی اور ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھے گا۔" [1]

حافظ محمد بن عثمان کہتے ہیں اس روایت کو عمری نے وضع کیا ہے اور ایسا ہی ہے کیونکہ یہ سند حدیث سے مطابقت نہیں رکھتی۔

حسن بن شاذان اپنی سند کے ہمراہ حضرت بریدہ کا بیان نقل کرتے ہیں۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں۔ آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اجعلْ صَلواتِکَ ، ورحمتَکَ علٰی مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا جعلتھا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ

"اے اللہ! تو اپنا درود اور رحمتیں حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر نازل فرما جیسے تو نے اسے حضرت ابراہیم پر نازل کیا۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔" [2]

اس روایت کے راوی ابوداؤد کا نام نفیع بن حارث الاعمی ہے یہ اگرچہ متروک الحدیث ہیں تاہم جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ اس نوعیت کی روایات کو ثانوی تائیدی دلیل کے طور پر نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ بنیادی اصول کے طور پر انہیں نقل نہیں کیا جاسکتا۔

## درود شریف کے بغیر نماز نہیں ہوتی

حضرت سہل بن سعید الساعدی کی روایت کو طبرانی نے اپنی سند کے ہمراہ "معجم" میں

[1] سخاوی القول البدیع (320)

[2] احمد 353/5، مجمع الزوائد 144/2

نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**لاَ صَلاۃَ لِمَنْ لاَ وُضوءَ لہ، وَلا وُضوءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللہِ عَلَیْہِ، وَلاَ صَلاۃَ لِمَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ، وَلاَ صَلاۃَ لِمَنْ لاَ یُحِبُّ الْاَنْصَارَ**

''جو شخص وضو نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو (وضو کے آغاز میں) اللہ کا نام نہ لے اس کا وضو نہیں ہو گا اور جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو شخص انصار سے محبت نہ رکھتا ہو اس کی بھی نماز نہیں ہوتی۔'' [1]

اس روایت کو امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ہمراہ عبدالمہیمن بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے جو ابی بن عباس رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں جہاں تک ابی بن عباس رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے تو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے احادیث روایت کی ہیں مگر امام احمد، یحییٰ بن معین اور دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے مگر ان کے بھائی عبدالمہیمن کے بارے میں محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ ''متروک الحدیث'' ہیں اگر یہ اپنے بھائی کی احادیث نقل کرتے ہیں تو اس روایت میں کوئی حرج نہیں ہو گا کیونکہ اس صرورت میں یہ مرتبہ حسن سے کم نہیں ہو گی لیکن اگر ابن ابی فدیک یا ان سے کم مرتبے کے لوگوں نے غلط فہمی کے باعث ان کے بھائی ابی کی بجائے ان کا نام لے لیا ہے اور شاید ایسا ہی ہوا ہے تو یہ ایک مضبوط خامی ہے کیونکہ یہ حدیث عبدالمہیمن کے حوالے سے بھی معروف ہے۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی سے درود شریف کے بارے میں ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام بغوی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے حضرت سہل فرماتے ہیں۔

**خَرَجَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ فَاِذَا اَنَا بِاَبِیْ طَلْحَۃَ، فَقَامَ اِلَیْہِ، فتلقّاہ، فَقَالَ: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللہِ! اِنِّیْ لَاَرَی السُّرُوْرَ فِیْ وَجْھِکَ، قَالَ: ''اَجل، اِنَّہٗ اَتَانِی جبرِیْلُ آنفًا، فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ مَرَّۃً- اَوْ قَالَ وَاحِدَۃً، کَتَبَ اللہُ لَہٗ بِھَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ، وَمَحا عَنْہُ بِھَا عَشْرَ سَیِّئَاتٍ، وَرَفَعَ لَہٗ بِھَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ''**

---

[1] ابن ماجہ 400، طبرانی، معجم کبیر 120/6

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، میرے ہمراہ حضرت ابوطلحہ بھی موجود تھے آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ سے ملاقات کی اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! آج آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار دکھائی دے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں ابھی کچھ دیر پہلے جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے محمد! جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ معاف کر دے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔'' [1]

اس حدیث کے ایک راوی ابن حبیب کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا! فرشتے اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل کریں گے۔''

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ روایت سند کے اعتبار سے حضرت سہیل کی بجائے حضرت ابوطلحہ کی سند میں زیادہ بہتر ہے۔

حضرت ابن مسعود کی روایت کو امام حاکم نے اپنی سند کے ہمراہ مستدرک میں نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص نماز میں تشہد پڑھے تو یہ (درود) پڑھے۔''

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ، وَبَارَکْتَ، وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ''

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت اور برکت نازل کی اور ان پر رحم کیا۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [2]

امام بیہقی نے بھی ''سنن کبریٰ'' میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ اس کے ایک راوی یحییٰ بن سباق اور ان کے شیخ عدالت و جرح کے اعتبار سے غیر معروف ہیں۔ ابو حاتم بن حبان نے اپنی کتاب ''الثقات'' میں یحییٰ بن سباق کا تذکرہ کیا ہے۔

---

[1] نسائی عمل الیوم واللیلہ 44/3' ابن حبان 915' طبرانی' معجم کبیر 4720

[2] بیہقی' سنن کبریٰ 379/2' حاکم 269/1)

## تشہد کے کلمات

امام دارقطنی نے اپنی سند کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے تشہد کے کلمات اس طرح سکھائے ہیں جیسے آپ ہمیں قرآن کی سورتیں سکھایا کرتے تھے۔ (اور وہ کلمات یہ ہیں)

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ، وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی آلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْنَا مَعَھُمْ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَیْنَا، مَعَھُمْ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

''تمام قولی، جسمانی اور مالی عبادات اللہ کے لئے ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام نازل ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات نازل ہوں ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلام نازل ہو۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں بے شک حضرت محمد اللہ کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! تو حضرت محمد اور ان کے اہل بیت پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! ان کے ہمراہ ہم پر بھی رحمت نازل فرما اے اللہ! حضرت محمد اور ان کے اہل بیت پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! ان کے ہمراہ ہم پر بھی برکت نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کی طرف سے اُمی نبی حضرت محمد پر درود نازل ہو (پھر سلام پھیرتے ہوئے کہے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' (دارقطنی 353/1)

(امام مجاہد فرمایا کرتے تھے) جب نمازی اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلامتی کے نزول کی دعا کرتا ہے تو گویا وہ تمام آسمانوں اور زمین میں رہنے والی جملہ مخلوقات کی سلامتی کی دعا کرتا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس حدیث میں علت یہ ہے کہ یہ عبدالوہاب بن مجاہد سے منقول ہے۔ یحییٰ بن معین، دارقطنی اور دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ حاکم ان کے بارے میں کہتے ہیں یہ صاحب اپنے والد سے جھوٹی احادیث روایت کرتے ہیں۔

اس میں دوسری علت یہ ہے کہ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' تک تشہد کا حصہ حضرت ابن مسعود سے محفوظ طور پر منقول ہے اور بعد والا حصہ موقوف اور مرفوع دونوں طرح سے منقول ہے۔

''جب تم یہ الفاظ پڑھ لو تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی اب اگر تم اٹھنا چاہو تو اٹھ جاؤ اور اگر بیٹھے رہنا چاہو تو بیٹھے رہو۔'' [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) زیادہ درست اور قرین قیاس رائے یہی ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت ابن مسعود سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے محمد بن حمدان اعروزی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَلَا دِيْنَ لَهٗ

''جو شخص مجھ پر درود نہیں بھیجتا وہ بے دین ہے۔''

## قربِ نبوی کا حصول

امام ترمذی اپنی جامع ''میں'' اپنی مسند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً

''قیامت کے دن میرے رب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو (دنیا میں) کثرت سے مجھ پر درود پڑھتا تھا۔'' [2]

---

[1] القول البدیع 222 [2] ترمذی 484، ابن حبان 911، ابن ابی شیبہ 505/11

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اسی روایت کو ابو حاتم بن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے۔

یہ روایت مسند بزار میں بھی موجود ہے۔

تاہم ترمذی اور ابو حاتم کی مسند میں ذرا سا اختلاف ہے۔ اس روایت کو امام بغوی نے بھی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ہمراہ اپنی ''سنن'' میں حضرت ابن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''جب تم بارگاہ رسالت میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرو تو اسے اچھے الفاظ میں پیش کرو کیونکہ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ شاید اسے بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا جائے۔''

آپ کے شاگردوں نے عرض کی، آپ ہمیں سکھائیں (کہ ہم کن الفاظ میں درود شریف پڑھیں) تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ، وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ، اِمَامِ الْخَیْرِ، وَقَائِدِ الْخَیْرِ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ (عَلٰی) اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

''اے اللہ! تو اپنا درود اور رحمت اور برکتیں (اس ہستی پر) نازل فرما جو تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ پرہیزگاروں کے پیشوا ہیں سب سے آخری نبی ہیں۔ (جن کا نام نامی) حضرت محمد ہے جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ بھلائی کے پیشوا اور قائد ہیں۔ رحمت کے پیغامبر ہیں۔ اے اللہ! انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس پر سب اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے۔ اے اللہ!

تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اوران کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔''[1]

درود شریف کے بارے میں حضرت ابن مسعود سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ مَلائکةً سیّاحین، یبلّغون عَنْ اُمّتی السّلام

''بے شک اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کا سلام (مجھ تک) پہنچاتے ہیں۔''[2]

(ابن قیم کہتے ہیں) اس کی سند صحیح ہے۔

اسی روایت کو ابو حاتم بن حبان نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید کی حدیث کو امام احمد نے اپنی سند کے ہمراہ یوں نقل کیا ہے حضرت فضالہ فرماتے ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے نماز میں دعا کے دوران نہ تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا تو آپ نے فرمایا اس شخص نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے پھر آپ نے اسی شخص کو یا کسی اور کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فلیبدأ بِتَحْمِیْدِ رَبِّہٖ، وَالثَّنَآءِ عَلَیْہِ، ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ، ثُمَّ یَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَآءَ

''جب کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اپنے پروردگار کی حمد وثناء بیان کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر جو چاہے دعا کرے۔''[3]

اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ اسی روایت کے الفاظ ہیں

---

[1] ابن ماجہ 906 نسائی 43/3' عبدالرزاق' مصنف' 3116' ابن ابی شیبہ 517/2 بزار 845' طبرانی' معجم کبیر 10528 [3] ابوداؤد 481' ترمذی 3477' نسائی 44/3' حاکم 230/1

جبکہ امام نسائی اور ترمذی نے (الفاظ کے ذرا سے اختلاف کے ساتھ) اسے نقل کیا ہے۔ (ترمذی نے) اسے حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے۔

امام ترمذی نے ایک سند کے ہمراہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اپنی سند کے ہمراہ اسے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری کی روایت کو امام احمد نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری فرماتے ہیں۔

اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا طَیِّبَ النَّفْسِ ' یُری فِیْ وَجْهِهِ الْبِشْرُ ' قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَصبحتَ الْیَوْمَ طَیِّبَ النَّفْس یُری فی وجهِكَ الْبِشْرُ ' قَالَ ' "اَجلْ! اَتانی اٰتٍ مِّنْ رَّبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ ' مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ من اُمَّتِكَ صَلاةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا عَشَرَ حَسَنَاتٍ ' ومحا عنه عشرَ سیئاتٍ ' وَرَفَعَ لَهٗ عَشَرَ دَرَجَاتٍ ' وَرَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَهَا

"ایک دن نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ کا مزاج نہایت خوشگوار تھا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آج آپ کا مزاج زیادہ خوشگوار ہے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرۂ مبارک سے ظاہر ہو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں ابھی میرے پروردگار کا فرستادہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے بتایا۔ آپ کی امت کا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اسے دس نیکیاں عطا کرے گا۔ اس کے دس گناہ مٹا دے گا اور اس کے دس درجات بلند کریگا اور اسی کی مانند اسے جواب عطا کرے گا۔" (احمد 29/4)

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابوطلحہ بیان کرتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جاءَ ذَاتَ یَوْمٍ والسُّرورُ یُری فِیْ وَجْهِهٖ ' فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنا لنری السُّرُوْرَ فِیْ وَجْهِكَ؟ فَقَالَ: "اِنَّهٗ اَتانی الْملكُ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! اَما یُرضیك اَنْ ربَّك عزّوجلّ یَقُوْلُ: اِنَّهٗ لا یُصَلِّیْ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا ' وَلا یُسَلِّمُ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عشرًا ' قَالَ: بَلٰی!

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو خوشی کے آثار چہرۂ مبارک پر صاف محسوس ہو رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آج ہم آپ کے رخ انور پر زیادہ خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ابھی ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور بولا اے محمد! کیا آپ اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ آپ کی امت کا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجوں گا اور آپ کی امت کا جو فرد آپ پر ایک مرتبہ سلام بھیجے گا تو میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا۔ (راوی کہتے ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں!'' [1]

امام نسائی اور ابن حبان نے اس روایت کو اپنی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام نسائی اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ، فَلْيُصَلِّ عَلَيَّ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اسے چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے (کیونکہ) جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔'' [2]

درود شریف کے بارے میں حضرت انس سے ایک اور روایت منقول ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وحطَّ عَنْهُ بِهَا عَشْرَ سَيِّئَاتٍ ورفعه بها عشرَ درجاتٍ

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کر دیتا ہے۔'' [3]

---

[1] احمد 30/4، ابن حبان 915، حاکم 420/2، ابن ابی شیبہ 516/2 [2] (نسائی، العمل الیوم 61، المعجم الاوسط 2788)

[3] نسائی 50/3، احمد 102/3، ابن حبان 904، حاکم 550/1

اس روایت کو امام احمد نے ''مسند'' میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے جبکہ ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ اس میں علت یہ ہے جس کی طرف امام نسائی نے اپنی سنن کبریٰ میں بھی اشارہ کیا ہے کہ اس روایت کو حسن نے حضرت انس سے نقل کیا ہے لیکن یہ علت قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جناب حسن نے حضرت انس بن مالک سے احادیث سنی ہوں جبکہ حضرت برید بن ابی مریم کا حضرت انس سے یہ حدیث سننا بھی صحیح ہے۔ اسی لئے ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں یہ روایت نقل کی ہے۔

امام حاکم نے اپنی مستدرک میں اس روایت کو اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے لیکن اس سند کے مطابق برید بن ابی مریم نے یہ حدیث براہ راست حضرت انس سے سنی ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ برید نے یہ روایت پہلے امام حسن سے سنی ہو اور پھر براہ راست حضرت انس سے سنی ہو اور اسے دونوں اعتبار سے روایت کر دیا ہو۔

یہاں ایک احتمال موجود ہے کہ شاید یہ روایت حضرت ابوطلحہ انصاری والی روایت ہے جسے حضرت انس نے بطور ''مرسل'' نقل کر دیا ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے قاضی اسماعیل بن اسحاق نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے کہ حضرت انس بیان کرتے ہیں حضرت ابوطلحہ فرماتے ہیں۔

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو خوشی کے آثار رخ انور سے ظاہر ہو رہے تھے۔ صحابۂ کرام نے عرض کی آج آپ کے چہرۂ مبارک پر زیادہ خوشی کے آثار محسوس ہو رہے ہیں۔''

اس کے بعد آگے وہی روایت ہے جو حضرت ابوطلحہ کے حوالے سے پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

## درود شریف کا وظیفہ

عشاری اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِی یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ لم یمتْ حَتّٰی یری مقعدَہ مِن الجنَّۃِ

''جو شخص روزانہ مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود پڑھے گا وہ اس وقت تک فوت نہیں

ہو گا جب تک جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے"۔[1]

حافظ ابوعبداللہ المقدسی اپنی کتاب "الصلوۃ علی النبی" میں تحریر کرتے ہیں یہ روایت صرف حکم بن عطیہ کے حوالے سے منقول ہے۔

دارقطنی فرماتے ہیں حکم' ثابت سے ایسی روایات نقل کرتے ہیں جن کی تائیدی روایت نہیں مل سکتی۔

امام احمد فرماتے ہیں ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابوداؤد "طیالسی" نے ان سے منکر احادیث بھی روایت کی ہیں۔

ایک روایت کے مطابق یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

جعفر فریابی اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس سے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔

حضرت انس فرماتے ہیں۔

**ارتقی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ المنبرَ ' فرقی درجةً ' فَقَالَ: آمین' ثم ارتقی درجةً ، فَقَالَ: "آمین" ' ثم ارتقی الثالثة ' فَقَالَ: "آمین" ' ثم استوی ' فجلسَ ' فقال اَصحابهٗ: اَیْ نَبِیَّ اللهِ! علام اَمَّنتَ؟ فَقَالَ: أَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ: رَغِمَ اَنْفُ امرئٍ اَدْرَكَ اَبویه الْكِبَرُ اَوْ احدهما لم یَدْخُلِ الْجَنَّةَ ' فقلتُ: آمین' ورَغِمَ اَنْفُ امرئٍ اَدركَ رمضانَ فَلَمْ یُغفرْ لهٗ فَقُلْتُ: آمین ' (قَالَ): وَرَغِمَ اَنْفُ امرئٍ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْكَ ' فَقُلْتُ: آمین"**

"ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے جب آپ نے منبر کے پہلے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب تیسرے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر آپ سیدھے ہو کر تشریف فرما ہوئے۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا اے اللہ کے نبی! آپ نے کس بات پر آمین کہا؟ تو آپ نے فرمایا میرے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے"۔

وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے (اور ان کی خدمت کے باعث) جنت میں داخل نہ ہو تو میں نے کہا آمین۔

---

[1] الترغیب والترہیب 2483

(پھر جبریل نے کہا) وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ میں نے کہا آمین۔
(پھر جبریل نے کہا) وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو میں نے کہا آمین۔" [۱]

ابوبکر شافعی نے اس روایت کو اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے اس کی سند کے ایک راوی سلمہ علم حدیث میں کمزور ہیں۔ ان پر تنقید بھی کی گئی ہے تاہم ان کی روایات کو مکمل طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ بطور خاص ایسی روایات جن کے شواہد موجود ہوں اور اس حدیث کے دیگر شواہد موجود ہیں۔

درود شریف کے بارے میں حضرت انس سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام ابویعلیٰ الموصلی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

**مَا مِنْ عَبْدَيْنِ مُتَحابَّيْنِ يَسْتَقْبِلُ اَحدُهما صاحِبَهٗ ' وَيُصَلِّيان على النَّبِيِّ ﷺ اِلا لم يتفرَّقا حتى تغفرَ لهمْا ذُنُوْبُهما ' ما تقدَّم منها ' وَمَا تَاَخَّرَ**

"جب ایک دوسرے سے محبت کرنے والے دوست ایک دوسرے سے ملیں اور وہ اس ملاقات کے دوران نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج دیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے سابقہ اور آئندہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"

## درود شریف کفارے کی حیثیت رکھتا ہے

درود شریف کے بارے میں حضرت انس سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے ابن ابی عاصم نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**صَلُّوْا عَلَيَّ ' فَاِنَّ الصَّلاۃَ عَلَيَّ كَفَّارۃٌ لَكُمْ ' فَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ**

"مجھ پر درود بھیجو کیونکہ یہ تمہارے لئے کفارے کی حیثیت رکھتا ہے جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے گا۔" [۲]

درود شریف کے بارے میں حضرت انس سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے ابن

---

[۱] بزار 3168 [۲] ابویعلیٰ 2960 [۳] القول البدیع 184

شاہین نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ یوم الف مرة لم یمت حتی یری مقعده من الجنة

''جو شخص مجھ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود بھیجے گا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔'' [1]

یہی روایت اس سے پہلے ایک اور حوالے سے بھی نقل کی جا چکی ہے۔

حدثنا سلمة بن وردان ' قَالَ: سمعت انس بن مالك قَالَ: خرج النبی ﷺ یتبرز' فلم یجد احدا یتبعه' ففزع عمر فاتبعه بمطهرة–یعنی اداوة–فوجده ساجدا فی شربة ' فتنخی عمر' فجلس راءه حتی رفع راسه ' قَالَ: فَقَالَ: احسنت یا عمر ! حین وجدتنی ساجداً فتنحیت عنی ' ان جبریل اتانی ' فَقَالَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ واحدة صلی الله علیه عشرًا' ورفعه عشر درجات

''حضرت انس روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ پانی لے جانے کے لئے کوئی موجود نہیں تھا۔ حضرت عمر یہ دیکھ کر گھبرائے اور خود پانی کا برتن لے کر پیچھے چل دیئے آگے جا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ ایک حوض کے پاس سر بسجدہ ہیں۔ حضرت عمر یہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے اور پیچھے آ کر بیٹھ گئے جب نبی اکرم ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا تو فرمایا:

اے عمر! تم نے اچھا کیا کہ جب مجھے سجدے میں دیکھا تو پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے کیونکہ جبریل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے بتایا کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔'' [2]

یہ احتمال موجود ہے کہ اس حدیث کو ''مسند انس'' میں شامل کیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے ''مسند عمر'' میں شامل کیا جائے تاہم اسے مسند عمر میں شامل کرنا زیادہ مناسب ہے۔

---

[1] القول البدیع 185 [2] الادب المفرد 642، مجمع الزوائد 287/2

اس کے دو بنیادی سبب ہیں ایک یہ کہ واقعہ کا سیاق یہ بتاتا ہے کہ حضرت انس خود اس موقع پر موجود نہیں تھے بلکہ وہاں صرف حضرت عمر موجود تھے اور دوسرا یہ کہ اسی روایت کو قاضی اسماعیل نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت عمر سے نقل کیا ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں۔

خرج النبی ﷺ یتبرز ' فاتبعته باداواة من ماء ' فوجدته ساجداً فی شربة فتنحیت عنه ' فلما فرغ ' رفع رأسهٗ ' فَقَالَ: ''احسنت یا عمر حین تنحیت عنی ' ان جبریل اتانی ' فَقَالَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ صلاۃ صلی اللہ علیه عشرًا ' ورفعه عشر درجات''

''نبی اکرم ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو میں پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چل دیا میں نے ایک حوض کے کنارے آپ کو سجدے کی حالت میں پایا تو پیچھے ہٹ گیا۔ جب فارغ ہو کر آپ نے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا عمر تم نے اچھا کیا کہ پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے اور یہ بتا رہے تھے۔

جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔'' [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ یہ دوسری حدیث پہلی حدیث کی علت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کے مطلق اس کے راوی سلمہ بن وردان نے یہ روایت مالک بن اوس سے سنی ہے۔

(جب کہ پہلی روایت کی سند کے مطابق انہوں نے یہ حدیث حضرت انس بن مالک سے سنی ہے)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی علت نہیں ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ سلمہ بن وردان نے یہ روایت ان دونوں حضرات سے سنی ہو۔

ابو بکر اسماعیلی اپنی کتاب ''مسند عمر'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت انس بن مالک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ (رفع حاجت کے لئے) تشریف لے گئے تو حضرت عمر بھی

---

[1] طبرانی' معجم صغیر 994

پانی کا برتن اور پتھر لے کر پیچھے چل دیئے تو آپ کو ایک حوض کے کنارے سجدے کی حالت میں پایا تو حضرت عمر پیچھے ہٹ گئے۔

اس کے بعد انہوں نے مکمل روایت نقل کی۔

اس حدیث کی سند مختلف طرح سے منقول ہے۔ ایک روایت کے مطابق سلمہ بن وردان نے یہ حدیث مالک بن اوس سے سنی ہے اور دوسری روایت کے مطابق انہوں نے یہ حدیث حضرت انس بن مالک اور مالک بن اوس دونوں سے سنی ہے۔

## درود شریف اور قبولیت دعا

درود شریف کے بارے میں حضرت عمر سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے ابن شاہین نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صلاة صلى الله عليه بها عشرًا ' فليقل عبد بعد علي (من الصلاة) او ليكثر**

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔ اب انسان کی مرضی ہے کہ وہ مجھ پر کم تعداد میں درود بھیجے یا کثرت سے درود بھیجے۔''[1]

درود شریف کے بارے میں حضرت عمر سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی جامع میں نقل کیا ہے۔

**ان الدعاء موقوف بين السماء والارض ' لا يصعد منه شئ حتى تصلى على نبيك ﷺ**

''دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور یہ اس وقت تک بلند نہیں ہوتی جب تک تمہارے نبی پر درود نہ بھیجا جائے۔''[2]

یہ روایت اسی طرح مرفوعاً منقول ہے۔

اسی روایت کو اسماعیلی نے ''مسند عمر'' میں اپنی سند کے ہمراہ زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں:

''مسلمان زمین کے کسی بھی حصے میں آ کر نماز چاشت کی دو رکعت ادا کرے اور پھر یہ

---

[1] القول البدیع 159 [2] ترمذی 486

دعا کرے'':

اَللّٰھُمَّ اصبحت عبدك علی عهدك ووعدك' خلقتنی ولم اك شیئا' استغفرا لذنبی ' فانی قد ارهقتنی ذنوبی' واحاطت بی الا ان تغفرها' فاغفر لی یا رحمٰنُ الا غفرا الله (له) فی ذلك المعقد ذنبه' وان كان مثل زبد البحر ۔

اے اللہ! میں تیرا بندہ تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں تو نے مجھے پیدا کیا ہے حالانکہ میں کچھ بھی نہیں تھا میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں کیونکہ میرے گناہوں نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے اور مجھے گھیر لیا ہے تاہم تو اگر انہیں معاف کرنا چاہے تو مجھے معاف کر دے۔ اے رحمان! (حضرت عمر فرماتے ہیں) اسی نشست کے دوران اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔''

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فرماتے ہیں۔

ذکر لی ان الدعاء یکون بین السماء والارض لا یصعد من شیٔ حتی تصلی علی نبیك ﷺ

''مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان موجود رہتی ہے اور اس وقت تک بلند نہیں ہوتی جب تک تمہارے نبی پر درود نہ بھیجا جائے۔''

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمر ارشاد فرماتے ہیں:

''اعمال ایک دوسرے کے سامنے فخر کا اظہار کرتے ہیں اور صدقہ کہتا ہے میں تم سب سے افضل ہوں۔''

## بیوی کے لیے صدقے کی فضیلت

حضرت عمر فرماتے ہیں:

''جو شخص اپنے مال میں سے اپنی بیوی کے لئے صدقہ کرتا ہے تو جنت کے نگران فرشتے تیزی سے اس کی طرف لپکتے ہیں۔''

اسماعیلی کہتے ہیں، نماز چاشت سے متعلق پہلی روایت موقوف ہے۔ اسی طرح بیوی کے لئے صدقہ کرنے والی روایت بھی موقوف ہے اور باقی روایات ایک جیسی ہیں۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ہمارے خیال میں شاید ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دعا کے موقوف رہنے اور اعمال کے فخر کرنے والی دونوں روایات مرفوع اور موقوف دونوں کا احتمال رکھنے میں ایک جیسی حیثیت کی مالک ہیں۔

## حضرت عمر سے منقول حدیث

نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والی روایت حضرت معاذ بن حارث کے حوالے سے مرفوعاً منقول ہے لیکن یہ مستند نہیں ہے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ موقوف ہو۔

ابوقرہ کے حوالے سے حضرت انس سے منقول جو روایت پہلے بیان کی گئی ہے وہ ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ اسے طبرانی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں۔

خرج رسول الله ﷺ لحاجته‘ فلم یجد احداً یتبعه ‘ ففزع عمر‘ فأتاه بمطهرة من خلفه فوجد النبی ﷺ ساجدًا فی شربة‘ فتنحی عنه من خلفه حتی رفع النبی ﷺ راسهٗ‘ وقَالَ: ”أحسنت یا عمر حین وجدتنی ساجدا فتنحیت عنی ‘ ان جبریل اتانی ‘ فَقَالَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ من اُمتك واحدةً صلی الله علیه عشرًا‘ ورفعت بها عشر درجات

”نبی اکرم ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور کوئی آپ کے پیچھے جانے کے لئے وہاں موجود نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر پریشان ہوئے اور خود پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چل دیئے۔ آگے جا کر دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ ایک حوض کے کنارے سربسجود ہیں۔ حضرت عمر نبی اکرم ﷺ کے پیچھے ذرا پیچھے ہٹ کے بیٹھ گئے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے عمر! تم نے اچھا کیا جو مجھے سربسجود دیکھ کر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ جبریل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے بتایا آپ کی امت کا جو فرد آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔“ [1]

---

[1] القول البدیع 158 ‘ مجمع الزوائد 287/2

طبرانی کہتے ہیں اس روایت کو عبید اللہ سے صرف یحییٰ بن ایوب نے روایت کیا ہے اور عمرو بن طارق اس میں منفرد ہیں۔

## فرشتے درود خواں پر سلام بھیجتے ہیں

درود شریف کے بارے میں حضرت عامر بن ربیعہ سے منقول روایت کو امام احمد بن حنبل نے اپنی ''مسند'' میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو برسر منبر خطبہ کے دوران یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صلاۃ لم تزل الملائکۃ تصلی علیہ ما صلی علی' فلیقل عبد من ذلك' او لیکثر

''جو شخص جب تک مجھ پر درود بھیجتا رہے گا فرشتے اس وقت تک اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہیں گے۔ اب انسان کی مرضی ہے کہ وہ کم تعداد میں درود پڑھے یا کثرت سے پڑھے۔'' [1]

اسی روایت کو ابن ماجہ نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

اسی روایت کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے تاہم اس کے الفاظ یہ ہیں۔

من صلّی علی صلاۃ صلی اللہ علیہ ' فأکثروا' او اقِلّوا

''جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے گا اب (تمہاری مرضی ہے) تم کثرت سے درود بھیجو یا کم تعداد میں۔'' [2]

یہ روایت عبداللہ بن عمر العمری سے منقول ہے اور سابقہ روایت عاصم بن عبید اللہ سے منقول ہے۔ ان دونوں روایات میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے لیکن اس روایت کے ان دو سندوں سے منقول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کچھ اصل ضرور ہے لہٰذا یہ مرتبۂ ''حسن'' کی مالک ہوگی۔

درود شریف کے بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت کو امام احمد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

خرج رسولُ اللہ ﷺ فاتبعتہ حتی دخل نخلاً' فجد' فاطال

---

[1] احمد 445/3 [2] مصنف عبدالرزاق 3115 + ابن ماجہ 907

**السجود، حتی خفت، او خشیت ان یکون اللہ قد توفاہ، او قبضہ۔**
**قَالَ: فجئت انظر، فرفع راسہٗ، فَقَالَ: "مالک یا عبدالرحمٰن؟!**
**قَالَ: فذکرت ذٰلک لہ۔ قَالَ: فَقَالَ: ان جبریل قال لی: الا ابشرک؟ ان اللہ عزوجل یقول: من صلّٰی علیک صلیت علیہ، ومن سلم علیک سلمت علیہ**

"نبی اکرم ﷺ کہیں جانے کے لئے روانہ ہوئے تو میں آپ کے پیچھے چل دیا آپ ایک باغ میں داخل ہوئے اور وہاں سربسجود ہو گئے اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو قبض کر لیا ہے۔ میں آپ پر نظریں جما کر بیٹھ گیا۔ آخر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور پوچھا، عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ میں نے اپنے اندیشے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ابھی جبریل نے مجھ سے پوچھا کیا میں آپ کو ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ (پھر انہوں نے خود ہی بتایا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
"جو شخص آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔" [1]

یہی روایت ایک اور سند سے بھی منقول ہے تاہم اس کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔ (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا)

**فسجدت للہ شکرًا**

"پس میں نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے یہ سجدہ کیا۔"

اس روایت کو امام حاکم نے اپنی سند کے ہمراہ "مستدرک" میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسی روایت کو ابن ابی دنیا نے یحییٰ بن جعفر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

زید بن حباب اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

**سجد رسولُ اللہ ﷺ سجدۃً اطال فیھا، فقلت لہ فی ذٰلک، فَقَالَ: "انی سجدتُ ھذہ السجدۃ شکرًا للہ عزوجل فیما أبلانی فی**

---

[1] احمد 191/1، حاکم 222/1

امتی ' فانه من صلّٰی علی صلاة صلی الله علیه بها عشرًا

''نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ خاصا طویل سجدہ کیا (جب سر اٹھایا) تو میں نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے یہ سجدہ کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو یہ انعام عطا کیا ہے کہ اس کا جو فرد مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔'' [1]

اس حدیث کے ایک راوی موسیٰ بن عبیدہ میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے تاہم اس روایت کی تائید میں دوسری روایت موجود ہے جسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

## حدیثِ قدسی

بغوی اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

لقینی جبریل ' فبشرنی: ان الله عزوجل یقول لك: مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ صلاۃً صلیتُ علیہ ' ومن سلم علیك ' سلمت علیه ' فسجدُت لذلك

''ابھی جبریل مجھ سے ملے اور انہوں نے مجھے یہ خوشخبری سنائی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہ پیغام دیا ہے۔ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔''

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) اس لئے میں نے یہ سجدہ کیا۔

## درود ہی کافی ہے

درود شریف کے بارے میں حضرت ابی بن کعب سے منقول حدیث کو عبد بن حمید نے اپنی ''مسند'' میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابی فرماتے ہیں۔

کان رسولُ الله ﷺ اذا ذهب ربع اللیل قام ' فَقَالَ: ''یا ایها الناس! اذکروا الله ' اذکروا الله ' جاء ت الراجفة تتبعها الرادفة ' جاء

---

[1] احمد 191/1 ' ابویعلی 858 ' حاکم 550/1

الموت بما فيه، جاء الموت بما فيه" ۔ قال ابی بن کعب—:
قلت: یا رسول الله! انی اکثر الصلاة علیك، فکم اجعل لك من
صلاتی؟ قال: "ما شئت" ۔ قلت: الربع؟ قال: "ما شئت، وان
زدت، فهو خیر"، قلت: النصف؟ قال: "ما شئت، وان زدت، فهو
خیر"، قلت الثلثین؟ قال: "ما شئت، وان زدت، فهو خیر"، قال:
اجعل لك صلاتی کلها، قال: "اذا تکفی همك، ویغفر لك
ذنبك"

''نبی اکرم ﷺ کی عادت شریف تھی کہ جب رات کا چوتھائی حصہ بیت جاتا
تو آپ اٹھ کر ارشاد فرماتے لوگو! اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ کو یاد کرو قیامت آنے
والی ہے موت اور اس کی سختی آئی چاہتی ہے۔ موت اور اس کی سختی آئی چاہتی
ہے۔''

حضرت ابی فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود
بھیجتا ہوں مجھے کس قدر درود شریف پڑھنا چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جتنا تمہارا دل
چاہے۔ میں نے عرض کی (اوراد و وظائف کا) چوتھائی حصہ (کافی رہے گا؟) آپ نے فرمایا
تمہاری مرضی ہے لیکن اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کی نصف
(حصہ کافی رہے گا؟) آپ نے فرمایا جو تم پسند کرو لیکن اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ زیادہ
بہتر ہے۔ میں نے عرض کی دو تہائی (حصہ کافی رہے گا؟) آپ نے فرمایا جو تم پسند کرو لیکن
اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کی پھر تو میں (اوراد و وظائف
کے لئے مخصوص وقت میں) ہر وقت آپ پر درود وسلام ہی بھیجتا رہوں گا۔ آپ نے فرمایا:
اس صورت میں (یہ درود) تمہاری تمام ضروریات کے لئے کافی ہوگا (اور اس کی وجہ
سے) تمہارے (تمام) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''[1]

امام ترمذی نے اسے ھناد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
امام احمد نے "مسند" میں وکیع کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
حاکم نے اس روایت کو "مستدرک" میں نقل کیا ہے۔

---

[1] ترمذی 2457، احمد 136/5، حاکم 421/2

امام ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل سے جلیل القدر آئمہ جیسے حمیدی، احمد اور اسحاق نے احادیث کی روایت کی ہیں۔ امام ترمذی انہیں کبھی صحیح قرار دیتے ہیں اور کبھی حسن قرار دیتے ہیں۔

## ابنِ تیمیہ کی تشریح

(ابن قیم کہتے ہیں) ہمارے شیخ ابوالعباس (تقی الدین ابن تیمیہ) سے اس حدیث کی شرح دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا حضرت ابی بن کعب اپنے لئے مخصوص طریقے سے دعا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا، کیا وہ اس دعا میں چوتھائی حصہ درود شریف کے لئے مخصوص کریں؟ تو آپ نے فرمایا اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے دریافت کیا، نصف؟ آپ نے پھر فرمایا اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ تو انہوں نے عرض کی، میں صرف آپ پر درود ہی پڑھا کروں گا یعنی میں اپنی اس دعا کے مخصوص وقت میں صرف آپ پر درود ہی بھیجا کروں گا تو آپ نے فرمایا اس صورت میں یہ تمہاری تمام ضروریات کے لئے کافی ہوگا اور تمہارے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے کیونکہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور جس پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرے گا اس کی تمام ضروریات پوری کردے گا اور اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔''

حضرت اوس بن اوس روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

**من افضل ایامکم یوم الجمعة' فیه خلق آدم' وفیه قبض ' وفیه النفخة' وفیه الصعقةُ' فاکثروا علی من الصلاة فیه' فان صلاتکم معروضة علیّ'' قالوا: یا رسول الله! کیف تعرض علیك صلاتنا وقد ارمت؟- یعنی: وقد بلیت- فَقَالَ: ''ان الله عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء''**

''سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا۔ اسی دن ان کا انتقال ہوا۔ اسی دن (صور میں) پھونک ماری جائے گی اور اسی دن کڑک ہوگی (یعنی قیامت آئے گی) لہٰذا تم اس دن کثرت کے ساتھ درود بھیجا

کرو کیونکہ تمہارا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ! جب آپ لحد میں منتقل ہو جائیں گے تو ہمارا درود آپ کی خدمت میں کیسے پیش کیا جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا:

''بے شک اللہ عزوجل نے زمین کے لئے یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔''[1]

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو نقل کیا ہے۔

ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' اور حاکم نے ''مستدرک'' میں حسین الجعفی کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

## سندِ حدیث پر تنقید

علم حدیث کے بعض ماہرین نے اس روایت کی سند پر یہ تنقید کی ہے کہ اس روایت کو حسین الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے روایت کیا ہے۔ بادی النظر میں اس حدیث کی سند میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔ علم حدیث کے ماہرین نے ان کی روایات کو قبول کیا ہے مگر اس میں علت یہ ہے کہ حسین الجعفی نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے نہیں سنی بلکہ انہوں نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے سنی ہے اور یہ صاحب مستند نہیں ہیں لہٰذا حسین الجعفی نے غلطی سے ان کے دادا کا نام تمیم کی بجائے جابر نقل کر دیا مگر علم حدیث کے ماہرین نے اس غلطی کی نشاندہی کر دی ہے۔

امام بخاری اپنی تصنیف ''تاریخ الکبیر'' میں بیان کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم السلمی الشامی، حضرت مکحول سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ولید بن مسلم نے ان سے منکر روایات نقل کی ہیں۔ یہی وہ صاحب ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان سے ابواسامہ اور حسین الجعفی نے احادیث روایت کی ہیں حالانکہ یہ دونوں صاحبان کہتے ہیں کہ ہم نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے احادیث سنی ہیں لیکن عبدالرحمٰن کا نسب بیان کرنے میں ان دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔ اصل صاحب عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہیں جو ضعیف

---

[1] احمد 8/4، حاکم 278/1، ابن حبان 910، ابوداؤد 1047، نسائی 91/3، ابن ماجہ 1085

راوی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں اہل کوفہ نے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کی روایات کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے نقل کیا ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

موسیٰ بن ہارون بیان کرتے ہیں ابواسامہ نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے احادیث نقل کی ہیں لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ وہ کبھی بھی ان صاحب سے نہیں ملے۔ ان کی ملاقات عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے ہوئی تھی مگر وہ یہ سمجھے کہ شاید یہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ہیں۔ بہر حال عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ضعیف راوی ہیں۔

علم حدیث کے بہت سے ماہرین نے اسی بات کی نشاندہی کی ہے۔

اس تنقید کا جواب درج ذیل ہے:۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس روایت کی جو سند نقل کی ہے اس کے الفاظ کے مطابق حسین الجعفی نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ انہوں نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سنی ہے۔

محدثین کا یہ کہنا کہ انہوں نے ابن تمیم کو ابن جابر سمجھ لیا اور عبدالرحمٰن کے دادا کے نام کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے بعید از امکان ہے کیونکہ حسین الجعفی بذاتِ خود علم حدیث کے بہت بڑے ماہر ہیں وہ ابن یزید اور ابن تمیم دونوں سے واقف ہیں اور انہوں نے ان دونوں حضرات سے احادیث روایت کی ہیں۔

اگر یہاں یہ سوال پیش کیا جائے کہ عبدالرحمٰن بن ابوحاتم نے اپنی کتاب ''العلل'' میں یہ بات تحریر کی ہے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں عراق میں رہنے والے ایسے کسی شخص سے واقف نہیں ہوں جو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے احادیث روایت کرتا ہو تاہم میری تحقیق کے مطابق ابواسامہ اور حسین الجعفی ایک ہی شخص سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہیں۔ ابواسامہ نے ان سے حضرت ابوامامہ کے حوالے سے پانچ یا چھ منکر احادیث نقل کی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر جیسا محدث ایسی روایات نقل نہیں کر سکتا اور اہل شام میں سے کسی نے بھی ابن جابر سے اس نوعیت کی روایات نقل نہیں کی ہیں۔

حسین الجعفی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے حوالے سے حضرت اوس بن اوس کی یہ

حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

''سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن گڑ گڑاہٹ ہو گی اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن یہ ہوگا (اور وہ ہوگا)''

یہ حدیث منکر ہے کیونکہ حسین الجعفی کے علاوہ اس روایت کو کسی نے بھی نقل نہیں کیا۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ضعیف راوی ہیں اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر اور راوی ہیں۔ (یہاں تک تمام گفتگو ابن ابی حاتم کی تھی)

(ابن قیم کہتے ہیں) بعض حضرات نے ابواسامہ اور حسین الجعفی کے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع حدیث کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار کیا ہے۔ علم حدیث کے اکثر ماہرین نے ابواسامہ کے ان سے سماع حدیث کی نفی کی ہے۔ ہمارے شیخ (ابوالحجاج المزی) اپنی تصنیف ''تہذیب الکمال'' میں لکھتے ہیں۔

ابواسامہ کے بارے میں ابن نمیر کہتے ہیں انہوں نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں لیکن یہ صاحب مشہور راوی ابن جابر نہیں ہیں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ ان صاحب کو ابن جابر کہا گیا ہے۔ یعقوب کہتے ہیں یہ بات درست ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن فلاں بن تمیم ہیں۔ ابواسامہ انہی کی خدمت میں حاضر ہوئے احادیث نقل کی اور انہیں روایت کیا اور انہی کا نام ابن جابر بیان کر دیا۔ یعقوب کہتے ہیں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ابن نمیر ابواسامہ پر یہ الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے یہ لاپرواہی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں ابن نمیر نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ ان کی یہ روایات ان تمام روایات سے مناسبت نہیں رکھتی ہیں جو ان کے دیگر شاگردوں اور اہل شام نے ان سے روایت کی ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ابوحاتم کہتے ہیں میں نے حسین الجعفی کے بھائی کے پوتے محمد بن عبدالرحمٰن سے ابن تمیم کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر یہ دونوں حضرات کوفہ تشریف لائے تھے کچھ عرصے بعد عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ایک مرتبہ پھر کوفہ تشریف لائے تھے مگر ابواسامہ نے جن سے احادیث روایت کی ہیں وہ ابن جابر نہیں بلکہ ابن تمیم ہیں۔

ابن ابی داؤد کہتے ہیں ابواسامہ نے ابن مبارک کے حوالے سے ابن جابر کی احادیث

سنی ہیں اور ابن مبارک اور ابن جابر یہ دونوں حضرات مکحول سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ابن جابر بھی دمشقی ہیں جب یہ صاحب تشریف لائے تو انہوں نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن یزید الدمشقی نے مکحول کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ تو ابواسامہ یہ سمجھے کہ شاید یہ وہی ابن جابر ہیں جن سے ابن مبارک احادیث روایت کرتے ہیں۔ (ابن ابی داؤد کہتے ہیں) ابن جابر ثقہ اور مامون ہیں۔ ان سے احادیث روایت کی جاتی ہیں جبکہ ابن تمیم ضعیف ہیں۔ امام ابوداؤد نے انہیں متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ ابواسامہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں اور ان کا نسب ذکر کرنے میں غلطی کی ہے وہ کہتے ہیں مجھے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر شامی نے یہ حدیث سنائی ہے حالانکہ انہوں نے تمام روایات عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے سنی ہیں۔

## ابن قیم کی وضاحت

(ابن قیم کہتے ہیں) حسین الجعفی کے ابن جابر سے روایت نقل کرنے کے بارے میں ہمارے شیخ (ابوالحجاج المزی) نے تہذیب الکمال میں لکھا ہے۔ ابن جابر سے حسین بن علی الجعفی نے احادیث روایت کی ہیں اور شاید ابواسامہ حماد بن اسامہ نے بھی نقل کی ہیں۔ گویا (المزی نے) اس بات کی تصدیق کی ہے کہ حسین کا ابن جابر سے روایت کرنا درست ہے البتہ ابواسامہ حماد کی ابن جابر سے روایت کے بارے میں شک کا اظہار کیا ہے۔

مذکورہ بالا روایت کی سند پر تنقید کا یہ جواب ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) جب میں نے یہ سب بحث لکھ دی تو مجھے امام دارقطنی کی اس بارے میں تحقیق کا پتہ چلا۔ آپ نے ابوحاتم کی کتاب ''الضعفاء'' کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ حسین الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے احادیث روایت کی ہیں کیونکہ جن صاحب سے حسین نے احادیث روایت کی ہیں وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ہیں البتہ ابواسامہ نے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے احادیث روایت کی ہیں اور ان کے دادا کا نام نقل کرنے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں دوسری علت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن یزید نے ابوالاشعث سے اس حدیث کے سماع کا تذکرہ نہیں کیا۔ علی بن مدینی کہتے ہیں حسین الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے اور انہوں نے ابوالاشعث الصنعانی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی

ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں یہی مسند نقل کی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ کوئی قابل اعتراض علت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے شواہد کے طور پر وہ احادیث موجود ہیں جو حضرت ابوہریرہ، حضرت ابودرداء، حضرت ابوامامہ، حضرت ابومسعود انصاری، حضرت انس بن مالک اور حضرت امام حسن نے روایت کی ہیں۔

(اور وہ احادیث درج ذیل ہیں)

## جمعے کے دن کی فضیلت

امام مالک اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة' فيه خلق آدم' وفيه اهبط' وفيه تيب عليه' وفيه مات' وفيه تقوم الساعة' وما من دابة الا وهي مصيخة يوم الجمعة' من حين (تصبح حتى) تطلع الشمس' شفقا من الساعة' الا الجن والانس' وفيها ساعة لا يصادفها عبد مسلم وهو يصلي' يسأل الله شيئًا الا اعطاه اياه

''سب سے بہترین دن جس میں سورج طلوع ہو جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اسی دن انہیں زمین پر اتارا گیا۔ اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اسی دن ان کا انتقال ہوا۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ جمعے کے دن ہر جانور صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک چوکنا رہتا ہے کہ کہیں آج قیامت قائم نہ ہو جائے۔ انسانوں اور جنات کے سوا (کہ وہ غفلت کا شکار ہیں) اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بندہ اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تو اس دوران وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔'' [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ صحیح حدیث حضرت اوس بن اوس کی نقل کردہ روایت کی تائید کرتی ہے اور اسی کے مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔

---

[1] مسلم 854' ابوداؤد 1046' ترمذی 491' نسائی 89/3

## جمعے کے دن بکثرت درود پڑھو

''ثقفیات'' کے مصنف نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابودرداء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

**اکثروا الصلاة علی یوم الجمعة' فانه یوم مشهود تشهده الملائکة' وان احداً لا یصلی علی الا عرضت علی صلاته حتی یفرغ منها . قالَ: قلت: وبعد الموت؟! قالَ: ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء' فنبی الله حی یرزق**

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس دن جو بھی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔ (حضرت ابودرداء فرماتے ہیں) میں نے عرض کی، کیا آپ کے وصال ظاہری کے بعد بھی؟ تو آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو خراب کرے۔ پس اللہ کا نبی (قبر میں بھی) زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔'' [1]

عنقریب حضرت ابودرداء کی یہ حدیث طبرانی کے حوالے سے ایک اور سند کے ہمراہ بھی نقل کی جائے گی۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوامامہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

**اکثروا علی من الصلاة فی کل یوم جمعة' فان صلاة امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة' فمن کان اکثرهم علی صلاة کان اقربهم منی منزلة**

''ہر جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ میری امت کا درود ہر جمعے کے دن میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ پس جو شخص مجھ پر جتنی زیادہ

---

[1] ابن ماجہ 1637

کثرت سے درود بھیجے گا وہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے میرے اتنے ہی قریب ہوگا۔“ [1]

اس حدیث کی سند میں دو علتیں ہیں ایک اس کے ایک راوی برد بن نسان پر بعض محدثین نے تنقید کی ہے تاہم یحییٰ بن معین اور دیگر محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ دوسری علت یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابوامامہ سے مکحول نے روایت کی ہے جبکہ کہا جاتا ہے کہ مکحول نے حضرت ابوامامہ سے کوئی حدیث نہیں سنی واللہ اعلم۔

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ' فانہ اتانی جبریل آنفًا عن ربہ عزوجل 'فقال' ما علی الارض من مسلم یصلی علیک مرۃ واحدۃ الا صلیت انا وملائکتی علیہ عشرًا

”جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ ابھی جبریل میرے پاس میرے پروردگار کا یہ پیغام لائے ہیں کہ جو شخص تم پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اور میرے فرشتے اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کریں گے۔“ [2]

## جمعے کے دن درود پڑھنے کی ترغیب

محمد بن اسماعیل اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اَکْثِرُوا الصَّلاۃَ عَلَیَّ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ' فان صلاتکم تعرض علی

”جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔“ [3]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ دونوں روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن (ثانوی) دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔

ابن ابی السری، اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

---

[1] دیلمی' مسند الفردوس 250 [2] القول البدیع 281 [3] بیہقی' سنن کبریٰ 249/3

اَکْثِرُوا الصَّلَاۃَ عَلَیَّ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔'' [1]

صحابۂ کرام جمعے کے دن نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ زید بن وہب کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود نے مجھ سے کہا، اے زید بن وہب! جمعے کے دن باقاعدگی سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک ہزار مرتبہ یہ ہدیۂ درود پیش کیا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النبی الامی

''اے اللہ! تو اُمی نبی حضرت محمد پر درود (رحمت) نازل کر۔'' [2]

## گھروں میں بھی درود پڑھو

ابو یعلی، اپنی مسند میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت امام حسن بن علی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوا قبوراً ولا تتخذوا بیتی عیدا' صلوا علی وسلموا' فان صلاتکم' وسلامکم یبلغنی اینما کنتم

''اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو۔ انہیں قبرستان نہ بناؤ اور میرے گھر کو عید نہ بناؤ۔ مجھ پر درود وسلام بھیجا کرو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود وسلام مجھ تک پہنچ جائے گا۔'' [3]

اس روایت میں علت یہ ہے کہ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے ان الفاظ میں منقول ہے۔

لا تجعلوا بیوتکم قبوراً ولا تجعلوا قبری عیدا' وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ میرے گھر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا۔'' [4]

(ابن قیم کہتے ہیں) روایت کے یہ الفاظ زیادہ مناسب ہیں۔ (یعنی گھر کی بجائے قبر کو عید بنانے کی روایت مناسب ہے)

---

[1] بیہقی، سنن کبریٰ 249/3 [2] القول البدیع 283 [3] ابو یعلی 6761 [4] ابوداؤد 2042

## ہر جگہ درود پڑھو

طبرانی معجم کبیر میں اپنی سند کے ہمراہ حضرت امام حسن کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**حیثما کنتم' فصلوا علی ' فان صلاتکم تبلغنی**

''تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔''[1]

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ، امام حسین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**من ذکرت عندہ فخطئ الصلاۃ علی ' خطئ طریق الجنۃ**

''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔''[2]

اس میں علت یہ ہے کہ یہی روایت مرسل حدیث کے طور پر بھی منقول ہے۔ تاہم یہ ایک سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے اسے اپنی سند کے ہمراہ مرسل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

علی بن مدینی نے اسے اپنی سند کے ہمراہ مرسل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ یہ روایت امام محمد الباقر سے منقول ہے۔

علی بن مدینی کہتے ہیں، سفیان کہتے ہیں، اس روایت کی سند میں عمرو نامی راوی کے بعد ایک اور صاحب بھی ہیں جنہوں نے امام محمد باقر سے یہ روایت سنی ہے۔ سفیان کہتے ہیں وہ صاحب بسام صیرفی ہیں۔

قاضی اسماعیل نے اسی روایت کو ایک اور سند کے ہمراہ امام باقر سے حدیث مرسل کے طور پر نقل کیا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور جو عنقریب ذکر کی جائے گی۔

## ذکرِ مبارک سن کر درود پڑھو

امام نسائی، اپنی سند کے ہمراہ امام حسین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل

---

[1] طبرانی، معجم اوسط 367)

[2] طبرانی، معجم کبیر 2887

کرتے ہیں۔

**البخیل من ذکرت عندہٗ ' ولم یصل علی**

''وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' [۱]

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس روایت کو ابن حبان، حاتم اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح غریب قرار دیا ہے اور اس کی سند میں حضرت علی کے اسم گرامی کا اضافہ کیا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت میں ایک علت ہے جس کا تذکرہ امام نسائی نے اپنی ''مسند کبیر'' میں کیا ہے۔ نسائی اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو امام زین العابدین کے صاحبزادے عبداللہ کے حوالے سے حضرت علی سے بطور مرسل روایت کیا ہے۔

امام نسائی نے ایک اور سند کے ہمراہ اسی روایت کو انہی عبداللہ کے حوالے سے حضرت علی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

**ان البخیل الذی ان ذکرت عندہ لم یصل علی**

''بے شک بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' [۲]

اسماعیل بن اسحاق اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں یحییٰ اور ابوبکر نے اس حدیث کی سند میں اختلاف کیا ہے۔ ابوبکر نے اسے عمرو بن ابی عمرو کے حوالے سے نقل کیا ہے جبکہ حمانی نے عمارہ بن غزیہ سے یہ روایت نقل کی ہے تاہم یہ حدیث عمارہ بن عزیز کے حوالے سے ہی مشہور ہے۔ ان سے پانچ حضرات نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

سلیمان بن بلال، عمرو بن حارث، عبدالعزیز دراوردی، اسماعیل بن جعفر اور عبداللہ بن جعفر پھر انہوں نے ان کی تمام اسناد ذکر کی ہیں۔

اسماعیل بن اویس نے یہی روایت امام زین العابدین کے حوالے سے امام حسین سے نقل کی ہے۔

**مسجد میں داخلے کے وقت درود پڑھنا**

ابوالعباس ثقفی اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ زہراء

---

[۱] نسائی، عمل الیوم 56 [۲] نسائی، سنن کبریٰ 19/6، احمد 201/1

رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا۔

”جب تم مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھو!“

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وسلم، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وسهل لِي اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے (میں مسجد میں داخل ہوتی ہوں) تمام تر تعریفیں اللہ کے لئے مختص ہیں اے اللہ! تو حضرت محمد پر درود وسلام نازل کر۔ اے اللہ! تو مجھے بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے آسان کر دے۔

جب تم مسجد سے باہر آؤ تو بھی یہی کلمات پڑھو۔

تاہم مسجد سے باہر نکلتے وقت دعا کے آخری الفاظ یہ ہیں:

وسهل لی ابواب رزقك

”میرے لئے اپنے رزق کے دروازے آسان کر دے۔“ [1]

امام ترمذی نے اسی روایت کو اپنی سند کے ہمراہ سیّدہ فاطمہ بنت حسین کے حوالے سے سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

اسماعیل کہتے ہیں میری ملاقات مکہ مکرمہ میں سیّدہ فاطمہ بنت حسین کے صاحبزادے عبداللہ بن حسن سے ہوئی۔ میں نے ان سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی اور کہا اس کی سند متصل نہیں ہے کیونکہ سیّدہ فاطمہ بنت حسین نے سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

ابن ماجہ نے اپنی سند کے ہمراہ اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

## حضرت براء بن عازب کی حدیث

احمد بن عمرو بن ابو عاصم، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت براء بن عازب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ كتبت له عشر حسنات، ومحى عنه بها عشر سيئات، ورفعه بها عشر درجات، وكن له عدل عشر رقاب

---

[1] ترمذی 315، ابن ماجہ 771

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اسے دس نیکیاں ملیں گی اور اس کے دس گناہ معاف ہوں گے۔ اس کے دس درجات بلند ہوں گے اور اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔'' [1]

امام نسائی اپنی ''سنن کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ حضرت جابر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**ما اجتمع قوم ثم تفرقا عن غير ذكر الله عزوجل وصلاة على النبی ﷺ الا قاموا على انتن من جيفة**

''جو لوگ کسی محفل میں اکٹھے ہو کر جدا ہو جائیں اور اس کے دوران اللہ کا ذکر نہ کریں اور نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجیں تو گویا وہ کسی بدبودار مردار کے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں۔'' [2]

ابو عبداللہ المقدسی کہتے ہیں میری تحقیق کے مطابق یہ روایت امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔

## دعا کے آغاز اور اختتام پر درود پڑھنا

احمد بن عمرو، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت جابر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

**لا تجعلونی كقدح الراكب، ان الراكب يملأ قدحهٗ فاذا فرغ وعلق معاليقه، فان كان فيه ماءٌ شرب حاجتهٗ، او للوضوء توضأ، والا أهراق القدح، فاجعلونی فی اوّل الدعآء، وفی وسطه ولا تجعلونی فی آخره**

''مجھے مسافر کے پیالے کی مانند نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنے پیالے کو بھرتا ہے اور جب روانگی کے وقت وہ اپنا سامان لادے اور اس پیالے میں پانی موجود ہو تو پھر ضرورت کے مطابق اسے پی لے گا یا اس سے وضو کرے گا ورنہ اس پانی کو بہا دے گا لہٰذا تم مجھے اپنی دعا کے آغاز میں اور اس کے درمیان میں یاد رکھو۔ آخر میں جگہ نہ دو۔'' [3]

---

[1] الترغیب والترہیب 2467 [2] نسائی، سنن کبریٰ 20/6 [3] بزار 3156

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت جابر کے حوالے سے اسی روایت کو نقل کرتے ہیں تاہم اس کے آخر کے الفاظ یہ ہیں۔

**فاجعلونی فی اوّل الدعاء' وفی اوسطه' وفی آخره**

''مجھے اپنی دعا کے آغاز میں، درمیان میں اور آخر میں یاد رکھو۔'' [1]

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابورافع کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**اذا طنت اذن احدکم' فلیذکرنی' ولیصل علی**

''جب تم میں سے کسی کے کان میں شائیں شائیں ہو تو اسے چاہئے کہ مجھے یاد کرلے اور مجھ پر درود بھیجے۔'' [2]

طبرانی کہتے ہیں یہ روایت حضرت ابورافع کے حوالے سے صرف اسی سند کے ہمراہ منقول ہے اور یہ (اس کے ایک راوی) معمر بن محمد کی انفرادیت ہے۔

محمد بن خزیمہ اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابورافع کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**اذا طنت اذن احدکم' فلیذکرنی' ولیصل علیّ' ولیقل ذکر الله من ذکرنی بخیر**

''جب کسی کے کان میں شائیں شائیں ہو تو اسے چاہئے کہ مجھے یاد کرلے اور مجھ پر درود بھیجے۔ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ جو شخص مجھے اچھے الفاظ میں یاد کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کا (فرشتوں کے سامنے) تذکرہ کرے گا۔'' [3]

## نمازِ حاجت کا طریقہ

امام ترمذی، اپنی جامع میں، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

''اگر کسی شخص کی اللہ کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہو یا اسے کسی بندے سے کوئی کام ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نوافل ادا کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے:

---

1. عبدالرزاق 3117 2. طبرانی، معجم صغیر 1076 3. القول البدیع 323

لا الـه الا الله الـحليـم الـكـريـم، سبحان الله ربّ العرش العظيم، اَلْـحَـمْـدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْـعَـالَـمِـيْـنَ، اسألك مـوجبات رحمتك وعزائم مـغـفـرتك، والغنيـمة من كل بر، والسلامة من كل اثم، لا تدع لي ذنبًا الا غـفـرتـه، ولا هـما الا فرجته، ولا حاجة هي لك رضاً الا قضيتها برحمتك يا ارحم الراحمين

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے جو بردبار اور مہربان ہے۔ اللہ کی ذات پاک ہے جو عظیم عرش کا پروردگار ہے تمام تر تعریفیں اللہ کے لئے مختص ہیں اور جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کر دیں اور تیری بخشش کو پختہ کر دیں ہر نیکی کی غنیمت (کے حصول) اور ہر گناہ سے سلامتی (کا سوال کرتا ہوں اے اللہ!) تو میرا ہر گناہ بخش دے۔ میرا ہر مقصد پورا کر دے اور میری جو ضرورت تیری رضا کے مطابق ہو اسے اپنی رحمت کے وسیلے سے پورا کر دے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔'' [1]

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اس کی سند پر تنقید کی گئی ہے۔ اس کا ایک راوی وفائد بن عبدالرحمٰن ضعیف ہے اور اس کی کنیت ابوالورقاء ہے۔

امام احمد کہتے ہیں وفائد متروک الحدیث ہے۔ یحیٰی بن معین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابوحاتم بن حبان کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے ''مشاہیر'' محدثین سے منکر احادیث روایت کی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے حضرت ابی ابن اوفیٰ سے ''معضل'' روایت نقل کی ہیں جن سے دلیل حاصل نہیں کی جاسکتی۔

امام حاکم نے اس روایت کو ''مستدرک'' میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے میں نے اس روایت کی تائید میں ایک اور حدیث بھی نقل کی ہے اور وفائد کی روایات قابل اعتماد ہیں۔

## شفاعتِ مصطفیٰ کا حصول

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ رویفع بن ثابت انصاری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

[1] ترمذی 479، ابن ماجہ 1384

جو شخص یہ درود شریف پڑھے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

**اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ' وانزله المقعد المقرب عندك يوم القيامة**

''اے اللہ! تو حضرت محمد پر رحمت نازل کر اور انہیں قیامت کے دن اس مقام پر فائز کر جو تیرے انتہائی قریب ہے۔'' [1]

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں اسی روایت کو اپنی سند کے ہمراہ، حضرت رویفع انصاری سے نقل کیا ہے۔

طبرانی، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوامامہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**ما من قوم جلسوا مجلساً ثم قاموا منه لم يذكروا الله' ولم يصلوا على النبى ﷺ ' الا كان ذلك المجلس عليهم ترة**

''جو لوگ کسی محفل میں اکٹھے ہوں اور پھر وہاں اللہ کا ذکر کریں اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو وہ محفل قیامت کے دن ان کے لئے حسرت کا باعث ہوگی۔'' [2]

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوامامہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صلى الله عليه عشرًا ' بها ملكٌ موكلٌ بها حتى يبلغنيها**

''جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچاتا ہے۔'' [3]

اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا۔

یارسول اللہ! آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ پر سلام بھیجیں اور آپ پر درود بھیجیں یہ تو ہم سیکھ چکے ہیں کہ ہمیں آپ پر کس طرح سلام بھیجنا چاہئے (اب آپ ہمیں یہ سکھائیں) ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم یوں پڑھا کرو۔

---

[1] احمد 108/4 [2] طبرانی' معجم کبیر 7751 [3] طبرانی' معجم کبیر 7611

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

''اے اللہ! تو حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی۔ اے اللہ! تو حضرت محمد کی آل پر برکت نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔'' [1]

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر سے منقول ہے۔

ایک اور سند کے مطابق، حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بیان کرتے ہیں:

''ہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، ہمیں آپ پر درود بھیجنے اور سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سلام کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟'' تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

''اے اللہ! تو حضرت محمد پر رحمت نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی۔''

(اس سے آگے سابقہ حدیث میں موجود درود کے الفاظ ہیں)

## حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر

حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر کا شمار صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ ابن مندہ نے اس بات کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ ان کے والد کا نام بشیر تھا۔ ابن عبدالبر نے بھی ان کے والد کا نام بشیر لکھا ہے تاہم ایک روایت کے مطابق ان کا نام بشر تھا۔ انہوں نے حضرت علی کی فضیلت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ ان سے امام شعبی نے احادیث روایت کی ہیں جبکہ محمد بن سیرین نے درود کی فضیلت سے متعلق روایت نقل کی ہے۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو بردہ نیار کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ من امتی صلاۃ مخلصًا من قلبہ صلی اللہ علیہ بھا

---

[1] فضل الصلوٰۃ علی النبی 71

عشر صلوات، ورفعه بها عشر درجات، وكتب له بها عشر حسنات، ومحا عنه عشر سيئاتٍ

''میری امت کا جو شخص پورے اخلاص کے ساتھ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اس کے دس درجات بلند کرے گا، اسے دس نیکیاں عطا کرے گا اور اس کے دس گناہ معاف کرے گا۔'' [1]

اس حدیث کی سند میں علت یہ ہے کہ اسی روایت کو حضرت وکیع نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو بردہ کے بھائی، جنہیں غزوۂ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہے سے نقل کیا ہے۔

امام نسائی نے، حسین بن حریث کے حوالے سے وکیع سے یہ روایت نقل کی ہے گویا اس حدیث کی سند میں وکیع اور ابو اسامہ کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

حافظ محمد بن جمعہ کہتے ہیں میں نے ابوزرعا رازی سے ان دونوں اسناد کی سند کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا ابو اسامہ کی روایت زیادہ بہتر ہے۔

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ اسی روایت کو نقل کرتے ہیں۔

ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو نقل کیا ہے۔

درود سننے والا فرشتہ

ابو شیخ اصبہانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت عمار بن یاسر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

ان الله تبارك وتعالٰی ملكًا اعطاه اسماع الخلائق، فهو قائم علٰی قبری اذا مت، فليس احد يصلي علي صلاة الا قَالَ: يا محمد صلی عليك فلان بن فلان . قَالَ: فيصلي الرب تبارك وتعالٰی علٰی ذٰلك الرجل بكل واحد عشرًا

''اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ ساری مخلوق کی آوازیں سن سکتا ہے۔ میرے وصال کے بعد وہ میری قبر پر کھڑا ہو جائے گا پھر

---

[1] نسائی، عمل الیوم 64

جو بھی شخص مجھ پر درود بھیجے گا وہ فرشتہ مجھے بتائے گا اے محمد! فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں ہدیۂ درود پیش کیا ہے۔ (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر ایک دفعہ درود پڑھنے کے عوض میں دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔" [1]

طبرانی، "معجم کبیر" میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔

ابن حمیری کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمار ابن یاسر نے مجھ سے کہا اے ابن حمیری کیا میں تمہیں اپنے محبوب اور اللہ کے نبی کی ایک حدیث نہ سناؤں میں نے عرض کی ضرور۔ آپ نے فرمایا (ایک مرتبہ) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**یا عمار ان للہ ملکا ' اعطاہ اسماع الخلائق کلھا ' وھو قائم علٰی قبری اذا مت الی یوم القیامۃ' فلیس احد من امتی یصلی علی صلاۃ الا سماہ باسمہٖ واسم ابیہ ' قَالَ: یا محمد' صلی علیك فلان بن فلان کذا وکذا ' فیصلّی الرب علٰی ذٰلك الرجل بکل واحدۃ عشرًا**

"اے عمار! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو ساری مخلوق کی آوازیں سننے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ میرے وصال کے بعد قیامت تک وہ فرشتہ میری قبر کے پاس کھڑا رہے گا۔ میری امت کا جو بھی فرد مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا وہ فرشتہ اس شخص اور اس کے والد کے نام کے ہمراہ مجھے بتائے گا۔ اے محمد! فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت اقدس میں ان الفاظ میں ہدیۂ درود پیش کیا ہے۔ (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) پس اللہ تعالیٰ اس ایک درود کے عوض میں اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔" [2]

احمد بن داؤد، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عمار بن یاسر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، میں نے اللہ کے رسول کو یہ ارشاد فرماتے ہوا سنا ہے۔

**ان للہ ملکا اعطاہ اسماع العباد' فلیس من احد یصلی علی صلاۃ الا ابلغنیھا' وانی سالت ربی ان لا یصلی علی عبد صلاۃ الا صلی**

---

[1] مجمع الزوائد 162/120 [2] طبرانی، معجم کبیر، ہیثمی، مجمع الزوائد 162/10

الله علیه عشر امثالها

''اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام انسانوں کی آوازیں سننے کی صلاحیت عطا کی ہے پس جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا وہ فرشتہ اس درود کو مجھ تک پہنچا دے گا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔'' [1]

اسی روایت کو رویانی نے اپنی ''مسند'' میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام شافعی، اپنی مسند میں، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت امامہ بن سہل بن حنیف کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔

## نمازِ جنازہ کا طریقہ

انہیں (حضرت ابوامامہ کو) ایک صحابی نے بتایا نمازِ جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے امام تکبیر کہے اور پہلی تکبیر کے بعد پست آواز میں سورۂ فاتحہ پڑھے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور باقی تکبیرات میں صرف میت کے لئے دعا کرے اور کچھ نہ پڑھے۔ پھر پست آواز میں سلام پھیر دے۔

اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ امام زہری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہ بن سہل کو دیکھا کہ وہ حضرت سعید بن مسیّب کو یہ حدیث سنا رہے تھے۔

''نمازِ جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے سب سے پہلے سورہ فاتحہ پڑھی جائے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے پھر میت کے لئے دعا کی جائے یہاں تک کہ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو جائے ہر چیز کو صرف ایک مرتبہ پڑھے اور پھر پست آواز میں سلام پھیر دے۔''

## روایت کی تحقیق

امام نسائی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف بن واہب انصاری، آپ کا تعلق بنو عمرو بن عوف بن مالک سے ہے۔ آپ کا نام مبارک اسعد ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے نانا اسعد بن زرارہ کے نام پر ان کا نام اسعد رکھا اور ان کی کنیت کے مطابق ان کی کنیت ابوامامہ رکھی اور ان کے لئے دعائے خیر و برکت کی۔

---

[1] القول البدیع 165

ابوعمر اور دیگر مؤرخین نے انہیں صحابۂ کرام کے طبقے میں شامل کیا ہے۔ ابن عبدالبر کے بیان کے مطابق ان کا انتقال 100 ہجری میں ہوا۔ اس وقت ان کی عمر نوے برس سے کچھ زیادہ تھی۔

لیث بن سعد نے ابن شہاب زہری کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت امامہ بن سہل نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔

تاہم اس حدیث کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ اس حدیث کو حضرت ابوامامہ نے کسی اور صحابی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام شافعی نے اس روایت کو دوطرح سے نقل کیا ہے ایک روایت کے مطابق حضرت ابوامامہ براہِ راست نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسے نقل کرتے تھے اور دوسری روایت کے مطابق حضرت ابوامامہ کسی اور صحابی کے حوالے سے اسے نقل کرتے تھے تاہم یہ کوئی قابل اعتراض علت نہیں ہے کیونکہ کسی صحابی کا نام معلوم نہ ہونا قابل اعتراض نہیں ہے۔

یہاں ایک اور بحث بھی قابل غور ہے کہ اگر کوئی صحابی یہ کہے کہ ایسا کرنا سنت ہے اس کا حکم کیا ہوگا؟ بعض حضرات کے نزدیک یہ قول مرفوع حدیث یا شمار ہوگا اور بعض کے نزدیک اسے مرفوع حدیث قرار نہیں دیا جاسکتا۔ زیادہ مناسب یہی ہے کہ قول صحابی اور مرفوع حدیث کے درمیان فرق کیا جائے جیسا کہ یہی بات کہیں اور بیان کی جائے گی۔

دقیقی اپنی سند کے ہمراہ حضرت جابر بن سمرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے تو فرمایا آمین، آمین عرض کی گئی یا رسول اللہ! آج سے پہلے کبھی آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے فرمایا جبریل نے مجھ سے کہا (اس کے بعد پوری حدیث ہے جس میں یہ بات بھی شامل ہے) اے محمد! جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اور مرنے کے بعد جہنم میں پہنچ جائے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا۔ آپ آمین کہیں تو میں نے کہا آمین۔"

(اس حدیث کے ایک راوی) قیس بن ربعی سچے ہیں مگر ان کا حافظہ کمزور ہے۔ شعبہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں وہ سچے تو ہیں مگر قوی نہیں ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں عام طور پر ان کی روایات درست ہوتی ہیں۔

یہ روایت حضرت ابوہریرہ، حضرت کعب بن عجرہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت

انس، حضرت مالک بن حویرث، عبداللہ بن حارث اور حضرت جابر بن عمر سے منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن سحرہ، حضرت کعب بن عجرہ اور حضرت انس بن مالک سے منقول روایات پہلے نقل کی جا چکی ہیں۔ (بقیہ حضرات کی نقل کردہ احادیث درج ذیل ہیں)

## حضرت مالک بن حویرث کی روایت

ابو حاتم بستی اپنی صحیح میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت مالک بن حویرث کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

**صعد رسول اللہ ﷺ المنبر، فلما رقی عتبته، قَالَ: "آمین"، ثم قَالَ: "اتانی جبریل، وقال یا محمد! من ادرك رمضان فلم یغفر له فابعده اللہ! قلت: آمین! ومن ادرك والدیه او احدهما فدخل النار فابعده اللہ! فقلت: آمین! فَقَالَ: ومن ذکرت عنده فلم یصل علیك فابعده اللہ! قل: آمین۔ قلت: آمین!**

نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے جب آپ نے اس کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسرے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین پھر جب تیسرے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر آپ نے فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے محمد! جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا۔ میں نے کہا آمین۔ (انہوں نے کہا) جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور پھر بھی جہنم میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا۔ میں نے کہا آمین۔ (انہوں نے کہا) جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے آپ کہیں آمین۔ تو میں نے کہا آمین۔" [1]

جعفر فریابی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن حارث کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

**ان رسول اللہ ﷺ دخل المسجد، فصعد المنبر، فلما صعد اوّل**

---

[1] ہیثمی 166/10

**درجة' قَالَ: "آمين"، ثم صعد الثانية' فَقَالَ: "آمين"" ثم صعد الثالثة فَقَالَ: "آمين" ۔ فلما نزل' قيل له: رايناك صنعت شيئًا ما كنت تصنعه؟ فَقَالَ: ان جبريل تبدى لى فى اوّل درجة ' فَقَالَ: يا محمد! من ادرك احد والديه فلم يدخلاه الجنة فابعده الله! ثم ابعده! قَالَ: فقلت: آمين! ثم قال فى الثانية: من ادرك شهر رمضان' فلم يغفر له ابعده الله! ثم ابعده الله! فقلت: آمين! وقال فى الثالثة' من ذكرت عندهٗ فلم يصل عليك فابعده الله! ثم ابعده الله! فقلت: آمين!**

نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھے جب آپ پہلے زینے پر چڑھے تو کہا آمین پھر جب دوسرے پر چڑھے تو کہا آمین پھر جب تیسرے پر چڑھے تو کہا آمین۔ جب آپ نیچے اترے تو عرض کی گئی آج ہم نے آپ کو ایسا عمل کرتے ہوئے دیکھا جو آپ نے پہلے کبھی نہیں کیا تو آپ نے فرمایا پہلے درجے پر قدم رکھتے وقت جبریل میرے پاس آئے اور بولے اے محمد! جو شخص اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پائے اور وہ اسے جنت میں نہ لے جا سکیں تو اللہ تعالیٰ نے اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا تو میں نے کہا آمین۔ پھر دوسرے زینے پر انہوں نے دعا کی جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے پھر اور دور کر دے تو میں نے کہا آمین اور تیسرے زینے میں انہوں نے دعا کی جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت سے) دور کر دے پھر اور دور کر دے تو میں نے کہا آمین۔" [1]

## حضرت ابن عباس کی روایت

طبرانی اپنی "معجم کبیر" میں اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

---

[1] بزار 3167

بینما النبی ﷺ علی المنبر، اذ قَالَ: "آمین!" ثلاث مرات، فسئل عن ذٰلك، فَقَالَ: "اتانی جبریلُ، فَقَالَ: من ذکرت عنده، فلم یصل علیك فابعده الله! قل: آمین، فقلت: آمین! قَالَ: ومن أدرك والدیه او احدهما فمات، ولم یغفر له فابعده الله! قل: آمین، فقلت، آمین! ومن ادرك رمضان، فلم یغفر لهٗ فابعده الله! قل: آمین۔ فقلت: آمین!

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے اور آپ نے تین مرتبہ آمین کہا۔ جب دریافت کیا گیا تو فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور یہ دعا کی جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے آپ آمین کہیں تو میں نے کہا آمین۔ انہوں نے دعا کی جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور اس حال میں مرے کہ اس کی بخشش نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت سے) دور کر دے۔ آپ آمین کہیں میں نے کہا آمین۔ (انہوں نے دعا کی) جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت سے) دور کر دے۔ آپ آمین کہیں تو میں نے کہا آمین۔" [1]

## درود شریف لکھنے کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے اس بارے میں ایک اور روایت، ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فی کتاب لم تزل الصلوٰة جاریةً له مادامَ اسمی فی ذٰلكَ الکتاب

"جو شخص کسی تحریر کے دوران درود شریف لکھ لیتا ہے اسے اس وقت تک اس کا ثواب ملتا رہے گا جب تک میرا نام (اور وہ درود شریف) اس کتاب میں موجود رہے گا۔" [2]

(اس روایت کے دو راوی) کادح اور نھشل ثقہ نہیں ہیں۔ ان دونوں پر دروغ گوئی کا

[1] طبرانی، معجم کبیر 1111/5 [2] زبیدی، اتحاف السادة المتقین 50/5

الزام ہے اور اس بارے میں صرف یہی حدیث منقول ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت ابن جارود نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

یہی روایت امام جعفر صادق سے بطور موقوف منقول ہے اور یہی درست ہے کہ امام جعفر صادق نے یہ فرمایا ہے۔

**مَنْ صلی علی رسولِ اللّٰہِ ﷺ فی کتاب صلت علیه الملائکةُ غدوةً و رواحًا ' مادام اسمُ رسولِ اللّٰہِ ﷺ فی الکتاب**

جو شخص کسی تحریر میں درود شریف لکھتا ہے جب تک اللہ کے رسول کا نام مبارک اس تحریر میں موجود رہتا ہے فرشتے صبح وشام اس شخص کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔'' [1]

احمد بن عطاء رود باری کہتے ہیں میں نے شیخ ابوصالح عبداللہ بن صالح کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ علم حدیث کے ایک ماہر کو کسی نے خواب میں دیکھا تو ان سے دریافت کیا آپ کے پروردگار نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اس نے مجھے بخش دیا پوچھا گیا کس وجہ سے؟ انہوں نے جواب دیا میں اپنی تحریرات میں جو درود شریف لکھتا تھا اس کی وجہ سے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے طبرانی نے اپنی معجم میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**من نسی الصلاۃ علی خطیٔ طریق الجنة**

**''جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے وہ جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔''** [2]

اسی روایت کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں جُبارہ بن مغلّس کے حوالے سے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے تاہم جبارہ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ صحیح اور موضوع روایت کے درمیان تمیز نہیں کرسکتے۔

---

[1] طبرانی، معجم اوسط 1856 [2] ابن ماجہ، 908

مذکورہ بالا روایت حضرت ابو ہریرہ، امام حسین، محمد بن حنفیہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

حضرت امام حسین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایات پہلے نقل کی جا چکی ہیں۔ (بقیہ دو حضرات کی روایات درج ذیل ہیں)

## امام باقر کی روایت

ابن ابی عاصم اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں اپنی سند کے ہمراہ، جعفر بن محمد کے واسطے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

من ذکرت عندہٗ ' فنسی الصلاۃ علی خطیء طریق الجنۃ

''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود بھیجنا بھول جائے وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [1]

عبدالخالق اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من نسی الصلاۃ علی خطیءَ طریقَ الجنۃ

''جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [2]

اسماعیل بن اسحاق اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں، اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوذر غفاری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اِن اَبخل الناس من ذکرت عندہ فلم یصل علی

''سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

ابن ابی عاصم، اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں، اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوذر غفاری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

خرجت ذات یوم ' فاتیت رسولَ اللہ ﷺ قَالَ: الا اخبر کم بابخل الناس ؟ قالوا: بلی یا رسولَ اللہ ! قَالَ: من ذکرت عندہ فلم یصل

---

[1] طبرانی، معجم کبیر 2887 [2] بیہقی، سنن کبریٰ 286/9

علی ' فذلك ابخل الناس

''ایک دن میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو سب سے زیادہ بخیل ہے۔ میں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ سب سے زیادہ بخیل ہے۔'' [1]

یہ روایت ایک صحابی (حضرت ابوامامہ) نے دوسرے صحابی (حضرت ابوذر غفاری) سے نقل کی ہے۔

یہی مضمون حضرت علی اور ان کے صاحبزادے حضرت امام حسین کے حوالے سے بھی منقول ہے جسے پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

ابن منیع اپنی مسند میں، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت واثلہ بن اسقع کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

ایما قومٍ جلسوا فی مجلسٍ ' ثم تفرقوا قبل ان یذکروا اللہ ' ویصلوا علی النبی ﷺ کان ذلك المجلس علیهم ترة یوم القیامة

''جو لوگ کسی محفل میں اکٹھے ہوں اور پھر وہاں اللہ کا ذکر کریں اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو یہ محفل قیامت کے دن ان کے لئے حسرت کا باعث ہو گی۔'' [2]

یہی حدیث حضرت ابوسعید خزری اور حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے بھی منقول ہے۔

## حضرت ابوبکر صدیق کی زروایت

ابن شاہین، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوبکر صدیق کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نے اللہ کے رسول کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ کنت شفیعه یوم القیامة

''جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔'' [3]

ابن ابی داؤد، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوبکر صدیق کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

---

[1] فضل الصلوٰۃ علی النبی 45 [2] المطالب العالیہ 3426 [3] القول البدیع 180

**ان اللہ عزوجل قد وھب لکم ذنوبکم عند الاستغفار' فمن استغفر بنیة صادقة' غفرلہ ' ومن قال لا الہ الا اللہ ' رجع میزانہٗ' ومَنْ صَلّٰی عَلَیَّ کنت شفیعہ یوم القیامة**

''استغفار کے وقت اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ تمہارے سپرد کر دیتا ہے اور جو شخص سچی نیت کے ساتھ بخشش طلب کرے گا اسے بخش دیا جائے گا اور جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے گا اس کا (نیکیوں کا) پلڑہ جھک جائے گا اور جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔'' [1]

ابراہیم بن رشید، اپنی سند کے ہمراہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

**ما من عبدٍ صلی علی صلاة الا عرج بھا ملك حتی یجیٔ بھا وجہ الرحمن عزوجل ' فیقول ربنا تبارك و تعالیٰ اذھبوا بھا الی قبر عبدی تستغفر لصاحبھا وتقر بھا عینہ**

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے ایک فرشتہ اس درود کے ہمراہ اوپر جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس درود کو میرے خاص بندے (حضرت محمد) کی قبر میں لے جاؤ تاکہ ہم اس کے پڑھنے والے کے لئے بخشش کی دعا کریں اور اس کے ذریعے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔'' [2]

حافظ ابونعیم، اپنی سند کے ہمراہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صلاة صلت علیہ الملائکة ما صلی علی ' فلیکثر عبد او یقل**

''جو شخص جب تک مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے فرشتے اس وقت تک اس کے لئے دعائے صحت کرتے رہتے ہیں۔ اب یہ انسان کی مرضی ہے کہ وہ کثرت سے درود بھیجے یا کم تعداد میں۔'' [3]

---

[1] القول البدیع 180 [2] القول البدیع 174 [3] القول البدیع 168

## حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت

امام ابوداؤد، اپنی ''سنن'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اذا سمعتم المؤذن' فقولوا مثل ما يقول ' ثم صلوا علی ' فانه مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صلاة صلی الله عليه عشرًا' ثم سلوا الله لی الوسيلة' فانها منزلةٌ فی الجنة لا تنبغی الا لعبدٍ من عبادِ الله ' وارجوا ان اكون انا هو '.فمن سال الله لی الوسيلة' حلت عليه الشفاعة

''جب تم مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلہ'' کا سوال کرو۔ یہ جنت میں ایسا مقام ہے جو اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف کسی ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلے'' کا سوال کرے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال (لازم) ہوجائے گی۔'' [1]

اس روایت کو امام مسلم نے محمد بن سلمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے عبداللہ بن احمد نے، اپنی سند کے ہمراہ، نقل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم صلاةً صَلّٰی اللهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتِهٖ سَبْعِيْنَ صَلَاةً ' فَلْيَقُلْ مِنْ ذٰلِكَ اَوْ لِيُكْثِرِ

''جو شخص اللہ کے رسول پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے اس شخص پر ستر مرتبہ رحمت نازل کریں گے اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ کم تعداد میں درود پڑھے یا کثرت سے پڑھے۔'' [2]

اس روایت کو امام احمد نے بطور موقوف نقل کیا ہے۔

---

[1] ابوداؤد' 523' ترمذی' 3614' نسائی' 25/2 [2] احمد 172/2

## حاجت روائی کا وظیفہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ایک اور موقوف روایت بھی منقول ہے جسے حافظ ابوموسیٰ مدینی نے، اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہئے کہ بدھ، جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھے۔ جمعہ کے دن پاک صاف ہو کر مسجد کی طرف جائے راستے میں کم یا زیادہ جتنا ہو سکے صدقہ کر لے۔ نماز جمعہ کے بعد یہ دعا پڑھے:

**اَللّٰھُمَّ انی اسألك باسمك ' بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ' الذی لا الٰه الا ھو الحی القیوم لا تخذہٗ سنة ولا نوم ' الذی ملأت عظمته السمواتِ والارضَ ' الذی عنت له الوجوهُ ' وخشعت له الأصوات ' ووجلت القلوب من خشیته ' ان تصلی علٰی محمد ﷺ ' وان تعطینی حاجتی ' وھی کذا وکذا**

''اے اللہ! میں تیرے اسم مبارک کی برکت سے تجھ سے سوال کرتا ہوں (اور اس کا آغاز) اللہ کے نام سے کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ ''حی'' اور ''قیوم'' ہے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے۔ اس کی عظمت نے زمین و آسمان کو بھر دیا ہے۔ سر اس کی بارگاہ میں جھکے رہتے ہیں آوازیں (اس کی ہیبت کے باعث لرزاں رہتی ہیں) اور دل اس کی خشیت کے باعث خوفزدہ رہتے ہیں۔ (اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں) تو حضرت محمد پر درود نازل فرما اور میری فلاں حاجت پوری فرما۔'' [1]

(حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) قوی امید ہے کہ یہ دعا ان شاء اللہ قبول ہو گی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ بے وقوفوں کو یہ دعا نہ سکھانا کیونکہ وہ اس کے ذریعے گناہ یا قطع رحمی کرنا چاہیں گے۔

## صبح و شام درود پڑھنے کا ثواب

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابودرداء کے حوالے سے نبی اکرم

---

[1] القول البدیع 331

ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ حین یصبح عشرًا وحین یمسی عشرا ادرکتہٗ شفاعتی**

''جو شخص مجھ پر صبح دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔'' [1]

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابودرداء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی نقل کرتے ہیں۔

**اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود تشہدہ الملائکۃ ' لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قُلنَا: وبعد وفاتک ؟ قَالَ: ''وبعد وفاتی' ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء''**

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ اس دن فرشتے آئے ہوئے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ ہم نے عرض کی آپ کی وفات کے بعد بھی (پہنچے گی؟) آپ نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے یہ حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو خراب کرے۔'' [2]

عبدالباقی، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت سعید بن عمیر کے حوالے سے ان کے والد حضرت عمیر، جو بدری صحابی ہیں کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صادقاً من نفسہ صلی اللہ علیہ عشر صلواۃ ' ورفعہ عشر درجات ' وَکتب لہٗ بھا عشر حسنات**

''جو شخص سچے دل کے ساتھ مجھ پر درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا اس کے دس درجات بلند کرے گا اور اسے دس نیکیاں عطا کرے گا۔'' [3]

---

[1] ہیثمی، مجمع الزوائد 120/10 [2] ابن ماجہ 1638 [3] سخاوی، القول البدیع 167

دوسرا باب

# مرسل اور موقوف روایات

ان میں ایک روایت وہ جسے قاضی اسماعیل نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔
یزید رقاشی کہتے ہیں۔

**اِنَّ ملکا موکل یوم الجمعة' من صلی علی النبی ﷺ یبلغ النبی ﷺ یقول: ان فلانا من امتك یصلی علیك**

''بے شک جمعے کے دن ایک فرشتے کی یہ ذمہ داری ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے وہ اس درود کو یہ کہتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں پیش کرے کہ آپ کے فلاں امتی نے آپ پر یہ درود بھیجا ہے۔'' [1]

یہ روایت موقوف ہے۔

حضرت حسن کی روایت

قاضی اسماعیل اپنی سند کے ہمراہ، حضرت حسن کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**اکثرو الصلوٰة علی یوم الجمعة**

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔'' [2]

ابراہیم بن حجاج، اپنی سند کے ہمراہ، ایوب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے۔

**ان ملکا موکلٌ بکل من صلی علی النبی ﷺ حتی یبلغه النبی ﷺ**

---

[1] فضل الصلوٰة علی النبی' 27 [2] سخاوی' القول البدیع' 234

"ایک فرشتے کی یہ ذمہ داری ہے کہ جو بھی شخص نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے وہ اسے نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دے۔" [۱]

## حسنین کریمین کا واقعہ

ابراہیم بن حمزہ، سہیل کا بیان نقل کرتے ہیں۔

میں روضۂ مبارک پر سلام کے لئے حاضر ہوا تو حضرت امام حسن اور امام حسین (حجرۂ مبارک کے پاس) ایک گھر میں کھانا کھانے کے لئے بیٹھ چکے تھے۔ انہوں نے مجھے بلایا میں ان کے پاس گیا تو وہ بولے آؤ اور کھانا کھالو۔ میں نے عرض کی مجھے اس کی طلب نہیں ہے۔ انہوں نے پوچھا تم کھڑے کیوں ہو؟ میں نے جواب دیا۔ بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کرنے کے لئے انہوں نے فرمایا تم مسجد میں جا کر بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کرنا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**صلوا فی بیوتکم، ولا تجعلوا بیوتکم مقابر، لعن اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد، وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم**

"اپنے گھروں میں نماز ادا کرو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا اور تم مجھ پر درود بھیجو تم جہاں بھی ہو گے تمہارا وہ درود مجھ تک پہنچے گا۔" [۲]

سلیمان بن حرب، حضرت حسن کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**بحسب امرئٍ من البل ان اذکر عندہٗ، فلا یصلی علی**

"آدمی کے بخیل ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔" [۳]

ایک اور روایت کے مطابق حضرت حسن بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

۱۔ اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی، 24 ۲۔ اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی، 24

۳۔ اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی 38

كفى به شحا ان يذكرني قوم فلا يصلون علي ﷺ

''کسی کے بخیل ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' [۱]

ایک اور روایت کے مطابق حضرت حسن مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔

اكثروا من الصلاة علي يوم الجمعة

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔'' [۲]

## امام باقر کی روایت

امام باقر مرفوعاً روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

من نسى الصلاة علي ' خطيء طريق الجنة

''جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول جائے وہ جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔'' [۳]

ایک اور روایت کے مطابق امام باقر نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من نسى الصلاة علي خطيء طريق الجنة

''جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [۴]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں میں نے امام باقر کو نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

من ذكرت عنده فلم يصل علي خطيء طريق الجنة

''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [۵]

سفیان کہتے ہیں وہ ایک صاحب بسیام صیرفی ہیں۔

ایک اور روایت کے مطابق امام محمد باقر مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

من نسى الصلاة علي خطيء طريق الجنة

---

۱ اسماعیل، فضل الصلوۃ علی النبی ‘39 ۲ اسماعیل، فضل الصلوۃ علی النبی ‘41

۳ اسماعیل، فضل الصلوۃ علی النبی ‘42 ۴ اسماعیل، فضل الصلوۃ علی النبی ‘43

''جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [۱]

امام جعفر صادق، اپنے والد (امام باقر) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**من ذکرت عندہ فلم یصل علی، فقد خطئ طریق الجنۃ**

''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [۲]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**من صلی علی، او سأل اللہ لی الوسیلۃ حلت علیہ شفاعتی یوم القیامۃ**

''جو شخص مجھ پر درود بھیجے یا اللہ تعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلہ'' کا سوال کرے قیامت کے دن اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو جائیگی۔'' [۳]

حضرت یزید بن عبداللہ فرماتے ہیں۔

''وہ لوگ (یعنی صحابۂ کرام) ان الفاظ میں درود پڑھنا پسند کرتے تھے۔''

**اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النبی الامی**

''اے اللہ! تو اُمی نبی حضرت محمد پر رحمت نازل فرما۔'' [۴]

## حضرت عبداللہ بن مسعود کا فرمان

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

جب تم نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو تو اچھے الفاظ میں بھیجو کیونکہ تم یہ نہیں جانتے شاید وہ درود بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا جائے۔ (ان کے شاگرد کہتے ہیں) پھر آپ نے ہمیں درود شریف کے طریقے سکھاتے ہوئے کہا ان الفاظ میں درود شریف پڑھو۔

**اَللّٰھُمَّ اجعل صلواتک، ورحمتک، وبرکاتک علی سیّد المرسلین، وامام المتقین، وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک، امام الخیر وقائد الخیر، ورسول الرحمۃ! اَللّٰھُمَّ ابعثہ مقاما محمودًا یغبطہ بہ**

---

[۱] اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی، 44 [۲] بیہقی، شعب الایمان 1573

[۳] ، فضل الصلوٰۃ علی النبی، 50 [۴] ، فضل الصلوٰۃ علی النبی، 60

الاوّلون والاٰخرون ! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ!

''اے اللہ! تو اپنا درود، رحمت اور برکتیں (اس ہستی پر) نازل فرما جو تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ پرہیزگاروں کے پیشوا ہیں۔ سب سے آخری نبی ہیں (جن کا نام نامی) حضرت محمد ہے۔ وہ تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ بھلائی کے پیشوا اور قائد ہیں، رحمت کے پیغامبر ہیں۔ اے اللہ! انہیں اس ''مقام محمود'' پر فائز فرما جس پر سب اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے۔ اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

یونس کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، یا شاید ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کن الفاظ میں بھیجنا چاہئے تو انہوں نے جواب دیا۔ (ان الفاظ میں)

اَللّٰھُمَّ اجعل صلواتك وبركاتك، ورحمتك علی سيد المرسلين، وامام المتقين، وخاتم النبيين محمدعبدك ورسولك امام الخير، وقائد الخير، ورسول الرحمة، اَللّٰھُمَّ ابعثه يوم القيامة مقاماً محموداً يغبطه الاوّلون والآخرون، وصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ!

''اے اللہ! تو اپنا درود، برکتیں اور رحمت، تمام مرسلین کے سردار، پرہیزگاروں کے پیشوا، سب سے آخری نبی حضرت محمد پر نازل کر جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ بھلائی کے پیشوا اور قائد ہیں۔ رحمت کے پیغامبر ہیں۔ اے اللہ!

[1] ابن ماجہ 906

انہیں قیامت کے دن اس ''مقام محمود'' پر فائز کر جس پر سب اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔'' [۱]

حضرت ابراہیم (نخعی) روایت کرتے ہیں۔

صحابۂ کرام نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔

''یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں۔ آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا! تم یوں پڑھو:

**اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عبدك ورسولك واهل بيته، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ!**

''اے اللہ! تو اپنے خاص بندے اور رسول حضرت محمد اور ان کے اہل بیت پر درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [۲]

حضرت حسن فرماتے ہیں جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

**اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا** (الاحزاب: ۵۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔''

صحابۂ کرام نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں درود کے الفاظ کے بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیں گے۔ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

**اَللّٰھُمَّ اجعل صلواتك وبركاتك على اٰلِ مُحَمَّدٍ كما جعلتها على اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ!**

''اے اللہ! تو اپنا درود اور برکتیں حضرت محمد کی آل پر نازل کر جیسے تو نے انہیں حضرت ابراہیم کی آل پر نازل کیا۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [۳]

---

[۱] سخاوی، القول البدیع 64 [۲] فضل الصلوٰۃ علی النبی، 64

[۳] فضل الصلوٰۃ علی النبی، 65

## حضرت سعید بن مسیّب کا فرمان

حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں:

**ما من دعوة لا یصلّٰی علی النبی ﷺ قبلها الا کانت معلقة بین السماء والارض**

''جس دعا سے پہلے نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے وہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے۔'' [1]

ترمذی شریف میں ہے، حضرت سعید بن مسیّب، حضرت عمر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

**ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد من شیء حتی تصلی علی النبی ﷺ**

''بے شک دعا آسمان اور زمین کے درمیان رک جاتی ہے اور اس وقت تک اوپر نہیں جاتی جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔'' [2]

یہ روایت مرفوعاً بھی منقول ہے تاہم موقوفاً زیادہ مناسب ہے۔

عبدالکریم اپنی سند کے ہمراہ حضرت علی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

**ما من دعاء الا بینه وبین السماء حجاب حتیٰ یصلی علیٰ محمد ﷺ، فاذا صلی علی النبی ﷺ انحرق الحجاب، واستجیب الدعاء، واذا لم یصل علی النبی ﷺ لم یستجب الدعاء**

''ہر دعا اور آسمان کے درمیان اس وقت تک حجاب رہتا ہے جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔ جب آپ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب ختم ہو جاتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے لیکن اگر نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔'' [3]

صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے تاہم سلام الخزاز نے اسے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے۔

قاضی اسماعیل، اپنی سند کے ہمراہ، عبداللہ بن حارث کا بیان نقل کرتے ہیں کہ حضرت

---

۱۔ فضل الصلوٰۃ علی النبی، 74 ۲۔ ترمذی، 486

۳۔ زبیدی، اتحاف (42/5) سخاوی، ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی حبیب الشفیع''، (321)

ابوحلیمہ (یعنی حضرت معاذ) ''قنوت'' میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا کرتے تھے۔

معاذ بن اسد، اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔

## حضرت کعب کا بیان

حضرت کعب، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ ہوا تو کعب کہنے لگے۔

ما من فجر يطلع الا نزل سبعون الفا من الملائكة حتى يحفوا بالقبر' يضربون باجنحتهم القبر' ويصلون على النبى ﷺ' حتى اذا امسوا عرجوا' وهبط سبعون الفاً حتى يحفوا بالقبر يضربون باجنحتهم' فيصلون على النبى ﷺ سبعون الفا بالليل وسبعون الفا بالنهار' حتى اذا انشقت عنه الارض خرج فى سبعين الفاً من الملائكة يزفونه

روزانہ صبح فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو گھیر کر اپنے پروں کے ذریعے قبر انور کو چھوتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود پیش کرتے رہتے ہیں۔ شام تک ایسا کرتے ہیں اور شام کو (آسمان) پر چڑھ جاتے ہیں اور مزید ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں جو قبر انور کو گھیر کر اپنے پروں کو قبر مبارک سے مس کرتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیۂ درود پیش کرتے ہیں۔ گویا ستر ہزار فرشتے رات میں اور ستر ہزار فرشتے دن میں (ہدیۂ درود پیش کرتے ہیں) یہاں تک کہ (قیامت کے دن) آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔'' [1]

حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں عید سے ایک دن پہلے ولید بن عتبہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی عید کا دن آ پہنچا ہے۔ اس میں تکبیر کیسے پڑھنی چاہیے؟ تو حضرت عبداللہ نے فرمایا!

---

[1] دارمی' ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن ''السنن'' (94) اسمٰعیل قاضی' فضل الصلوٰۃ علی النبی (103) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (48)

سب سے پہلے تم تکبیر تحریمہ پڑھو۔ پھر اپنے پروردگار کی تعریف کرو پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو پھر دعا کرو پھر تکبیر کہو۔ پھر اسی طرح کرو پھر تیسری تکبیر کہو اور اسی طرح حمد اور درود پڑھو پھر قرأت شروع کرو پھر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائے۔ دوسری رکعت میں پہلے قرأت کرو پھر حمد پڑھو پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھو پھر دعا کرو پھر تکبیر کہو۔ اسی طرح تینوں تکبیروں میں پڑھو اور پھر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاؤ۔

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ نے کہا حضرت ابوعبدالرحمٰن (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود) نے سچ کہا ہے۔ [1]

عبداللہ بن ابوبکر کہتے ہیں ہم حضرت عبداللہ بن ابوعتبہ کے ہمراہ خیف کے مقام پر تھے۔ آپ نے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا پھر کچھ دعائیں پڑھیں پھر کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ [2]

حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں۔

''تلبیہ سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا مستحب ہے۔'' [3]

## امام زین العابدین کی روایت

امام زین العابدین' حضرت علی کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**اذا مررتم بالمساجد' فصلوا علی النبی ﷺ**

''جب تم مساجد کے پاس سے گزرو تو نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔'' [4]

سعید بن ذی حزان کہتے ہیں میں نے حضرت علقمہ سے دریافت کیا مسجد میں داخل ہوتے ہوئے میں کیا پڑھا کروں تو انہوں نے فرمایا یہ پڑھو۔

**صلی اللہ وملائکتہ علی محمد' السلام علیك ایها النبی ' ورحمة اللہ وبرکاته**

---

[1] اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (88)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (292) [2] اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (90)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (303) [3] اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (79)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (299) [4] اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (80)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (266)

”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضرت محمد پر درود بھیجیں۔اے نبی! آپ پر سلام نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔“ [۱]

وھب بن اجدع کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

**اذا قدمتم، فطوفوا بالبیت سبعًا، وصلوا عن المقام رکعتین، ثم ائتوا الصفا، فقوموا علیه من حیث ترون البیت فکبروا سبع تکبیرات، بین کل تکبیرتین حمدٌ لله، وثناءٌ علیه، وصلاةٌ علی النبی ﷺ، ومسألةٌ لنفسك، وعلی المروۃ مثل ذلك**

جب تم مکہ آؤ تو پہلے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرو پھر مقام ابراہیم کے پاس دو نوافل ادا کرو پھر صفا آؤ اور وہاں ایسے مقام پر کھڑے ہو جہاں سے بیت اللہ نظر آئے وہاں سات مرتبہ تکبیر پڑھو اور ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرو۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو اور اپنے لئے دعا کرو۔ مروہ میں بھی ایسا ہی کرو۔“ [۲]

حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

**من صلی علی النبی ﷺ، کتب الله له عشر حسنات، محا عنه عشر سیئات ورفع له عشر درجات**

”جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے دس نیکیاں عطا کرتا ہے۔اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔“ [۳]

حضرت یعقوب بن زید تیمی روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**اتانی اٰت من ربی، فقال: ما من عبد یصلی علیك صلاۃ الا صلی الله علیه بها عشرًا فقام علیه رجل فقال: یا رسول الله! اجعلُ نصف دعای لك؟ قال: اِن شئت! قال: اجعل ثلثی دعای لك؟ قال: ”ان**

---

[۱] اسمٰعیل، فضل الصلوۃ علی النبی (85)، سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ”القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع“ (299) [۲] اسمٰعیل، فضل الصلوۃ علی النبی (81)، سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ”القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع“ (298) [۳] اسمٰعیل، فضل الصلوۃ علی النبی (12)، سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ”القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع“ (161)

**شئت" قال: اجعل دعای کله لك؟ قال "اذن یکفیك الله هم الدنیا وهم الاخرة .**

"میرے پروردگار کا فرستادہ میرے پاس آیا اور بولا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔"

ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! میں اپنی دعا (نفلی وظائف) کا نصف آپ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو (تو اس میں اضافہ کر سکتے ہو) اس نے عرض کی میں اپنی دعا کا دو تہائی حصہ آپ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو (تو اس میں اضافہ کر سکتے ہو) اس نے عرض کی میں اپنی پوری دعا آپ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری تمام دنیاوی اور اخروی ضروریات پوری کرے گا"۔ [1]

مکہ مکرمہ میں ایک شیخ جن کا نام منیع تھا نے دریافت کیا اس کی سند کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم۔

یزید رقاشی کہتے ہیں:

**ان ملکا موکل یوم الجمعة بین صلی علی النبی ﷺ یبلغ النبی ﷺ، یقول: ان فلانا من امتك یصلی علیك**

بے شک ایک خاص فرشتے کی یہ ذمہ داری ہے کہ جمعے کے دن جو شخص بھی نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے وہ اس درود کو بارگاہ رسالت میں یہ کہتے ہوئے پیش کرے آپ کی امت کے فلاں شخص نے آپ کی خدمت میں یہ درود پیش کیا ہے۔" [2]

## حضرت ابن عباس کی دُعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن یہ دعا کر رہے تھے۔

**اَللّٰھُمَّ تقبل شفاعة محمد الکبریٰ، وارفع درجته العلیا، واعطه**

---

[1] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (13)، سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن، "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع"، "القول البدیع (177)

[2] قاضی، اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی 27

سؤله فی الاٰخرة والاولی ' کما اٰتیت ابراهیم و موسٰی علیهما الصلاة والسلام

''اے اللہ! تو حضرت محمد کی شفاعت کبریٰ قبول فرما اور ان کے لئے بلند مرتبے میں اور اضافہ فرما، دنیا اور آخرت میں ان کی تمام مرادوں کو پورا فرما۔ جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کو (عظمت شان) عطا کی ہے۔'' [1]

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں:

ما من قوم یقعدون' ثم یقومون ولا یصلون علی النبی ﷺ الا کان علیهم یوم القیامة حسرةً ' وان دخلوا الجنة یرون الثواب

''جو لوگ کسی محفل میں بیٹھیں اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو یہ نشست قیامت کے دن ان کے لئے حسرت کا باعث ہوگی۔ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اس کا ثواب دیکھیں گے۔'' [2]

یہ حوضی کے الفاظ ہیں۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق صنعانی (3104) فضل الصلوٰۃ علی النبی (52) سخاوی' القول البدیع (71-70)

[2] نسائی' احمد بن شعیب' عمل الیوم واللیلہ (410) بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین' ''شعب الایمان'' شعب الایمان (1571)

## تیسرا باب

# درود شریف کے الفاظ اور مسائل کی تحقیق

اس باب میں نبی اکرم ﷺ پر بھیجے جانے والے درود کو حضرت ابراہیم اور ان کی آل جس میں دیگر انبیاء بھی شامل ہیں، نیز درود شریف اللہ تعالیٰ کے دو خاص اسماء پر ختم ہوتا ہے اور وہ دو اسماء حمید و مجید ہیں۔ اس کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ آپ پر نازل ہونے والے سلام، رحمت اور برکت کی وضاحت کی گئی ہے۔ لفظ اللھم کی تحقیق شامل ہے نبی اکرم ﷺ کے اسم مبارک ''محمد'' کے مطالب و معانی کی وضاحت کی گئی ہے۔

یہ باب دس فصول پر مشتمل ہے۔

### پہلی فصل: ''اللھم'' کی تحقیق

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللھم کا مطلب ''یا اللہ'' ہے۔ اسی لئے یہ صرف دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے لہٰذا اللھم غفور الرحیم نہیں کہا جا سکتا بلکہ اللھم اغفرلی وارحمنی کہا جائے گا۔

اس لفظ کے آخر میں آنے والی ''م'' کے بارے میں علم نحو کے ماہرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

سیبویہ کہتے ہیں یہ صرف ندا کے عوض میں زائد کی گئی ہے۔ اسی لئے کلام کے دوران ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر نہیں کیا جا سکتا یعنی ''یا اللھمہ'' نہیں کہا جا سکتا۔

کبھی کبھار یہ ترکیب استعمال ہو جاتی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

انی اذا ما حدث الما
اقول یا اَللّٰھُمَّ یا اَللّٰھُمَّا

''جب مجھے کوئی تکلیف لاحق ہوتی ہے تو میں یا اللّٰھم یا اللّٰھم پکارنا شروع کر دیتا ہوں۔'' [1]

اس تبدیل کو عرض کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا مخدوف سے کوئی تعلق نہیں ہے اگر یہ اپنے مخصوص نام میں تبدیل ہو تو اسے بدل لیا جائے گا جیسے ''قام'' اور ''باع'' کے درمیان میں آنے والا ''الف''، ''و'' اور ''ی'' کا بدل ہے۔

علم نحو کے ماہرین کے نزدیک لفظ اللھم کو اسم موصوف کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا یعنی اللھم الرحیم ارحمنی نہیں کہا جا سکتا۔

اسی طرح اسے مبدل منہ کے طور پر بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

''ہ'' پر آنے والی ''پیش'' مفرد اسم منادی کی ''پیش'' ہے اور ''م'' چونکہ ساکن تھا اور اس سے پہلے والا حرف بھی ساکن تھا اس لئے اس پر ''زبر'' دے دی گئی ہے۔ یہ صرف اسی اسم کی خصوصیت ہے جبکہ ''ف'' (حرفِ جار) صرف قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ''لام تعریف'' کے ہمراہ حرف ندا کا اس پر داخل ہونا اور ندا میں ہمزۂ وصلی کا منقطع ہونا اور اس کے ''لام'' کا پہلے نے کسی حرف اطباق کے بغیر واجب طور پر مضخم ہونا اس لفظ کی خصوصیت ہے۔

خلیل اور سیبویہ کے مذہب کا یہ خلاصہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ''م'' ایک محذوف جملے کے عوض میں لائی گئی ہے۔ اصل میں جملہ یہ ہے۔ یا اللہ امنا بخیر (اے اللہ! ہمارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرما)

پھر جار مجرور اور مفصول کو محذوف کر دیا گیا۔ باقی جملہ یہ بچا

یا اللہ اَم اور ہمزہ کو درمیان میں بکثرت آنے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا تو یا اللھم رہ گیا۔ یہ فراء کا قول ہے۔

اس قول کے قائلین کے نزدیک اس لفظ کے آغاز میں ''یا'' آ سکتا ہے یہ حضرات دلیل کے طور پر یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

وما عليك ان تقولي كلما　　صليت او سبحت يا اللهم ما

---

[1] سکری (1346/3) خزانہ الادب البغدادی (295/2) سر الصناعۃ (430/2، 419/1) لسان العرب) تہذیب اللغۃ (426/6) مخصص (137/1)

اردد علینا شیخنا مسلما

''تم نے جب بھی درود یا تسبیح پڑھنی ہے تو یہی دعا کرنی ہے۔ اے اللہ!
میرے شوہر کو صحیح سلامت واپس لے آ۔'' [1]

پہلے بھی ایک شعر نقل کیا گیا جس میں اللھم کے ساتھ ''یا'' موجود تھا۔

## بصری ماہرین کے دلائل

بصرہ کے علم نحو کے ماہرین نے درج ذیل دلائل کے ہمراہ اس کی تردید کی ہے۔

(i) ان تمام مفروضات کی کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ قیاس کے مطابق بھی نہیں ہے۔ اس لئے کسی دلیل کے بغیر انہیں اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

(ii) اصول یہی ہے کہ کسی حرف کو حذف نہ کیا جائے۔ لہٰذا اتنے زیادہ حروف کو فرض کرنا اصول کے خلاف ہے۔

(iii) اگر کوئی دعا مانگنے والا اس لفظ کے ذریعے اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے کوئی بد دعا مانگے گا تو یہ مفروضہ مخدوف جملہ درست نہیں رہے گا۔

(iv) فصیح عربوں کا محاورہ یہی ہے کہ وہ اللھم اور ''یا'' کو ایک ساتھ استعمال نہیں کرتے۔ اگر اصول وہی ہوتا جو فراء نے ذکر کیا ہے تو ان دونوں کو اکٹھے ذکر کرنا ممنوع نہ ہوتا بلکہ یہ بات عربوں کے عام محاورے میں شامل ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(v) یہ کہنا غلط نہیں ہے اللھم امنا بخیر۔ اگر مفروضہ جملہ آپ کے بیان کے مطابق ہوتا تو ان دونوں کو جمع کرنا جائز نہ ہوتا کیونکہ عوض اور معوض کو اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔

(vi) کوئی بھی مانگنے والا اس بات کا تصور بھی نہیں کرتا۔ اس کا دھیان اس لفظ کے بعد صرف اپنی دعا کی طرف ہوتا ہے۔

(vii) اگر مفروضہ مخدوف جملہ آپ کے بیان کے مطابق ہوتا تو لفظ اللھم ایک مکمل جملہ ہوتا جس پر خاموشی اختیار کرنا درست ہوتا کیونکہ یہ اسم منادی اور فعل طلب دونوں پر مشتمل ہے اور یہ بات باطل ہے۔

(viii) اگر مفروضہ مخدوف جملہ آپ کے بیان کے مطابق ہوتا تو فعل امر کو علیحدہ سے لکھا جا سکتا اسے اسم منادی کے ساتھ نہ ملایا جا سکتا جیسے کہا جائے۔ یا اللہ قد، یا زید عد، یا

---

[1] خزانۃ الادب (359/1)

عمر وفد (اے اللہ! اسے اے زید اسے محفوظ کروائے عمرو اس سے وفا کرو)
کیونکہ کوئی بھی فعل اپنے سے ماقبل اسم کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا تاوقتیکہ تحریر میں ایک کلمے کا اضافہ نہ کیا جائے اور اسم الخط میں ہمیں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور بسم اللہ میں "م" کو ملا دینے پر اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مستقل فصل نہیں ہے۔

(ix) نہ تو عام طور پر ایسا ہوتا ہے اور نہ ہی دعا میں ایسا کہنا جائز ہے۔ اللھم امنی بفضا، لفظ اور معانی دونوں اعتبار سے یہ ترکیب مکروہ ہے کیونکہ اپنی طرف متوجہ ہونے کی فرمائش اسی سے کی جاتی ہے جس سے غلطی یا نسیان کا صدور ممکن ہو تو اس سے کہا جاتا ہے۔ ادھر دھیان کرو لیکن جو ذات اپنے ارادے کے مطابق ہر کام کرتی ہے اسے کوئی بھول یا غلطی لاحق نہیں ہوتی۔ اس ذات سے یہ درخواست نہیں کی جا سکتی کہ میری طرف دھیان کرو۔

(x) یہ لفظ ایسے واقع پر بھی استعمال ہوتا ہے جس کے بعد دعا موجود نہیں ہوتی جیسے نبی اکرم ﷺ سے ایک دعا یوں منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ لك الحمد والیك المشتکی' وانت المستعان' وبك المستغاث' وعلیك التکلان' ولا حول ولا قوۃ الا بك

"اے اللہ! تمام تر تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تیری ہی طرف رجوع کیا جاتا ہے تجھی سے مدد مانگی جاتی ہے۔ تجھی سے مدد حاصل کی جاتی ہے تجھی پر توکل کیا جاتا ہے۔ تیری مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔" [1]

آپ سے یہ دعا بھی منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ انی اصبحت اشھدك' واشھد حملة عرشك' وملائکتك وجمیع خلقك اِنَّكَ اَنْتَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَا ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ

"اے اللہ! میں اس حال میں صبح کرتا ہوں کہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں، تیرے عرش کو اٹھانے والوں کو گواہ بناتا ہوں، تیرے فرشتوں کو اور تیری ساری مخلوق کو (گواہ بنا کر یہ اعتراف کرتا ہوں) کہ بے شک تو اللہ ہے۔ تیرے علاوہ کوئی

---

[1] مجمع الزوائد (183/10)

معبود نہیں ہے تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک محمد تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔"[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (آلِ عمران: ۲۶)

"(تم یوں دعا) مانگو، اے اللہ! تو ملک کا مالک ہے جسے چاہے ملک عطا کر دے اور جس سے چاہے چھین لے تو جسے چاہے عزت دے دے اور جسے چاہے ذلت کا شکار کر دے۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (الزمر: ۴۶)

"(تم یوں دعا) مانگو، اے اللہ! تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے جن امور کے بارے میں لوگ اختلاف کرتے ہیں تو ان کے بارے میں ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر سکتا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ رکوع اور سجدے میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ

"پاک ہے تو اے اللہ! ہمارے پروردگار سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ اے اللہ! مجھے بخش دے۔"[2]

یہ اور اس طرح کی دیگر تمام دعاؤں میں آپ کا بیان کردہ مفروضہ مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے آخر میں "م" تعظیم اور تفخیم کے لئے زائد کیا گیا ہے جیسا کہ زرقم اور ابنم زائد کیا گیا ہے یعنی یہ زریعنی اور ابن سے ماخوذ ہے۔ یہ بات درست ہے لیکن

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث' "السنن" (5078) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (3501)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (793) مسلم' بن الحجاج القشیری' "الجامع الصحیح" (484) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث' "السنن" (877)

اس کی وضاحت کی ضرورت ہے یعنی قائل نے بات تو صحیح بیان کی ہے لیکن اس کی مزید تشریح کی ضرورت ہے جو درج ذیل ہے۔

''م'' جمع پر دلالت کرتا ہے اور اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کا مخرج بھی اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ بات اس اصول کے پیش نظر ہے کہ لفظ اور معنی کے درمیان کوئی نہ کوئی مناسبت پائی جاتی ہے جیسا کہ عربی زبان کے ماہرین اس بات کے قائل ہیں اور شیخ ابوالفتح بن جینی نے اپنی کتاب ''الخصائص'' میں اس موضوع پر ایک مستقل باب تحریر کیا ہے جس میں سیبویہ کے حوالے سے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

ابن جنی کہتے ہیں ایک طویل عرصے تک میرا یہ معمول رہا کہ جب میرے سامنے کوئی نیا لفظ آتا اور مجھے اس لفظ کے معنی معلوم نہ ہوتے تو میں اس لفظ کی مسافت اور اس کے حروف کے درمیان موجود مناسبت پر غور کر کے یہ اندازہ لگاتا کہ اس لفظ کا معنی یہ ہوسکتا ہے پھر جب میں اس کی تحقیق کرتا تو میرا اندازہ درستگی کے نزدیک ہوتا۔

## ابن تیمیہ کی تحقیق

(ابن قیم کہتے ہیں) مین نے شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) کو شیخ ابن جنی کی یہ بات بتائی تو وہ بولے میرے ساتھ بھی کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد شیخ نے لفظ اور معنی کے تناسب اور حرکات اور معانی کی مناسبت کے حوالے سے یہ اصول بیان کئے۔

''پیش'' سب سے قوی حرکت ہے اس لئے عرب سب سے قوی معنی کی وضاحت کے لئے اسے استعمال کرتے ہیں۔

''زبر'' سب سے کمزور حرکت ہے اس لئے عرب سب سے کمزور معنی کی وضاحت کے لئے اسے استعمال کرتے ہیں اور

''زیر'' درمیانی حرکت ہے جسے درمیانے معنی کی وضاحت کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسے ''عزیز'' (جب ع کلمے پر زبر ہو) تو اس کا معنی ہوگا کسی چیز کا سخت ہونا۔

''ارض عزاز'' کا مطلب سخت زمین ہے۔

''عزیز'' (جب ع کلمے پر زیر ہو) اس کا معنی کسی چیز کا ممنوع ہونا ہے اور یہ درجہ سختی سے زیادہ ہے۔ بعض اوقات کوئی چیز سخت ہوتی ہے مگر اسے توڑنا ناممکن نہیں ہوتا۔

عزیز (یعنی جب ع کلمے پر پیش ہو) تو اس کا معنی غالب ہونا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت

داؤد علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ (ص: ۲۳)

''اور اس نے بات کے دوران مجھ پر دباؤ ڈالا۔''

غلبہ امتناع سے بھی زیادہ طاقتور ہوتا ہے کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے اپنی اصل کے اعتبار سے بہت مشکل ہو اور دشمن کے مقابلے میں محفوظ ہو اور کوئی اس پر غلبہ حاصل نہ کرسکتا ہو مگر غالب ممتنع سے بھی زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اسی لئے عربوں نے اس معنی کے اظہار کے لئے حرف کو سب سے زیادہ طاقتور حرکت دی۔ سختی کیونکہ سب سے کمزور ہوتی ہے اسے سب سے کمزور حرکت دی اور امتناع درمیانی کیفیت ہے اس لئے اسے درمیانے درجے کی حرکت دی۔

''ذِبح'' حلال کئے ہوئے جانور کو کہتے ہیں اور ''ذَبح'' ''ذِبح'' کے فعل کو کہتے ہیں اور بلاشبہ جسم کیونکہ عمل سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے اسی لئے قوی کو قوی حرکت دی گئی اور ضعیف کو ضعیف حرکت دی گئی۔

## مختلف الفاظ کی مثالیں

''نِهبٌ'' تباہ شدہ چیز کے لئے اور نَهب فعل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

''مِلْ ء'' بھری ہوئی چیز کے لئے اور ''عِل ء'' فعل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

''حِمل'' بہت وزنی چیز کے لئے اور ''حَمل'' ہلکی وزنی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

''حب'' محبوب کے لئے اور ''حُب'' محبت کے لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ محبوب کا وجود کسی کو بھی بوجھ محسوس نہیں ہوتا جبکہ محبت میں ثقل ہوتا ہے جیسے قرضہ دار کو قرض کی تکلیف ہوتی ہے۔ اسی لئے محنت کو غرام (تاوان) بھی کہا جاتا ہے۔ محبت کی سختی اور شدت ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرگئی ہے۔ اسی لئے لوگوں نے اسے سب سے عظیم مخلوق، پتھر اور لوہے سے زیادہ سخت قرار دیا ہے۔ متقدمین اور متاخرین کے اشعار میں یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے مصدر کو قوی حرکت دی گئی اور محبوب کو حقیقت حرکت دی گئی۔

''قبض'' کا مطلب فعل ہے اور ''قَبض'' کا مطلب مقبوضہ چیز کے لئے حرکت کرنا ہے اور حرکت سکون سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور قبوض مصدر سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔

اسی طرح ''سبق'' کا مطلب پڑھنا اور ''سبق'' کا مطلب کسی معاہدے میں حاصل کیا

جانے والا مال ہے۔

اسی طرح آپ ''دار دورانا''، ''فارت القدر فورانا'' اور ''غلت غلیانا'' میں غور کر سکتے ہیں کہ ان الفاظ میں کس طرح حرکات اور معانی میں مناسبت پائی جاتی ہے۔

اسی طرح آپ لفظ ''حجر'' اور ''ہوا'' پر غور کریں کہ کس طرح تفصیل ہے۔ معانی کے ثقیل اور حقیقت سامانی کے لئے خفیف لفظ ایجاد کئے گئے ہیں۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی دی تو میں اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھوں گا۔

اسی طرح کے معانی لطیف ذہن اور رقیق طبیعت کے نتیجے میں حاصل ہوتے ہیں۔ سخت دلی سے حاصل نہیں ہوتے اور نہ ہی نحو و حرف کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینے سے سمجھ میں آتے ہیں۔ واضح کی حکمت اور لغات کے اسرار کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ وہ خوبی ہے جو انسان کو ممتاز کر دیتی ہے مگر

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور: ۴۰)

''جسے اللہ تعالیٰ نے نور عطا نہ کیا ہو اسے نور نہیں مل سکتا۔''

اسی طرح آپ غور کریں سخت آدمی کے لئے ''عقل''، ''جعظری'' اور جواظ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ آپ غور کریں کہ یہ الفاظ کس طرح اپنے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح ''لمبے'' کے لئے ''عشنق'' اور چھوٹے قد والے کے لئے ''بحتر'' کا لفظ ایجاد کیا گیا ہے یعنی طوالت ظاہر کرنے والے لفظ پر تین ''زبریں'' ایک ساتھ ہیں اور چھوٹا قد ظاہر کرنے والے لفظ پر دو ''پیش'' ہیں۔ پہلے لفظ کا تلفظ کرتے وقت منہ کھلتا ہے گویائی کے آلات میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور وہ پھیل جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملے نہیں رہتے جبکہ ''بحتر'' کا تلفظ اس کی ضد ہے۔

اسی طرح لمبی چیز کو طویل اور بڑی کو کبیر کہا جاتا ہے لیکن اگر اس کی طوالت یا بڑائی کا مزید اظہار مقصود ہو تو اس کے لئے طوال اور کبار کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی ''الف'' کا اضافہ کیا جاتا ہے جسے ''ی'' کی بہ نسبت زیادہ کھینچا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مزید بڑائی کا اظہار مقصود ہو تو اس لفظ کو شد کے ہمراہ زیادہ سخت کر کے پڑھا جاتا ہے یعنی کبّارا۔

اگر ہم راہوار قلم کو اس طرف موڑ دیں تو یہ بہت دور تک چلا جائے گا لہٰذا ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کی خاطر یہ تمام گفتگو کی گئی ہے۔

## ''م'' کے اسرار

''م'' ایسا حرف ہے جس کا تلفظ کرتے وقت دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں۔ اس لئے عرب اسے ''جمع'' کے اظہار کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسے اگر آپ کا مخاطب ایک شخص ہوگا تو آپ اسے ''رانت'' کہیں گے۔ ایک غیر موجود شخص کو ''ہوا'' کہیں گے لیکن اگر ان کی تعداد زیادہ ہو تو انہیں ''ہم'' کہیں گے۔ اسی طرح متصل زمائر میں ہوگا جیسے ''ضربت'' سے ضربتم، ''ایاک'' سے ''ایاکم''، ''ایاہ'' سے ''ایاہم'' اس کی مثالیں بے شمار ہیں جیسے ''یہ'' سے ''بہم'' نیلے کو ''ازرق'' کہا جاتا ہے لیکن اگر نیلاہٹ میں مزید شدت کا اظہار مقصود ہو تو اسے ''زرقم'' کہا جاتا ہے۔

آپ ان الفاظ میں غور کریں جن میں ''م'' موجود ہے کہ ان میں کس طرح جمع کا معنی پایا جاتا ہے جیسے ''لم'' کا مطلب جمع کرنا ہے جب آپ یہ دعا کریں ''لم اللہ شعثہ'' (اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو اکٹھا کر دے) اسی طرح لوگوں کے اکٹھے ہونے کی جگہ کو ''دارلمومہ'' کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ''اکـلا لـمّـا'' اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ شخص جو اپنا اور دوسرے کا حصہ کھائے اس کی اصل ''اللم'' ہے۔ اسی سے لفظ ''الم'' بنا ہے جس کا معنی کسی اجتماع کے قریب ہونا ہے اسی سے ''لمم'' بنا ہے جس کا معنی بڑے لوگوں کے اجتماع کے قریب ہونا ہے۔ اسی سے ''مسلمہ'' بنا ہے جس کا معنی مصیبت ہے۔ اسی سے ''لمہ'' بنا ہے یعنی وہ بال جو کانوں کی لویں کے نیچے تک آئیں۔

اس کی مانند ''تمّ'' اور اس کے ماخوذات ہیں جیسے ''البدر التمام'' کا مطلب ''مکمل چاند'' ہے جبکہ اس کا نور اکٹھا ہو جائے۔ اسی سے لفظ ''توم'' ہے یعنی جب دو بچے ایک ساتھ پیٹ میں اکٹھے ہو جائیں۔

انہی کی مانند ایک لفظ ''ام'' ہے جس کا معنی اصل ہے جس کی بہت سی شاخیں ہوں اور وہ انہیں اکٹھا رکھتی ہو۔ اسی لئے مکہ کو ''ام القریٰ'' سورۂ فاتحہ کو ''ام القرآن'' اور لوحِ محفوظ کو ''ام الکتاب'' کہا جاتا ہے۔

جوہری کہتے ہیں ''ام الشئ'' کا مطلب کسی چیز کی اصل ہے۔ مکہ ''ام القریٰ'' ہے۔ ام مثواک بیوی کو کہتے ہیں۔ ''ام الاماغ'' اس چمڑے کو کہتے ہیں جس میں دماغ موجود ہوتا ہے۔ اسے ''ام الراس'' بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محکمہ آیات کے بارے میں فرمایا

ہے۔

هُنَّ اُمُّ الْكِتَابُ (آل عمران :۷)

''وہ اُم الکتاب ہیں۔''

امت ایسی جماعت کو کہا جاتا ہے جو تخلیق یا زمانے کے اعتبار سے ایک جیسے ہوں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَٰئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام:۳۸)

''زمین پہ چلنے والا ہر چوپایہ اور پروں کے ذریعے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری مانند امت ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

لو لا ان الکلاب امةٌ من الامم لامرت بقتلها

''اگر کتے امت نہ ہوتے تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا۔''[1]

اسی سے لفظ ''امام'' بنا ہے۔ یعنی وہ شخص جس کی لوگ مل جل کر پیروی کریں۔ ''ام الشیٔ'' کا مطلب کسی چیز کا ارادہ کرنا ہے۔

اسی طرح کا ایک لفظ ''ام'' ہے جس کا معنی متفرق چیزوں کو اکٹھا کرنا ہے۔

اسی سے لفظ ''رمان'' (انار) بنا ہے کیونکہ اس میں بہت سے دانے اکٹھے ہوتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک لفظ ''ضم'' ہے جس کا معنی اکٹھے کرنا ہے۔

اسی طرح کا ایک لفظ ''هم'' ہے یعنی جب انسان کے دل میں بہت سے عزائم اور ارادے اکٹھے ہو جائیں۔

اسی طرح ایک لفظ ''اجم'' ہے جو کالے سانپ کو کہا جاتا ہے۔

کوئلے کو بھی ''حمتہ'' کہتے ہیں۔ جب سر منڈوا دینے کے بعد دوبارہ بال آ جائیں تو اسے ''حمم'' کہتے ہیں۔

---

[1] ابو داؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2845) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (1486) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (185/7) ابن ماجہ' ابوعبد اللہ محمد بن یزید' ''السنن'' (3205) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (57، 56/5، 85/4)

یہ تمام نام اس لئے رکھے گئے ہیں کیونکہ سیاہ رنگ بینائی کو اکٹھا کرتا ہے اسے الگ نہیں ہونے دیتا۔

اسی لئے جس شخص کی نگاہ کمزور ہو جائے اس کے سامنے سیاہ رنگ کا کپڑا یا بال رکھا جاتا ہے تاکہ اس کی بینائی مضبوط ہو۔

یہ بات بہت طویل ہے لیکن ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں۔

## پریشانی میں مانگی جانے والی مسنون دعا

جب آپ ''م'' کے اسرار سے واقف ہو گئے تو آپ سوچیں کہ اگر اس ''م'' کو اس نام کے آخر میں ملا دیا جائے جس کے ذریعے ضرورت کے وقت اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے تو اب یہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اور تمام صفات کی طرف اشارہ کرے گا لہٰذا جب کوئی سوالی یہ کہتا ہے اللهم انی اسئلك تو گویا وہ یہ دعا کرتا ہے کہ میں اس اللہ سے دعا مانگ رہا ہوں جس کے اسماء خوبصورت ترین ہیں اور جس کی خدمات بلند ترین ہیں اور میں اس سے، اس کے اسماء اور صفات کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں۔ اس لئے یہاں ''م'' کو اس جامعیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے سوال اس کے تمام اسماء کے وسیلے سے کیا جائے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''انسان کو جب بھی کوئی غم یا تکلیف لاحق ہو تو وہ یہ دعا مانگے۔''

اَللّٰهُمَّ انی عبدك وابن عبدك ' ابن امتك ' ناصيتي بيدك ' ماض في حكمك' عدل في قضاؤك ' اسالك بكل اسم هو لك سميت به نفسك' او انزلته في كتابك ' او علمته احدًا من خلقك ' او اسأثرت به في علم الغيب عندك' ان تجعل القرآن ربيع قلبي' ونور صدري' وجلاء حزني' وذهاب همي وغمي

''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں میری پیشانی (یعنی ذہن) تیرے ہاتھ (یعنی دست قدرت) میں ہے۔ میرے بارے میں تیرا حکم جاری ہو چکا ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ عمل کے مطابق ہے۔ میں ہر اس اسم کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لئے مقرر کیا ہے یا جو تو نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا جو تو نے اپنی

کسی ایک مخلوق کو سکھایا ہے یا تو نے اپنے ہاں غیب میں اسے پوشیدہ رکھا ہے۔
(میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ) تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا
نور، میرے غم کی جلاء، میرے دکھ اور غم کی رخصتی بنادے۔"
(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے دکھ اور غم کو ختم کر دیتا ہے اور
اس غم کو خوشی میں بدل دیتا ہے۔
صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم اسے سیکھ نہ لیں؟ آپ نے فرمایا جو بھی شخص
ان کلمات کو سنے اسے چاہئے کہ انہیں سیکھ لے۔"[1]

اسم اعظم

دعا مانگنے والے کے لئے یہ بات مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء وصفات
کے وسیلے سے دعا مانگے جیسا کہ اسم اعظم کے بارے میں (یہ دعا منقول) ہے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَلْمَنَّانُ، بَدِيْعُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ
"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بے شک تمام تر تعریفیں تیرے لئے ہی
ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو بہت زیادہ احسان کرنے والا ہے۔
آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اے جلال اور اکرام والے! اے حی
اور اے قیوم!"[2]
اس دعا میں مختلف اسمائے حسنٰی موجود ہیں جیسا کہ کسی اور مقام پر اس کی وضاحت کی
گئی ہے۔[3]

---

[1] احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (391/1) ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان "الصحیح" (972) ابویعلیٰ، احمد بن علی، المسندر (5297)

[2] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "السنن" (1495) نسائی، احمد بن شعیب "السنن" (52/3) ابن ماجہ (3858) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (120/3) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ "المستدرک علی الصحیحین" (503/1)

[3] ابن قیم، شرح اسماء الحسنٰی (225)

## دعا کی قسمیں

دعا کی تین قسمیں ہیں:

(i) اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء وصفات کے وسیلے کے ذریعے سوال کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں سے دو تاویلوں میں سے ایک تاویل یہی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف: ۱۸۰)

''اللہ کے بہترین نام ہیں۔ان کے وسیلے سے تم اس سے دعا کرو۔''

(ii) آپ اپنی ضرورت، فقر اور عاجزی کا ذکر کر کے اس سے سوال کریں اور یہ کہیں میں بندہ، فقیر، مسکین، عاجز، ذلیل، کمتر وغیرہ۔

(iii) آپ دونوں میں سے کوئی ایک چیز ذکر کیے بغیر اپنی حاجت کا ذکر کریں۔

پہلی قسم دوسری قسم سے زیادہ کامل ہے اور تیسری قسم دوسری قسم سے زیادہ کامل ہے جب دعا میں تینوں امور اکٹھے ہو جائیں گے تو یہ دعا زیادہ کامل ہو جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ کی عام دعائیں اسی طرح کی ہیں۔ وہ دعا جو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو سکھائی اس میں مذکورہ بالا تینوں اقسام کا ذکر ہے کیونکہ اس کے آغاز میں آپ نے کہا ''میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے۔'' یہ سائل کا اپنی حالت کا بیان ہے۔ پھر کہا۔ ''تیرے سوا کوئی اور گناہ نہیں بخش سکتا۔'' اس میں مسئول کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ پھر کہا ''تو مجھے بخش دے'' [1] تو یہ اپنی حاجت کا بیان ہے اور یہ دعا ایسے دو ناموں پر ختم ہوتی ہے جو اصل مطلب سے مناسبت رکھتے ہیں۔

یہ قول جسے ہم نے اختیار کیا ہے یہ بہت سے اسلاف سے بھی منقول ہے۔

حسن بصری فرماتے ہیں اللھم دعا کا جامع ترین لفظ ہے۔

شیخ ابورجاء العطاردی فرماتے ہیں اللھم کی ''م'' میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء موجود ہیں۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں جو شخص اللھم کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کے وسیلے سے دعا کرتا ہے۔

اہل علم کے ایک گروہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ لفظ اللھم میں ''م'' اس ''ؤ'' کی جگہ

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (834) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2705)

استعمال ہوا ہے جو جمع پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ''و'' کا تعلق جمع کے مخرج کے ساتھ ہے گویا دعا مانگنے والا یہ کہہ رہا ہوتا ہے۔

''اے اللہ! (اے وہ ذات) کہ تمام عمدہ اسماء اور بلند صفات جس میں اکٹھی ہوگئی ہیں۔''

اسی لئے ''م'' کو ''شد'' دی گئی ہے کیونکہ یہ جمع کی دو علامات کے عوض میں آیا ہے اور وہ دو علامات ''و'' اور ''ن'' ہیں۔

جو طریقہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اس کے مطابق ''م'' خود جمع پر دلالت کرتا ہے اور اس وقت اس تاویل کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اب یہاں ایک سوال باقی رہ جائے گا اور وہ یہ کہ صحیح مذہب کے مطابق ''یا'' اور اس ''م'' کو اکٹھا کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حرفِ نگاہ اس اسم پر داخل نہ ہو کیونکہ اس کی جگہ ''ال'' موجود ہے لیکن دعائیں اس لفظ کے بکثرت استعمال کی وجہ سے اہل علم نے اس احتمال کو فرض کر لیا کیونکہ اس کی ضرورت پیش آئی ہے اور اس کے ذریعے مدد مانگی جا سکتی ہے۔ پس یا تو ''ال'' کو حذف کیا جائے اور ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ دونوں اس اسم کے لئے لازمی ہیں۔

یا یہ ہو سکتا ہے کہ ''ای'' کے ذریعے انہیں اس اسم سے ملا دیا جائے اور یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ ''ای'' کے ذریعے صرف اسم جنس کی طرف نداء کے طور پر ملایا جا سکتا ہے جو ''ال'' کے محل میں ہوگا جیسے ''الرجل'' یا ''الرسول'' یا ''النبی'' اعلام (یعنی ناموں) میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اصل عرب نے ضرورت کی وجہ سے اسم میں قیاس کی خلاف ورزی کی اور اسماء کے مجموعے کے عوض میں اس کے آخر میں مشدد ''م'' کا اضافہ کر دیا اور اسے حرف نداء کا عوض قرار دیدیا۔ اس لئے ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم۔

## دوسری فصل

# نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا مطلب کیا ہے؟

لغوی اعتبار سے یہ لفظ دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

(i) دعا کرنا اور برکت دینا۔

(ii) عبادت۔

پہلے معنی کے اعتبار سے اللہ ربّ العزت کا یہ فرمان موجود ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبة: ۱۰۳)

''ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کر کے انہیں پاک کرو اور اس کے ذریعے ان کا تزکیہ کرو اور ان کے لئے دعا کرو بے شک تمہارا دعا کرنا ان کے لئے سکون کا باعث ہوگا۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ (التوبة: ۸۴)

''ان میں سے جو بھی مر جائے تم کبھی بھی اس کے لئے دعا نہ کرنا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔''

نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اذا دعی احدکم الی الطعام فلیجب ، فان کان صائما فلیصل

''جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ قبول کر لے اور اگر اس نے

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1431) ابو داؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2460) ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (780) احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (507/2)

روزہ رکھا ہو تو برکت کی دعا کرے۔"

اس حدیث میں "فلیصل" کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں۔

(i) ان کے لئے برکت کی دعا کرے۔

(ii) کھانے کی بجائے ان کے پاس بیٹھ کر دعا کرے، نماز پڑھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلوٰۃ کا لغوی معنی صرف دعا ہے۔

دعا کی دو قسمیں ہیں:

(i) وہ دعا جو عبادت کے طور پر کی جائے۔

(ii) وہ دعا جو کچھ مانگنے کے لئے کی جائے۔

مانگنے والے کی طرح عبادت کرنے والا بھی داعی (دعا کرنے والا) ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں دعا کی یہی دونوں تفاسیر بیان کی گئی ہیں۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (غافر: ۶۰)

"اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"

ایک تفسیر یہ ہے کہ تم میری پیروی کرو میں تمہیں اجر و ثواب دوں گا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کی بھی یہی دو تفاسیر بیان کی گئی ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

(البقرہ: ۱۸۶)

"اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو (انہیں بتا دو بے شک میں قریب ہوں جب کوئی دعا مانگنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔"

صحیح قول یہ ہے کہ لفظ دعا دونوں قسموں میں استعمال ہوتا ہے یہ لفظ متواطی ہے جس میں کوئی اشتراک نہیں پایا جاتا لہٰذا درج ذیل آیات میں یہ عبادت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ (سبا:۲۲)

''(اے رسول!) تم فرمادو (اے مشرکین) تم ان لوگوں کی عبادت کرو اللہ کی بجائے جنہیں تم (اپنا معبود تصور کرتے ہو) جو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرے کے وزن کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔''

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ

(النحل:۲۰)

''جو لوگ اللہ کی بجائے (دوسرے جھوٹے معبودوں کی) عبادت کرتے ہیں (وہ سوچیں کہ ان معبودوں نے) کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ خود انہیں پیدا کیا گیا ہے۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ (الفرقان:۷۷)

''تم فرما دو! کہ اگر تم اس کی عبادت نہیں کرتے تو میرے پروردگار کی بارگاہ میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

درست قول یہ ہے کہ اگر تم ان کی عبادت نہ کرو یعنی اگر تم اس کی عبادت نہیں کرتے تو کون سی چیز کو تمہاری پرواہ ہوگی۔ اس صورت میں مصدر کی نسبت فاعل کی طرف ہوگی۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ (الاعراف:۵۵-۵۶)

''اپنے پروردگار کی خفیہ طور پر گریہ وزاری کرتے ہوئے عبادت کرو بے شک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور زمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد فساد برپا نہ کرو اور (اپنے پروردگار کی) خوف اور طمع کی حالت میں عبادت کرو۔''

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء ومرسلین کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّهُمْ کَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا

(الانبیاء:۹۰)

''وہ لوگ بھلائی میں سبقت لے جاتے تھے اور رغبت اور خوف کے ہمراہ ہماری عبادت کرتے تھے۔''

یہ طریقہ پہلے طریقے سے بہتر ہے۔ اختلاف کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہے جسے دعا قرار دیا جائے اور اس صورت میں صلوٰۃ کے شرعی مفہوم پر وارد ہونے والے تمام اشکالات زائل ہو جاتے ہیں کہ کیا اس لفظ کو اپنے لغوی معنی سے شرعی معنی کی طرف منتقل کیا گیا ہے کہ وہ شرعی معنی میں حقیقی یا مجازی طور پر استعمال ہو۔ اس صورت میں صلوٰۃ کا لغوی معنی یعنی دعا برقرار رہے گا اور دعا کی دو قسمیں ہوں گی۔ وہ دعا جو عبادت کے طور پر کی جائے اور وہ دعا جو کچھ مانگنے کے لئے کی جائے۔ نمازی تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک دعائے عبادت اور دعائے سوال میں مشغول رہتا ہے لہٰذا وہ صلوٰۃ میں مجازی کی بجائے حقیقی طور پر مشغول ہے تاہم لفظ ''اصلوٰۃ'' کو مخصوص عبادت کے لئے خاص کیا گیا ہے اور اس کی مثال ان تمام الفاظ کی مانند ہے جس میں اہل لغت اور اہل عرف نے اپنے معانی کے بعض مخصوص مفہوم کے لئے مختص کر دیا ہے جیسے ''رابۃ'' اور ''راس'' وغیرہ یعنی اس کی انتہا یہ ہے کہ لفظ کو مختصر کر کے اس کے معانی کے بعض حصے کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ معنوی منتقلی شمار نہیں ہوگی اور نہ ہی لفظ اپنے اصلی معنی کی حدود سے باہر نکلے گا۔

## فصل

سابقہ فصل میں ذکر کی گئی صلوٰۃ کا تعلق انسانوں کے ساتھ تھا۔ لیکن جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اس کی دو قسمیں ہوں گی:

(i) عام

(ii) خاص

عام سے مراد وہ صلوٰۃ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر نازل کرتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ (الاحزاب:۴۳)

''وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) تم پر صلوٰۃ نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔''

نبی اکرم ﷺ نے صلوٰۃ کے ہمراہ اہل ایمان کے لئے جو دعائیں کی ہیں ان سے بھی

یہی معنی مراد ہوں گے جیسے آپ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی

''اے اللہ! ابواوفہ کی آل پر صلوٰۃ نازل کر۔'' [1]

اور دوسری روایت کے مطابق ایک خاتون نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی مجھ پر اور میرے شوہر پر صلوٰۃ بھیجیں تو آپ نے فرمایا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ وَعَلٰی زَوْجِكَ

''اللہ تم پر اور تمہارے شوہر پر صلوٰۃ نازل کرے۔''

یہ حدیث اور اس موضوع سے دیگر احادیث انشاءاللہ آگے ذکر کی جائیں گی۔

صلوٰۃ کی دوسری قسم مخصوص ہے یعنی وہ صلوٰۃ جو انبیاء و مرسلین کے لئے مخصوص ہے اور بطورِ خاص ان میں سب سے آخری اور سب سے بہتر حضرت محمد کے لئے مخصوص ہے۔

جب صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس کا معنی کیا ہوگا؟

اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ان کے مختلف اقوال درج ذیل ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ اس کا معنی اللہ کی رحمت ہوگا۔

ضحاک کہتے ہیں۔

''اللہ کی صلوٰۃ اس کی رحمت ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ دعا ہے۔'' [2]

مبرد کہتے ہیں۔

صلوٰۃ کی اصل رحمت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رحمت کے معانی میں ہوگی اور فرشتوں کی طرف سے امت اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کے نزول کی دعا کے معانی میں ہوگی۔

بہت سے متاخرین نے اسی تشریح کو اختیار کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب مغفرت کرنا ہے۔

ضحاک هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ اللہ کی صلوٰۃ کا مطلب مغفرت کرنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا مطلب دعا کرنا ہے۔ [3]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (1497) مسلم، بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1078)

[2] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (96) [3] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (97)

## اقوال پر تنقید

اس قول کا تعلق بھی سابقہ قول سے ہے لیکن یہ دونوں اقوال ضعیف ہیں ان کے ضعف کی وجہ درج ذیل ہیں۔

پہلی وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی صلوٰۃ اور رحمت کو الگ ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۵۵-۱۵۷)

''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں (وہ صبر کرنے والے) جنہیں کوئی مصیبت درپیش ہو تو وہ یہ کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور بے شک ہم نے اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ انہی لوگوں پر ان کے پروردگار کی جانب سے صلوٰۃ اور رحمت نازل ہوتی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت میں رحمت کا عطف صلوٰۃ پر ہے جو ان دونوں میں علیحدگی کا تقاضا کرتا ہے۔ عطف کا بنیادی مقصد یہی ہے کسی شاعر کا یہ کہنا

والفي قولها كذبًا ومينا

''اس شعر میں ''کذب'' اور ''مین'' (دونوں کا مطلب جھوٹ ہے) لیکن ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے اور اس نوعیت کے کلام کو فصیح قرار نہیں دیا جا سکتا باوجود کہ کذب کی بہ نسبت ''مین'' میں زیادہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اس کے انبیاء، مرسلین اور مومن بندوں کے لئے مخصوص ہے...... جبکہ اس کی رحمت ہر شے کے لئے عام ہے۔ اس لئے صلوٰۃ رحمت کی مترادف نہیں ہو سکتی۔ تاہم رحمت صلوٰۃ کے لوازم، موجبات اور ثمرات کی بنیاد بن سکتی ہے۔ اس لئے جو حضرات صلوٰۃ کی تفسیر رحمت سے کرتے ہیں انہوں نے اس کے بعض ثمرے اور بعض ثمرہ اور مقصود کی وضاحت کی۔ قرآن کے بہت سے الفاظ کی تفسیر میں یہی طرز کی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ بھی اسی لفظ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس کے لازم اور اس کے معنی کا ایک جزو بیان کرتے تھے۔ جیسے لفظ ''ریب'' کی تفسیر شک کی جاتی ہے حالانکہ شک غیب کا

ایک جزو ہے اور مغفرت کی تفسیر ڈھانپ لینا کی جاتی ہے حالانکہ یہ بھی مغفرت کا ایک جزو ہے۔ رحمت کی تفسیر احسان کرنے کا ارادہ کی جاتی ہے اور یہ رحمت کا لازم ہے۔ اس کی رضاعیں بے شمار ہیں جنہیں ہم نے اصول تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عام اہل ایمان کے لئے دعائے رحمت کی جاسکتی ہے۔ اس کے برعکس غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنے کے مسئلے میں سلف اور خلف کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس بارے میں ان کے تین اقوال ہیں جنہیں ہم آئندہ صفحات میں بیان کریں گے تاہم اس اختلاف سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ رحمت اور صلوٰۃ مترادف لفظ نہیں ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر صلوٰۃ رحمت کے معنی میں ہو تو ضرورت کے وقت صلوٰۃ کی بجائے لفظ رحمت استعمال کیا جائے اور جس جگہ صلوۃ استعمال کرنا واجب ہو وہاں لفظ رحمت ادا کرنے سے واجب ادا ہو جائے۔ یعنی کوئی شخص درود پڑھنے کی بجائے ''اللہم ارحم کمد او آل محمد'' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پر رحم کرتے ہوئے جذبات سے مضطرب ہو کر اسے کچھ پلا، کھلا، پہنا دے تو یہ نہیں کہا جاتا۔ صلی علیہم بلکہ یہ کہا جائے اندقد رحمہ (اس نے اس پر رحم کیا)

چھٹی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات انسان اس شخص پر بھی رحم کرتا ہے جس سے اس کی دشمنی یا مخالفت ہو لیکن اس پر درود نہیں بھیجتا۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ (رحم کا تعلق صرف احساسات کے ساتھ ہے) جبکہ صلوٰۃ کے لئے الفاظ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس سے مراد اس ہستی کی تعریف کرنا ہے جس پر درود بھیجا گیا ہے۔ اس کے محسن کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ اس کے فضائل و مناقب کا ذکر کرنا ہے۔ اس کی دلیل وہ ہدایت ہے جسے امام بخاری نے حضرت ابوالعالیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

صَلاۃ اللہِ عَلٰی رَسُوْلِہٖ ثناؤہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلائِکَۃ

''اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول پر صلوٰۃ نازل کرنے کا مطلب فرشتوں کے سامنے ان کی تعریف کرنا ہے۔''[1]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' کتاب التفسیر (65)

قاضی اسماعیل اپنی کتاب میں اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوالعالیہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

(حضرت ابوالعالیہ نے درج ذیل آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:)

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الاحزاب 56)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔''

(حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب (نبی اکرم ﷺ کی) تعریف کرنا ہے اور فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب (نبی اکرم ﷺ کے درجات کی بلندی کی) دعا کرنا ہے۔'' [1]

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور فرشتوں کو پہلے الگ ذکر کیا اور پھر دونوں کی صلوٰۃ کو ایک فصل میں جمع کرتے ہوئے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط (احزاب: ۵۶)

''اس صلوٰۃ کو رحمت قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا تعریف کرنا ہے اور یہ فرشتوں کا تعریف کرنا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ صلوٰۃ لفظ مشترک ہے اور اسے دونوں معانی میں بیک وقت استعمال کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں بہت سی ناممکن صورتیں لازم آئیں گی۔

(i) اشتراک اصول کے خلاف ہے کیونکہ یہ بات پتہ نہیں چل سکتی کہ واضع نے لغت میں اس لفظ کو ان دونوں معانی کے لئے ایجاد کیا تھا۔ علم لغت کے ماہرین جن میں مبرد بھی شامل ہیں، انہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ عارضی یا اتفاقی طور پر واضعین مختلف ہونے کے باعث ایسا ہوتا ہے۔ بعد میں جب مختلف لغات مل جائیں تو یہ اشتراک پیدا ہوتا ہے۔

(ii) اکثر ماہرین کے نزدیک لفظ مشترک کو بیک وقت دو معانی کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ نہ تو حقیقی طور پر اور نہ ہی مجازی طور پر اس بارے میں امام شافعی سے جو جواز کا فتویٰ منقول ہے وہ درست نہیں ہے۔ یہ جواز اس مسئلے سے اخذ کیا گیا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے موالی کے لئے وصیت کرے اور اس کے مختلف درجے کے مختلف

[1] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (۱۶)

موالی ہوں تو وہ وصیت ان سب پر نافذ ہو گی۔

بعض حضرات یہ سمجھیں کہ لفظ ''مولا'' ان تمام والی کے درمیان مشترک ہے اور تجرد کے وقت بھی اسے ان دونوں اقسام پر محمول کیا جا سکتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ لفظ ''مولا'' متوالی ہے اور امام شافعی اور امام احمد یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ موالی کی دونوں اقسام اس میں شامل ہوں گی۔ گویا یہ لفظ ان کے نزدیک مشترک کی بجائے عام متوالی کے طور پر استعمال ہو گا۔

امام شافعی سے یہ بات بھی منقول ہے کہ جب ایک گفتگو کے دوران اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ'' کے بارے میں ان سے پوچھا گیا ملامست سے بعض اوقات جمع بھی مراد ہوتا ہے تو انہوں نے کہا اس سے مراد ہاتھ سے چھونا حقیقی معنی ہو گا اور محبت کرنا مجازی معنی ہو گا۔

یہ روایت بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے عام اسلوبِ بیان سے مختلف ہے۔ شاید متاخرین فقہاء میں سے کسی کا قول ہے۔ لفظ مشترک کو بیک وقت دو معانی میں استعمال کرنا باطل ہے۔ اس کے اثبات میں ہم نے دس سے زیادہ دلائل پیش کئے جو ہماری کتاب ''التعلیق علی الاحکام'' میں ''ضر'' کی بحث میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ [1]

لہٰذا جب صلوٰۃ کے معانی نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم اور تعریف و توصیف ہوں گے اور اس سے مراد آپ کی بزرگی اور فضیلت کا اظہار ہو گا جیسا کہ یہی اس لفظ کے مشہور معانی ہیں تو اب آیت میں موجود لفظ صلوٰۃ ایسا مشترک نہیں ہو گا جسے دو معانی پر معمول کیا جائے بلکہ اسے ایک ہی معنی میں استعمال کیا جائے گا یہی بنیادی قاعدہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ کی تفسیر کے دوران ہم اس مسئلے پر دوبارہ گفتگو کریں گے۔

نویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس بات کی اطلاع دی ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں پھر ہمیں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو تم بھی ان پر درود بھیجو تم درود بھیجنے اور سلام عرض کرنے کے زیادہ مستحق ہو کیونکہ تمہیں ان کی رسالت کی برکت اور ان کی نبوت کے باعث دنیا اور آخرت کی بزرگی حاصل ہوئی ہے۔

---

[1] الجامع لاحکام القرآن (5-228/223)

یہ بات طے ہے کہ اگر اس سے مراد رحمت لیا جائے تو یہ موقع و محل سے مناسبت نہیں رکھے گا اور نہ ہی نظم کی خوبصورتی برقرار رہے گی۔ بلکہ لفظ اور اس کے معانی میں تناقص آ جائے گا اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا۔

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے (اللہ تعالیٰ) رحمت نازل کرتا ہے اور (فرشتے) دعائے استغفار کرتے ہیں پس تم بھی دعا کرو اور سلام پڑھو۔“

حالانکہ قطعی طور پر اس آیت سے یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ جس صلوٰۃ کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس سے مراد اسی صلوٰۃ کا سوال ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ نازل کرتے ہیں۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرنے، آپ کی فضیلت اور شرف کا اظہار کرنا، آپ کی تکریم اور تقرب کا ارادہ کرنا اور یہ صلوٰۃ خبر اور طلب دونوں معانی کو شامل ہوگی۔ اس سوال اور دعا کو ہماری جانب سے درود بھیجنا اس لئے قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کی دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس درود میں، درود شریف پڑھنے والا نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرتا ہے اور آپ کے شرف وفضیلت کا ذکر کرتا ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کی محبت اور عقیدت کا پہلو بھی شامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف درود کی نسبت کرتے ہوئے بھی یہی معانی پائے جاتے ہیں لہٰذا درود میں خبر اور طلب دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اسے ہماری طرف سے درود اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور اللہ تعالیٰ کا درود نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرنا، آپ کے ذکر اور مرتبہ ومقام کو بلند کرنا ہے اور ہمارا نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا یہی ہے کہ ہم اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ ایسا کرے۔

## صلوٰۃ اور لعنت

صلوٰۃ کی ضد لعنت ہے جو اللہ کے دشمنوں پر کی جاتی ہے اس کی نسبت بھی اللہ کی طرف کی جاتی ہے اور بندے کی طرف بھی کی جاتی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ لا اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ (البقرہ:۱۵۹)

”جو واضح دلائل اور ہدایت ہم نے نازل کی ہے، کتاب میں اسے لوگوں کے

لئے ہمارے واضح طور پر بیان کرنے کے بعد بھی جو لوگ اسے چھپاتے ہیں، انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اور لعنت بھیجنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

بس اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ان کی مذمت، انہیں رحمت سے دور کرنا اور ان سے ناراض ہونا شامل ہوگا اور بندے کی لعنت اس سوال پر مشتمل ہوگی کہ جو شخص لعنت کا مستحق ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرے گا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اب یہ بات طے ہے کہ اگر صلوٰۃ کا مطلب رحمت ہو تو اس کی دعا کرنے والے کو مصلی (درود پڑھنے والا) کی بجائے مسترحم (رحم کی دعا مانگنے والا) کہا جائے گا۔ جیسے مغفرت کی دعا مانگنے والے کو مستغفر کہا جاتا ہے اور عطف (مہربانی) کی دعا مانگنے والے کو مستعطف کہا جاتا ہے۔ اس کی اور بھی نظائر موجود ہیں۔ اسی لئے جو شخص اللہ تعالیٰ سے کسی دوسرے کے لئے مغفرت طلب کرے تو اس کے لئے غافر کا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا۔ یا جو شخص کسی دوسرے کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے تو اسے بھی معافی دینے والا نہیں کہا جائے گا مگر یہاں درود پڑھنے والے کو مصلی کہا گیا ہے۔ اگر صلوٰۃ کا مطلب رحمت ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بندہ نبی اکرم ﷺ پر رحمت نازل کرنے والا ہے اور جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ رحمت بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا اور یہ واضح طور پر باطل ہے۔

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ بندے کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ پر رحمت نازل کرنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر رحمت نازل کرے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کئی اعتبار سے باطل ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لئے رحمت کی دعا مانگی جاتی ہے مگر درود بھیجنے کی دعا انبیاء و مرسلین کے ساتھ مخصوص ہے اکثر لوگ اسی بات کے قائل ہیں جس کا تذکرہ ہم آئندہ کریں گے۔

دوسری وجہ یہ ہے اگر رحمت کے طلب گار کو مصلی کہا جا سکتا ہے تو مغفرت کے طلب گار کو غافر اور عفو کے طلبگار کو عافی اور صفح (درگزر کرنے) کے طلب گار کو صافح کہنا درست

ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ کے نزول کے طلب گار کو ''مصلی'' کہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مصلی اس لئے قرار دیا گیا ہے کیونکہ درحقیقت صلوٰۃ کا صدور اس سے ہو رہا ہے کیونکہ صلوٰۃ کی حقیقت تعریف کرنا، عزت واکرام اور قدر ومنزلت کے اظہار کا ارادہ کرنا ہے اور درود پڑھنے کے باعث یہ کیفیت بندے کو بھی حاصل ہے لیکن بندے کا ارادہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسا کرے اور اللہ تعالیٰ خود یہ چاہتا ہے کہ اپنے پیارے حبیب کی تعریف وتوصیف کرے۔

درود شریف پڑھنے والے کو ''مصلی'' قرار دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ صلوٰۃ کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے۔ صلوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔ طلبی، خبری اور ارادی اور یہ قسم درود پڑھنے والے کی طرف سے پائی جاتی ہے لیکن رحمت اور مغفرت کا حکم مختلف ہے کیونکہ یہ ایسے افعال ہیں جو طلب گار کی طرف سے نہیں پائے جاسکتے بلکہ یہ مطلوب (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے صادر ہوتے ہیں۔

دسویں وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیث میں، جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ

انہٗ مَنْ صَلی عَلیه مَرَّةً صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا

''جو شخص ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود نازل کرے گا۔'' [1]

نیز اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو یہ خوشخبری سنائی ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ مِنْ اُمَّتِكَ مَرَّةً صَلَّیْتُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا

''تمہاری امت کا جو شخص تم پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجوں گا۔''

یہ بات شریعت کے اس بنیادی اصول کے عین مطابق ہے کہ جزا کا تعلق عمل کی جنس سے ہونا چاہئے لہٰذا بندہ جب نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ بھی

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (384) ابو داؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (523) نسائی احمد بن شعیب، عمل الیوم واللیلہ (45)

اس پر درود بھیجتا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ بندے کا نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا رحمت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسی رحمت کی جنس سے اس بندے پر رحمت نازل کرے بلکہ بندے کا درود نبی اکرم ﷺ کی تعریف ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ توقع کرنا ہے کہ وہ آپ کے ذکر مبارک کو بلند کرے گا۔ آپ کی تعظیم وتشریف میں اضافہ کرے گا اور جزا کا تعلق کیونکہ عمل کی جنس کے ساتھ ہے اس لئے جو شخص نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے عمل کی جنس کے مطابق اسے جزاء دیتے ہوئے اس کی تعریف کرے گا اور اس کی عزت و بزرگی میں اضافہ کرے گا لہٰذا عمل کے ساتھ جزا کا ربط اور مناسبت درست ہوں گے جیسے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من يسر على معسر يسر الله عليه 'في الدنيا والاخرة' ومن ستر على مسلم' ستره الله في الدنيا والآخرة' ومن نفس عن مؤمن كربةً من كرب الدنيا' نفس الله عنه كربةً من كرب يوم القيامة' والله في عون العبد ما كان العبد في عون اخير' ومن سلك طريقًا يلتمس فيه علمًا سهل الله له طريقًا على الجنة

"جو شخص کسی تنگدست کو آسانی فراہم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسے آسانی فراہم کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی ایک دنیاوی پریشانی دور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی کوئی ایک پریشانی دور کرے گا...... اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مشغول رہتا ہے اور جو شخص علم کے حصول کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔" [1]

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری' "الجامع الصحیح" (2699) ' ابوداؤد' سلیمان بن اشعث "السنن" (4946) ترمذی (1930) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (225) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ "المستدرک علی الصحیحین" (383) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان "الصحیح" (5023)

## علم چھپانا گناہ ہے

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

**ومن سئل علمًا یعلمه فکتمه ' الجمعه الله یوم القیامة بلجامٍ من نارٍ**

''جس شخص سے کوئی علمی بات پوچھی جائے اور وہ جواب جاننے کے باوجود اسے چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالے گا۔'' [1]

**ومن صلیٰ علی النبی ﷺ مرة صلی الله علیه بها عشرًا**

''جو شخص ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔''

اس کی نظائر بے شمار ہیں۔

گیارہویں وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ پر یا آپ کے نام کے ہمراہ ﷺ کہنے کی بجائے رحمہ اللہ کہے گا تو اُمت اس کے اس عمل کا انکار کرے گی اور اسے ایسا بدعتی سمجھے گی جو نبی اکرم ﷺ کی تعظیم نہیں کرتا اور آپ پر درود نہیں بھیجتا۔ آپ کے استحقاق کے مطابق آپ کی تعریف نہیں کرتا۔ ایسا شخص اس بات کا مستحق نہیں ہوگا کہ اس کے ان الفاظ کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی صلوٰۃ کا مطلب رحمت ہوتا تو ان میں سے کوئی ایک بات بھی ممنوع نہ ہوتی۔

بارہویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

**لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط** (النور:۶۳)

''تم رسول کو اس طرح مخاطب نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہو۔''

پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ رسول اکرم کو اس طرح مخاطب نہیں کیا جا سکتا جیسے لوگ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں بلکہ یہی کہا جائے گا یا رسول اللہ! یا محمد نہیں کہا جا سکتا۔ کفار

---

[1] ابوداؤد (3658)' ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2649) ابن ماجہ' ابوعبد اللہ محمد بن یزید ''السنن'' (261) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (263, 344, 305, 296) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (95)

نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے وقت آپ کا نام لیتے تھے۔ اہل اسلام صحیۃ یا رسول اللہ! کہہ کر بلاتے تھے۔ جب آپ کی موجودگی کی یہ کیفیت ہے تو آپ کی غیر موجودگی کا بھی یہی عالم ہونا چاہیے۔ یعنی کسی بھی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے لئے اس طرح دعا کرے جیسے ہم ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں بلکہ آپ کے لئے تو عظیم ترین دعا کی جائے گی اور یہ بات طے شدہ ہے کہ رحمت کی دعا ہر مسلمان کے لئے کی جا سکتی ہے بلکہ جانوروں کے لئے بھی کی جا سکتی ہے جیسے دعائے استغفار کے الفاظ ہیں۔

**اَللّٰھُمَّ ارحم عبادك' وبلادك وبھائمك**

''اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنے شہروں پر اور اپنے جانوروں پر رحم کر۔''[1]

تیرہویں وجہ یہ ہے کہ لغوی طور پر لفظ صلوٰۃ رحمت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ عربوں کے ہاں اس کے تین معانی منقول ہیں دعا، برکت دنیا اور تعریف۔

یعنی کسی شاعر نے کہا ہے۔

**وان ذکرت صلی علیھا وزمزما**

''اگر اس کا ذکر ہو تو اس کی تعریف کرو دھیمی آواز میں۔''

یعنی اس محبوب کی تعریف و توصیف کرو۔ عربوں کے محاورے میں صلوٰۃ بمعنی رحمت معروف نہیں ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ لفظ کو اسی معنی پر معمول کیا جائے جو لغت میں معروف ہے۔

چودھویں وجہ یہ ہے کہ یہ عام معمول ہے بلکہ ہر شخص کے لئے یہ بات مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے جیسے نبی اکرم ﷺ نے ایک دعا مانگنے والے شخص کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ یوں دعا مانگے۔

**اَللّٰھُمَّ اغفرلی ' وارحمنی ' واھدنی ' عافینی ' وارزقنی**

''اے اللہ! مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم کر۔ مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ مجھے معاف کر دے، مجھے رزق عطا فرما۔''[2]

جب اس نے یہ دعا یاد کر لی تو آپ نے فرمایا۔

---

[1] ابو داؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1176) مالک بن انس' مؤطا (190-191)

[2] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2697)

**اما هذا فقد ملأ يديه من الخير**

''اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بھلائی سے بھرلیا ہے۔''

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے لئے یہ دعا نہیں مانگتا۔ اللھم صل علی (اے اللہ! مجھ پر درود بھیج) بلکہ جو بھی شخص یہ دعا کرے گا وہ حد سے تجاوز کرے گا اور اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا...... لیکن رحمت کا سوال کرنے کا مسئلہ اس سے مختلف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا بندہ اس سے اس کی مغفرت اور رحمت کا سوال کرے لہٰذا یہ پتہ چل گیا کہ صلوٰۃ اور رحمت دونوں کا معنی ایک نہیں ہے۔

پندرھویں وجہ یہ ہے کہ رحمت کا لفظ بہت سے ایسے مواقع پر استعمال کیا گیا ہے جہاں لفظ صلوٰۃ استعمال کرنا مناسب نہیں ہے۔

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (الاعراف:۱۵۶)

''میری رحمت ہر شے سے وسیع ہے۔''

(ایک حدیث قدسی میں) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ

''میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔'' [1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (اعراف:۵۶)

''بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (الاحزاب:۴۳)

''اور وہ اہل ایمان کے لئے رحیم ہے۔''

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبۃ:۱۱۷)

''بے شک وہ ان کے لئے رؤف ورحیم ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (7404)' مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2751)

**اللہ ارحم بعبادہ من الوالدۃ بولدھا**

''جتنا کوئی والدہ اپنی اولاد پر رحم کرتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرتا ہے۔'' [۱]

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

**ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء**

''تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحمت کرے گا۔'' [۲]

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

**من لا یرحم لا یرحم**

''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' [۳]

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:

**لا تنزع الرحمۃ الا من شقی**

''صرف بدبخت سے رحمت کو الگ کر دیا جاتا ہے۔'' [۴]

آپ کا فرمان ہے:

**والشاۃ ان رحمتھا رحمک اللہ**

''اگر تم کسی بھیڑ پر بھی رحم کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔'' [۵]

اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حق میں جس مقامات پر لفظ ''رحمت'' استعمال کیا جاتا ہے ان سے بہت سے بلکہ اکثر مقام پر ''صلوٰۃ'' کا لفظ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے صلواۃ سے

---

۱ بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5999) مسلم' بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2754)

۲ حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (248/4) ہیثمی' مجمع الزوائد (187/8)

۳ بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5997) مسلم' بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2318) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (5218) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (1911)

۴ ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4942) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (192) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (412)

۵ احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (436/3) بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' الادب المفرد (373) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' ''مستدرک (587/3)

مراد رحمت لینا درست نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کا مطلب یبارکون علیہم (وہ انہیں برکت دیتے ہیں) ہے۔

اور یہ تفسیر صلوٰۃ بمعنی تعریف اور تعظیم و تکریم کی توقع کرنا کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جانے والی برکت میں یہ چیزیں شامل ہوں گی۔ اسی لئے قرآن نے ''صلوٰۃ'' اور ''تبریک'' کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (ہود: ۷۳)

''اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا:''

وَجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ (مریم: ۳۱)

''اور میں جہاں کہیں بھی ہوں گا اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے۔''

بعض اسلاف نے اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں گا بھلائی کی تعلیم دوں گا اور یہ بات مفہوم کا جزو ہے کیونکہ مبارک اس شخص کو کہتے ہیں جس میں بہت سی بھلائی موجود ہو اور وہ بھلائی دوسروں تک تعلیم، اقدار، نصیحت، ارادہ (توقع کرنا) اور اتحاد کے ذریعے منتقل کی جا سکے۔ اس صورت میں انسان اس لئے مبارک ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ذات میں برکت رکھی ہے اور اسے ایسا بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ متبارک ہوگا کیونکہ ہر برکت اسی کی راہ سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا اس کا بندہ مبارک ہوگا اور وہ متبارک ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

(الفرقان: ۱)

''برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے پر فرقان (قرآن مجید) نازل کیا تاکہ وہ بندہ تمام جہانوں کے لئے نذیر (ڈرانے والا) ہو جائے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الملک: ۱)

''برکت والی ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں بادشاہی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔''

آئندہ صفحات میں ہم اس موضوع پر دوبارہ گفتگو کریں گے۔

## نبی اکرم کے اسمائے صفات

بہت سے حضرات نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی صلوٰۃ کی تفسیر ''رحمت'' کو نا یہ کہہ کر مسترد کیا ہے کہ رحمت کا معنی طبیعت کی نرمی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ''دعا مانگنے کا صدور'' محال ہے۔

یہ بات وہ شخص کہہ سکتا ہے جو جہمی عقیدے کا پیروکار ہو کیونکہ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انکار کرنے کے مترادف ہوگا۔ جہم بن صفوان کی یہ عادت تھی کہ وہ جب بھی جذام کے مریضوں کے پاس سے گزرتا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انکار کے طور پر یہ کہتا کیا ارحم الراحمین ایسا کرسکتا ہے؟

رحمت کا انکار کرنے والوں کا یہ شبہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکرین کے نظریے کے مطابق ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ارادے کا مطلب کسی نفع بخش چیز کے حصول کے لئے یا نقصان دہ چیز سے بچنے کے لئے نفس کا حرکت کرنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان عیوب سے پاک ہے۔ اس لئے اس کا کوئی ارادہ نہیں ہے جبکہ غضب کا مطلب کسی سے انتقام لینے کے لئے خون کی گردش میں تیزی آجانا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے۔ اس لئے اس کا کوئی غضب نہیں ہے۔ غرضیکہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حیات، کلام اور دیگر تمام صفات کے بارے میں کسی غلط روش کو اختیار کیا جو باطل کا انتہائی درجہ ہے کیونکہ انہوں نے ان الفاظ سے وہ معنی مراد لئے جو مخلوق کی خصوصیت ہیں اور پھر اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کردی یہ گمراہی اور ناسمجھی کی انتہا ہے۔

اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی بنیادی خصوصیت کا اس کی ذات کے لئے اثبات نہیں کیا جاتا بلکہ مخلوق کی طرف ان صفات کی نسبت اور تعلق کے اعتبار سے ان صفات کا اثبات کیا جاتا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مخلوق کی مخصوص صفات کی خالق سے نفی

کرنے کی صورت میں اس بات کی نفی لازم نہیں آتی کہ اس اصل صفت ہی کی اللہ کی ذات سے نفی کر دی جائے۔ اسی طرح اس صفت کی اصل کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخلوق کی مخصوص کیفیات کو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیا جا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات سے تشبیہ اور نقص کی نفی کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخلوق سے بھی اس تشبیہ اور نقص کی نفی کر دی گئی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے وجوب، قِدم اور کمال کے اثبات سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان صفات کو مخلوق کے لئے بھی ثابت کیا جا رہا ہے۔ ایک ہی صفت کا اطلاق خالق اور مخلوق کے حق میں یکساں صفت کا حامل نہیں ہوتا جیسے حیات اور علم۔ بندے کی حیات کو آفات، بیماری، نیند اور موت لاحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح بندے کے علم کو نسیان اور جہالت لاحق ہوئے ہیں جو علم کی ضد ہیں اور یہ چیز پروردگار کی حیات اور علم کے بارے میں محال ہے۔ لہٰذا جو شخص اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے علم اور حیات کی نفی کر دے تو اس کا قول باطل ہو گا۔ اسی کی نظیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نفی ہو گی کہ جو شخص اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نفی کرے کہ مخلوق کی رحمت طبیعت کی نرمی کی تابع ہے تو یہ اس کے اپنے فہم کا قصور ہو گا چونکہ وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ رحمت صرف وہی نہیں ہوتی (جو مخلوق کی خصوصیت ہے) اسی طرح اس کی یہ کج فہمی بھی غلط ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ علم، حیات اور ارادے سے مراد صرف مخلوق کی مخصوص کیفیت نہیں ہوتی۔

اس غلط فہمی کی بنیاد یہ گمان ہے کہ وہ صفت مخلوق کی مخصوص کیفیت میں مقید ہوتی ہے اور دوسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ اس صفت کا اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات اس قید کے ہمراہ ہو گا اور یہ دونوں گمان باطل ہیں کیونکہ جو صفت اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کی جاتی ہے اس میں مخلوق کی کسی خصوصیت کی موجودگی کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا نہ تو لفظی طور پر اور نہ ہی معنوی اعتبار سے جو بھی شخص اس باطل خیال کی بدولت اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت کی نفی کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال کی نفی کرے کیونکہ ان میں سے ہر ایک صفت مخلوق میں پائی جاتی ہے بلکہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی نفی کر دے کیونکہ ذات بول کر مخلوق کی مختلف اقسام کی ذاتیں مراد لیا جاتا ہے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی مشابہ نہیں ہو سکتی۔ مذکورہ بالا باطل نظریات معطلہ فرقے کے غالی لوگوں نے پیش کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرنے

والا کوئی بھی شخص جب اپنا نظریہ پیش کرے گا تو اس میں تناقص پایا جائے گا اور اس کا قول واضح طور پر باطل ہو گا۔

عقل صحیح کی کسوٹی پر صرف اسی شخص کا نظریہ درست ثابت ہو گا جو انبیاء کرام کی لائی ہوئی شریعت کی تکذیب نہیں کرتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (الصافات: ۱۵۹-۱۶۰)

''اللہ کی ذات ان صفات سے پاک ہے جن سے وہ (کفار) اسے موصوف کرتے ہیں۔ مگر اللہ کے مخلص بندے (ان کے عقائد درست ہیں)''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو ان صفات سے پاک قرار دیا ہے جو کفار اس سے موصوف کرتے ہیں تاہم اپنے مخلص بندوں جو اس کے رسول ہیں اور جو ان کے پیروکار ہیں ان کے عقائد کو درست قرار دیا ہے جیسا کہ ایک اور آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الصافات: ۱۸۰-۱۸۲)

''تمہارے پروردگار، ربّ العزت کی ذات ان کی بیان کردہ صفات سے پاک اور مرسلین پر سلام نازل ہو اور تمام تر تعریفیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں جو تمام کا پیروگار ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو لوگوں کی بیان کردہ صفات سے پاک قرار دیا ہے اور ان مرسلین پر سلام بھیجا ہے جو اللہ کی صفات ہر نقص اور عیب سے پاک سمجھتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد بیان کی ہے کیونکہ اس کی ذات کمال تمام صفات کمال سے متصف ہے جو حمد کی مستحق ہیں۔ اسی طرح اس کی ذات ان تمام عیوب سے پاک ہے جو حمد کے منافی ہیں۔

## تیسری فصل

# نبی اکرم ﷺ کے نامِ مبارک ''محمد'' کی تحقیق

یہ نبی اکرم ﷺ کا مشہور ترین نام ہے۔ (لغوی اعتبار سے) یہ ایک اسم ہے جو لفظ حمد سے ماخوذ ہے۔ درحقیقت یہ ''حمد'' مصدر سے اسم منقول ہے جس میں محمود (جس کی حمد کی گئی ہو) کی تعریف، محبت، احترام اور تعظیم شامل ہوتی ہے۔ حمد کی حقیقت یہی ہے ''مفعل'' اس کا وزن ہے۔ معظم محبب، مسود اور مبجل وغیرہ الفاظ اسی وزن پر آتے ہیں کیونکہ یہ وزن کثرت کے اظہار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر اسی وزن پر اسم فاعل کا صیغہ لایا جائے تو اس کا معنی ایک ہی فعل کا یکے بعد دیگرے بکثرت صدور ہوگا جیسے معلم، مفہم، مبین، مخلص، مفرج وغیرہ۔

اگر اس وزن پر اسم مفعول کا صیغہ لایا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس مفعول پر وہ فعل یکے بعد دیگرے واقع ہوتا چلا جا رہا ہے لیکن فعل کا یہ وقوع یا تو امر واقعہ میں واقع ہوگا یا اس سے مراد فعل کے وقوع کا استحقاق ہوگا۔

پس لفظ ''محمد'' کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ذات جس کی بکثرت حمد بیان کی جاتی ہے یا جو یکے بعد دیگرے حمد کئے جانے کے مستحق ہے۔

محمد حمد سے ماخوذ ہے جیسے معلم، علم سے ماخوذ ہے۔

(نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے طور پر) لفظ ''محمد'' علم (یعنی نام) بھی ہے اور اسم صفت بھی ہے گویا اس لفظ میں نبی اکرم ﷺ کے حق میں دونوں معانی جمع ہو گئے ہیں اگرچہ محض نام کے طور پر یہ لفظ اور بھی بہت سے لوگوں کا نام ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے اسماء، اس کی کتاب کے نام، اس کے نبی کے اسماء کا یہی اصول ہے کہ یہ

[1] زبیدی، سید محمد مرتضیٰ، تاج العروس (17/1)۔

تمام نام ''علم'' ہوتے ہیں جو ان معانی پر دلالت کرتے ہیں جن سے یہ ذوات موصوف ہوتی ہیں لہٰذا ان کی علمیت اور وصفیت کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہوگا تاہم مخلوق کے اسماء کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق ہے، مصور ہے، قہار ہے یہ اسماء ان معانی پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

اسی طرح فرقان، کتاب مبین اور دیگر اسماء قرآن کے نام ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اسماء میں محمد، احمد اور ماحی شامل ہیں۔

## نبی اکرم کے اسمائے صفات

حضرت جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**ان لی اسماءً انا محمدٌ وانا احمدُ وانا الماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر**

''میرے بہت سے نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں وہ ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دیتا ہے۔'' [1]

نبی اکرم ﷺ نے اپنے ان اسماء کا تذکرہ اس فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کو عطا کی ہے اور یوں ان اسماء کے معانی کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا اور یہ الفاظ محض نام ہوتے جن کا کوئی معنی و مفہوم نہ ہوتا تو یہ نبی اکرم ﷺ کی تعریف پر دلالت نہ کرتے۔ اسی لئے حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں۔

**وشق لہ من اسمہٖ لیجلہ　　　فذو العرش محمودٌ وھذا محمد**

''اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے اعزاز و اکرام کے لئے آپ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے لہٰذا عرش کا مالک (اللہ تعالیٰ) محمود ہے اور نبی اکرم ﷺ ''محمد'' ہیں۔'' [2]

اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے صفات کا بھی یہی حکم ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اگر یہ محض ایسے الفاظ ہوتے جس کا کوئی معنی نہیں ہے تو یہ ہرگز مزاج پر

---

[1] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (4896) مسلم، بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2354)

[2] دیوانِ حسان بن ثابت (338) خزانۃ الادب (223/1)

دلالت نہ کرتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام صفاتی ناموں کو "حسنیٰ" قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الاعراف:۱۸۰)

"اللہ تعالیٰ کے حسین ترین نام ہیں۔ انہی کے ذریعے اس کو پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے اسماء میں الحاد کرتے ہیں۔ وہ بہت جلد اپنے عمال کا بدلہ لیں گے۔"

لہٰذا یہ الفاظ مجرد لفظ ہونے کی حیثیت سے حسنیٰ نہیں ہیں بلکہ صفاتِ کمال پر دلالت کے اعتبار سے "حسنیٰ" ہیں۔

## ایک بدوی کا واقعہ

ایک دیہاتی نے کسی قاری صاحب کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ (المائدۃ:۳۸)

"چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان دونوں کے عمل کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے۔"

اس کے بعد قاری صاحب نے پڑھا۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۭ "اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"

دیہاتی بولا۔ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ قاری صاحب نے کہا کیا تم اللہ کے کلام کو جھٹلا رہے ہو؟ وہ بولا نہیں۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ آخری الفاظ اللہ کے کلام کا حصہ نہیں ہو سکتے۔ قاری صاحب نے اس آیت کو دوبارہ پڑھا تو انہیں یاد آیا کہ آیت کے آخر میں

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۭ "اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔"

تو دیہاتی بولا اب تم نے صحیح پڑھا کیونکہ وہ غالب ہے حکم دے سکتا ہے کہ ہاتھ کاٹ دیا جائے اگر وہ بخشنے والا مہربان ہوتا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتا۔

اسی لئے اگر رحمت سے متعلق آیت کے اختتام پر وہ اسم ذکر کیا جائے جس میں عذاب کا مفہوم پایا جاتا ہو یا اس کے برعکس ہو تو کلام کا نظم ختم ہو جائے گا اور اس میں تنافر آجائے گا۔

## قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے

حضرت ابی بن کعب کے حوالے سے، سنن میں یہ روایت منقول ہے۔

"قرآن کی قرأت سات طرح سے کی جا سکتی ہے اور ان میں سے ہر ایک شافی وکافی ہے۔ اگر سمیعًا علیمًا کی جگہ "عَزِیْزًا حَکِیْمًا" پڑھ دیا جائے (تو معانی میں فساد لازم نہیں آئے گا) تاوقتیکہ عذاب کی آیت کو رحمت پر یا رحمت کی آیت کو عذاب پر ختم نہ کیا جائے۔" [1]

اگر یہ اسماء محض "علم" ہوتے جن کے کوئی معنی نہ ہوتے تو ان میں سے کسی بھی اسم کے ذریعے آیت ختم کرنے سے کوئی فرق نہ پڑتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کے ذریعے اپنے کلام اور افعال کی علت بیان کی ہے اگر ان اسماء کے کوئی معنی نہ ہوتے تو یہ علت بیان کرنا درست نہ ہوتا۔

جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (نوح:١٠)

"اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔"

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ج فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (البقرۃ:٢٢٦-٢٢٧)

"جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ تک انتظار کر سکتے ہیں۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ طلاق معد کر لیں تو اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

بیوی کو راضی کرنے اور اس کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے رجوع کے حکم سے متعلق آیت کو اس بات پر ختم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے کہ جب بندہ اس کی بارگاہ میں رجوع کرتا ہے تو وہ اپنی بخشش اور رحمت کے ذریعے اس پر اپنا فضل کرتا ہے کیونکہ جزاء کا تعلق عمل کی جنس سے ہوتا ہے اس لئے جس طرح اس نے اپنی بیوی کی طرف رجوع کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور رحمت کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہے جبکہ طلاق سے متعلق آیت کو

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث "السنن" (1477)' احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (124/5)

اس بات پر ختم کیا کہ اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہے کیونکہ اگر طلاق لفظی ہوگی تو اسے سنا جا سکتا ہے اور اگر معنوی ہوگی تو اسے سمجھا جا سکتا ہے اس لئے کلام کے آخر میں لفظ سمیع وعلیم استعمال کیا گیا۔

## قرآن کا اسلوب بیان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (البقرۃ:۲۳۵)

"تم جو عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجتے ہو یا دل میں اس کا ارادہ کرتے ہو اس میں تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے واقف ہے کہ تم عنقریب ان عورتوں سے اس بات کا ذکر کرو گے لیکن تم ان سے صراحتاً نکاح کا ذکر نہ کرنا بلکہ مناسب انداز میں بات کرنا اور اس وقت تک عقد نکاح کا ارادہ نہ کرنا جب تک ان کی عدت پوری نہ ہو جائے یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خیالات سے واقف ہے۔ اس سے بچو اور یہ بھی جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے اشارتاً پیغام نکاح کا ذکر کیا یعنی نکاح کا پیغام بھیجنے والا اگر (بیوہ) عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے اس انداز میں پیغام دینا چاہئے جس میں اشارتاً خواہش نکاح کا ذکر موجود ہو۔ اس خواہش اور اشارتاً پیغام رسانی کے بارے میں فرمایا کہ یہ گناہ نہیں ہے تاہم خفیہ وعدے کی نفی کی گئی ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد نکاح ہے یعنی تم صراحتاً شادی کی خواہش کا اظہار نہیں کر سکتے البتہ کنایۃً ایسا کر سکتے ہو اور یہی قول معروف ہے۔ (جس کا آیت میں تذکرہ موجود ہے) بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد عدت کے دوران خفیہ طور پر نکاح کرنا ہے اور جب عدت گزر جائے تو نکاح کا اعلان کر دیا جائے آیت کے اگلے یہ الفاظ اس مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔

وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۚ (البقرۃ:۲۳۵)

"تم اس وقت تک عقد نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرو جب تک عدت نہ گزر جائے۔"

جو حضرات پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اشارتاً پیغام نکاح بھیجنے کے گناہ ہونے کی نفی کی گئی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کرنا مباح ہے اور صراحتاً پیغام نکاح بھیجنے کو حرام قرار دیا گیا ہے نیز عدت مکمل ہونے سے پہلے نکاح منعقد کرنے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اگر خفیہ وعدے سے مراد خفیہ نکاح کرنا ہوتا تو اس سے تکرار لازم آئے گی۔ (جو درست نہیں ہے)

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ج (البقرۃ:۲۳۵)

''یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خیالات سے واقف ہے پس تم اس سے بچو۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی خلاف ورزی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے آگاہ ہے جو تم چھپاتے ہو اور جس کا تم اظہار کرتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ (البقرۃ:۲۳۵)

''یہ بات جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔''

یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی بخشش اور حلم نہ ہوتے تو تم شدید تکلیف کا شکار ہو جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے بخوبی واقف ہے۔ وہ تمہارے خیالات اور اعمال کو جانتا ہے لہٰذا اگر تم کسی ایسے عمل کا ارتکاب کر لو جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے تو توبہ و استغفار کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ بے شک وہ بخشنے والا ہے (اور) درگزر کرنے والا ہے۔

قرآن کا اسلوب یہی ہے کہ امید اور خوف دونوں سے متعلق اسماء کو ایک ہی مقام پر ذکر کر دیتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (المائدۃ:۹۸)

''یہ بات جان لو بے شک اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔''

(قرآن کہتا ہے) اہل جنت کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ (فاطر:۳۴)

''تمام تر تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے حزن کو دور کر دیا ہے بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا اور شکر قبول کرنے والا ہے۔''

یعنی جب اہل جنت یہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش کر اور ان کی نیکیوں کو قبول کر کے انہیں یہ عزت و مقام عطا کیا ہے تو اس وقت یہ کہیں گے۔

''بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا اور شکر قبول کرنے والا ہے۔''

ان الفاظ میں علت بھی بیان کر دی گئی ہے یعنی اس کی بخشش اور شکر قبول کرنے کے تحت ہم جنت میں پہنچے ہیں کیونکہ اس نے ہمارے گناہوں کو بخش دیا ہے اور ہماری نیکیوں کو قبول کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا

(النساء:۱۴۷)

''اگر تم شکر کرو گے اور ایمان لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب نہیں دے گا بے شک اللہ تعالیٰ شکر قبول کرنے والا (اور) جاننے والا ہے۔''

یعنی یہ ان کے شکر کا بدلہ ہے یعنی اگر تم اپنے پروردگار کا شکر ادا کرو گے تو وہ تمہارے شکر کو قبول کرے گا اور وہ تمہارے شکر سے واقف ہے۔ اس سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ کون اس کا شکر کرتا ہے اور کون شکر نہیں کرتا ہے۔

قرآن میں اس طرح کی بہت سی مثالیں وجود ہیں لہٰذا مقصد صرف آپ کو خبردار کرنا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کے ذریعے اپنی توحید اور شرک کی نفی پر استدلال کیا ہے اگر ان اسماء کا کوئی معنی نہ ہوتا تو یہ اس بات پر دلالت نہ کرتے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام نے بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ (قرآن نے ان کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں)

''اے میری قوم! تم آزمائش کا شکار ہو گئے ہو بے شک تمہارا پروردگار رحمان ہے''

اسی طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (طٰہٰ:۹۸)

''بے شک تمہارا معبود وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرۃ: ۱۶۳)

''اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ رحمان اور رحیم ہے۔''

سورۂ حشر کے آخر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (الحشر: ۲۲-۲۳)

''اللہ کی ذات وہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ (وہ) غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے وہ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بادشاہ ہے پاک ہے، سلامتی عطا کرنے والا ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، غالب ہے، زبردست ہے، کبریائی کا مالک ہے۔ اللہ کی ذات اس شرک سے پاک ہے جو وہ کرتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ کیا ہے جن سے اس کی توحید ثابت ہوتی ہے اور کسی کو اس کا شرک ٹھہرانے کی نفی ہوتی ہے اور پھر اپنی ذات کے مشرکین کے شرک سے پاک ہونے کا ذکر کیا ہے۔

## قرآن میں غور وفکر کی دعوت

جو شخص اس اعتبار سے قرآن میں غور وفکر کرے گا وہ علم کے باغات کی سیر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر اس شخص سے محفوظ رکھے گا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے روگرداں ہوں۔ ایسا شخص قرآن سے ہدایت حاصل کرے گا اگر ہماری اس کتاب میں صرف یہی ایک فصل ہوتی تو ذوق اور معرفت رکھنے والوں کے لئے یہی کافی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کو مختلف ظروف اور ظروف جار اور دیگر

کلماتِ عاملہ کا معمول بنایا ہے۔ اگر یہ محض نام ہوتے تو ایسا کرنا درست نہ ہوتا۔

جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (الحجرات :۱۶)

''اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔''

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ ○ (الجمعۃ :۷)

''اللہ تعالیٰ ظالموں سے واقف ہے۔''

فَاِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِالْمُفْسِدِیْنَ ○ (آل عمران :۶۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے۔''

وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ○ (الاحزاب :۴۳)

''اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اہل ایمان کے لئے رحیم ہے۔''

اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (التوبۃ:۱۱۷)

''بے شک وہ ان کے لئے مہربان اور رحیم ہے۔''

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (آل عمران :۱۸۹)

''اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔''

وَاللّٰہُ مُحِیْطٌ بِالْکٰفِرِیْنَ ○ (البقرۃ :۱۹)

''اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔''

وَکَانَ اللّٰہُ بِھِمْ عَلِیْمًا ○ (النساء :۳۹)

''اور اللہ تعالیٰ ان سے واقف ہے۔''

وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ○ (الکھف :۴۵)

''اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

اِنَّہٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ (ھود :۱۱۱)

''بے شک وہ ان کے اعمال سے باخبر ہے۔''

وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الحجرات :۱۸)

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔''

وَاِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌ بَصِیْرٌ ○ (الشوریٰ :۲۷)

"بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے (اور انہیں) دیکھ رہا ہے۔"

اس کی نظائر بے شمار ہیں۔

اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا انکار کرتے ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کو دلیل بنایا ہے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (الملک: ۱۴)

"کیا وہ نہیں جانتے کہ خالق کون ہے؟ (وہ اللہ تعالیٰ ہے) اور وہ (لطف کرنے والا اور) باخبر ہے۔"

ان اسماء میں غور و فکر کرنے والے اہل علم میں اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ کیا یہ اسماء ایک دوسرے سے مختلف ہیں؟ کیونکہ ان کے معانی تو مختلف ہیں یعنی ہر ایک اسم جس معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس معنی سے مختلف ہوتا ہے جس پر دوسرا اسم دلالت کرتا ہے یا پھر یہ اسماء مترادف ہیں کیونکہ یہ سب ایک ہی ذات پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے مدلول میں کوئی تعدد موجود نہیں ہے۔ مترادفات میں ایسا ہی ہوتا ہے اور ان اسماء میں اختلاف صرف لفظی ہے۔

تحقیقی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ الفاظ مترادف ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کی صفات کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو یہ اسماء ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

ہر اسم صفت، اس مخصوص صفت کے حوالے سے ذاتِ باری پر دلالت مطابقی کے اعتبار سے دلالت کرتے ہیں اور اس مخصوص صفت پر دلالت تضمنی کے اعتبار سے دلالت کرتے ہیں اور دیگر صفات پر دلالت التزامی کے اعتبار سے دلالت کرتے ہیں۔

## فصل

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ آپ اس صفت سے موصوف ہیں جو اس کے معنی میں پائی جاتی ہے یعنی "حمد" آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ میں محمود ہیں۔ فرشتوں کے نزدیک بھی محمود ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین کے نزدیک بھی محمود ہیں اور تمام اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں اگرچہ بعض اہل زمین (آپ کی نبوت) کا انکار

کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہیں جو کسی بھی عقل مند کے نزدیک قابل تعریف ہوتی ہیں۔اگرچہ کوئی شخص اپنی جہالت، عناد یا ہٹ دھرمی کے باعث نبی اکرم ﷺ کے ان صفات سے متصف ہونے کا انکار کرلے لیکن اگر وہ آپ کی ان صفات سے واقف ہو جائے تو ضرور آپ کی تعریف کرے گا کیونکہ اس لئے کہ وہ اسی ذات کی تعریف کرے گا جس میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اور اگر وہ اس بات سے واقف ہو کہ نبی اکرم ﷺ میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو بھی درحقیقت وہ آپ ہی کی تعریف کرے گا۔

## حشر کے دن شانِ مصطفیٰ

کیونکہ نبی اکرم ﷺ میں جو خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ کسی اور میں موجود نہیں ہیں۔آپ کا نام مبارک محمد اور احمد ہے اور آپ کی امت حماد ہے۔آپ کے امتی آسائش اور تنگی میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ اور آپ کی امت کی دعاؤں کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔نبی اکرم ﷺ کے خطبے کا آغاز حمد کے ذریعے ہوتا ہے۔اللہ کی کتاب کا آغاز حمد کے ذریعے ہوتا ہے۔لوحِ محفوظ میں یہ اسی طرح تحریر ہے۔آپ کے خلفاء اور صحابۂ کرام قرآن مجید کے آغاز میں سب سے پہلے حمد لکھتے ہیں۔قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس میں "لواء الحمد" ہوگا پھر جب آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں شفاعت کے لئے سجدہ ریز ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اس وقت آپ ان الفاظ میں اپنے پروردگار کی حمد بیان کریں گے جو اس وقت آپ کی طرف القاء کئے جائیں گے۔آپ اس مقامِ محمود پر فائز ہوں گے جس پر اگلے پچھلے سب لوگ رشک کریں گے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

(الاسراء: ۷۹)

"رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ تمہارے لئے نفل ہے۔عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔"

جو شخص مقامِ محمود کے معنی و مفہوم سے واقف ہونا چاہے اسے چاہئے کہ اسلاف امت یعنی صحابۂ کرام اور تابعین نے اس آیت کی جو تفسیر بیان کی ہے اس کا مطالعہ کرے جیسے ابن ابی حاتم، ابن جریر، عبد بن حمید اور دیگر حضرات کی تفاسیر۔

جب نبی اکرم ﷺ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے تو اس وقت تمام اہل محشر آپ کی حمد (تعریف) بیان کریں گے۔ ان میں مسلمان، کفار، اگلے، پچھلے سب لوگ شامل ہوں گے۔

## آمدِ مصطفیٰ کی بہاریں

نبی اکرم ﷺ محمود (قابل تعریف) ہیں کیونکہ آپ نے زمین کو ہدایت، ایمان، نافع علم اور صالح عمل سے بھر دیا ہے۔ اس ہدایت کے ذریعے آپ نے ذہنوں کو کھول دیا ہے اور اہل زمین سے ظلمت دور کر دی ہے۔ آپ نے اہل زمین کو شیطان کی غلامی، شرک، کفر اور جہالت سے بچالیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے پیروکار دنیا اور آخرت میں عزت و بزرگی کے مستحق قرار پائے۔ آپ کی رسالت اہل زمین کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہے۔ اہل زمین پہلے بتوں کی عبادت کرتے تھے، صلیب کی پوجا کرتے تھے، آگ کو اپنا خدا مانتے تھے، خود کو ستاروں کا بندہ سمجھتے تھے۔ یہ غضب کے مستحق قرار پا چکے تھے یہ حیران تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ کون سے پروردگار کی عبادت کریں اور کیوں اس کی عبادت کریں۔ لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے جو چیز اچھی لگتی اسے ہتھیا لیتے جو شخص مخالفت کرتا اس سے جنگ و جدل کرتے۔ روئے زمین کا کوئی حصہ نور رسالت سے روشن نہیں تھا۔ اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف نظر کی اور عرب و عجم کو غضب کا شکار دیکھا ان میں سے چند ایک دین صحیح کے آثار پر کاربند تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اور روئے زمین پر نبی اکرم ﷺ کی ذات کے ذریعے اپنی رحمت کی بارش نازل کی۔ آپ کے ذریعے تاریکیوں کو ختم کیا۔ مخلوق کے (اعتقادی اعتبار سے) مر جانے کے بعد اسے زندہ کیا۔ گمراہی سے نجات دلا کر انہیں ہدایت دی۔ جہالت سے نکال کر انہیں علم عطا کیا۔ ان کی قلت کو کثرت میں بدلا۔ نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے انہیں ذلت کے بعد عزت عطا کی۔ فقر کے بعد کشادگی عطا کی۔ وہ اندھے تھے انہیں بینائی عطا کی۔ وہ بہرے تھے انہیں سماعت عطا کی اور ان کے دل غفلت کا شکار تھے انہیں غفلت سے نجات عطا کی تو لوگوں نے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کی جہاں تک معرفت کا حصول ان کے لئے ممکن تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے معرفت الٰہیہ کی تعلیم کا آغاز کیا اسے دہرایا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات، افعال اور احکام کو کبھی مختصر انداز میں اور کبھی تفصیل کے ہمراہ بیان کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے مومن بندوں کے قلوب میں روشن ہوگئی اور شک و شبے کے بادل یوں چھٹ گئے جیسے چودھویں رات میں

چاند کے سامنے سے بادل ہٹ جائیں۔ (تو ہر طرف روشنی ہو جاتی ہے) آپ نے اس معرفت سے متعلق کوئی ضروری بات ترک نہیں کی نہ پہلے نہ بعد میں بلکہ آپ کی تعلیمات آپ کی امت کے افراد کے لئے کافی وشافی ہیں اور ان تعلیمات نے امت کو ان مسائل میں کسی بھی شخص کی رہنمائی سے بے نیاز کر دیا ہے۔ (ارشادِ باری تعالیٰ ہے)

اَوَ لَمۡ يَكۡفِهِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ يُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَرَحۡمَةً وَّذِكۡرٰى لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ (عنکبوت: ۵۱)

''کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے ان پر وہ کتاب نازل کی ہے جس کی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے۔ بے شک اس میں اس قوم کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لائی ہے۔''

امام ابوداؤد اپنی مراسیل میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کسی صحابی کے ہاتھ میں تورات کا ایک ٹکڑا دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

کفی بقوم ضلالة ان یتبعوا کتاباً غیر کتابھم الذی انزل علی غیر نبیھم

''کسی بھی قوم کے گمراہ ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے نبی پر نازل ہونے والی کتاب کی بجائے کسی ایسی کتاب کی پیروی کرے جو کسی دوسرے نبی پر نازل ہوئی ہو''۔[1]

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل کی:

اَوَ لَمۡ يَكۡفِهِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ يُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَرَحۡمَةً وَّذِكۡرٰى لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ (عنکبوت: ۵۱)

''کیا ان کے لئے کافی نہیں ہے کہ ہم نے ان پر وہ کتاب نازل کی ہے جس کی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے بے شک اس میں اس قوم کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتی ہے۔''

یہ حال اس شخص کا ہے جو نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی پر نازل ہونے والی کتاب کی پیروی کرتا ہے تو اس شخص کے لئے وعید کتنی شدید ہوگی جو کسی اور مفکر یا فلسفی کی پیروی

[1] ابوداؤد مراسیل (454) دارمی ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن ''السنن'' (495) سیوطی الدر المنثور (51)

شروع کردے اور اس کے کلام کو اللہ اور اس کے رسول کے کلام سے مقدم رکھے۔

## اسوۂ حسنہ کامل ترین ہے

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو وہ راستہ بتایا جو انہیں ان کے پروردگار، اس کی رضامندی اور جنت تک پہنچا سکتا ہے لہٰذا کوئی ایسی نیکی نہیں ہے جس کا آپ نے حکم نہ دیا ہو اور کوئی ایسا برا کام نہیں ہے جس سے آپ نے منع نہ کیا ہو جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**ما ترکت من شیء یقربکم الی الجنة الا وقد امرتکم به' ولا من شیء یقربکم الی النار الا وقد نهیتکم عنه**

''میں نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جو تمہیں جنت کے قریب کرسکتی ہو ایسی ہر بات کا میں نے تمہیں حکم دے دیا ہے اور ایسی کوئی بات نہیں چھوڑی جو تمہیں جہنم کے قریب کرسکتی ہو اور ایسی ہر بات سے میں نے تمہیں منع کردیا ہے۔'' [1]

حضرت ابوذر غفاری فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے وصال سے پہلے (ہمیں ہر چیز کے بارے میں) بتادیا یہاں تک کہ آسمان میں پر کھول کر اڑنے والے پرندے کے بارے میں بھی ہمیں تعلیم دے دی تھی۔ [2]

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو واضح طور پر بتایا کہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کے بعد ان کی کیفیت کیا ہوگی؟ آپ نے اس بات کی خوب اچھی طرح سے وضاحت کی اور اس بارے میں کوئی ایسا پہلو نہیں چھوڑا جو بندوں کے لئے نفع بخش ہو اور انہیں ان کے پروردگار کے قریب کرسکے۔ آپ نے ہر مشکل کی تشریح کی اور اسے واضح طور پر بیان کردیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (لوگوں کے) دلوں کو گمراہی کے بعد ہدایت نصیب کی اور بیماری کے بعد شفا نصیب کی اور جہالت کے بعد (علم کی) بارش نصیب کی تو کون سا شخص نبی اکرم ﷺ سے زیادہ حمد کا مستحق قرار پاسکتا ہے کہ امت کی طرف سے اسے بہترین جزا دی جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** (الانبیاء:۱۰۷)

''اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

---

[1] طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر (1647) ہیثمی، مجمع الزوائد (8/263-264)

[2] احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (5/162) بزار کشف الاستار (147) ہیثمی (مجمع الزوائد (8/263)

صحیح قول یہی ہے کہ اس آیت کے حکم میں عموم پایا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے اس آیت کی دو تفسیریں ہوں گی۔

## اَلْعَالَمِیْنَ کی تفسیر

پہلی تفسیر یہ ہے کہ لفظ عالمین عام ہے اور ہر ایک کو آپ کی رسالت کے ذریعے نفع حاصل ہوا ہے۔ آپ کے پیروکار اس رسالت (پر ایمان لانے) کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں عزت و بزرگی کے مستحق قرار پائے اور آپ سے جنگ و جدال کرنے والے آپ کے مخالفین میں سے جو لوگ فنا کے گھاٹ اتر گئے ان کا قتل اور ان کی موت ان کے حق میں ان کی زندگی سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر وہ اور زندہ رہتے (تو ان کے کفر، نافرمانی اور ظلم کی وجہ سے) آخرت میں ان کے عذاب میں مزید شدت ہوتی کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے نصیب میں بدبختی لکھی گئی ہے۔ لہٰذا کفر کی حالت میں طویل عمر بسر کرنے کی بہ نسبت ان کے حق میں زیادہ بہتر یہی ہے کہ وہ جلدی مر جائیں۔ جن کفار نے آپ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا وہ دنیا میں آپ کے زیر سایہ اور آپ کی ذمہ داری میں امن و امان سے رہتے رہے۔ اپنے اس معاہدے کی بدولت یہ جنگجو مخالفین کی بہ نسبت کم شدید تھے۔

جہاں تک منافقین کا تعلق ہے تو ظاہری ایمان کی بدولت ان کی جانیں، اموال اور اہل خانہ محفوظ رہے۔ ان پر میراث وغیرہ میں مسلمانوں کے سے ظاہری احکام جاری ہوئے۔

دور دراز کے علاقوں میں بسنے والی اقوام کو آپ کی رحمت یوں نصیب ہوئی کہ آپ کی رسالت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین سے عام عذاب ہٹا لیا ...... یوں روئے زمین پر بسنے والے سب لوگوں کو آپ کی رسالت سے نفع حاصل ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ ہر ایک کے لئے رحمت ہیں لیکن اہل ایمان نے اس رحمت کو قبول کر لیا اور اس رحمت کی وجہ سے انہوں نے دنیا اور آخرت میں نفع حاصل کیا۔ ...... کفار نے اس رحمت کو اختیار نہ کیا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ان کے لئے رحمت نہیں ہیں بلکہ انہوں نے تو اس رحمت کو قبول ہی نہیں کیا۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے جیسے یہ کہا جائے کہ اس مرض کی دوا یہ ہے اب اگر کوئی مریض اس دوا کو استعمال نہیں کرتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس مرض کی دوا نہیں ہے۔

## تورات میں نبی اکرم کا ذکرِ مبارک

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو جو عظیم اخلاق اور بہترین صفات عطا کی ہیں ان کی وجہ سے بھی آپ کی حمد (تعریف) بیان کی جاتی ہے جو شخص آپ کے اخلاق میں غور کرے گا وہ اس بات سے بخوبی واقف ہو جائے گا کہ ساری مخلوق کے مقابلے میں آپ کے اخلاق سب سے زیادہ بہتر اور عمدہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سب سے بہترین اخلاق کے مالک ہیں۔ سب سے بڑے امانت دار ہیں سب سے زیادہ سچ بولنے والے ہیں، سب سے زیادہ بردبار ہیں، سب سے زیادہ سخی ہیں۔ سب سے زیادہ دوسروں کی مدد کرنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ معاف کرنے والے اور بخشنے والے ہیں۔ آپ کی بردباری ہی کی وجہ سے کفار آپ کے ساتھ زیادتیاں کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں تورات میں نبی اکرم ﷺ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

محمد عبدی ' ورسولی ' سميته المتوكل ' ليس بفظ ' ولا غليظ ' ولا صخاب ' بالأسواق ' ولا يجزى بالسيئة السيئة ' ولكن يعفوا ' ويغفرُ ' ولن ' اقبه حتى اقيم به الملة العوجاء ' وافتح به اعيناً عميًا ' وآذاناً صما ' وقلوباً غلفًا ' حتى يقولوا : لا الله الا الله

''محمد میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے ان کا نام متوکل رکھا ہے۔ وہ برے اخلاق کے مالک نہیں ہیں نہ ہی سخت دل ہیں بازاروں میں بلند آواز سے جھگڑا کرنے والے نہیں ہیں نہ ہی وہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ وہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔ میں اس وقت تک ان کی روح قبض نہیں کروں گا جب تک ان کے ذریعے بھٹکی ہوئی قوم کو سیدھا نہ کر دوں۔ اندھوں کو بینائی نہ دے دوں، بہروں کو سماعت نہ دے دوں اور (گمراہی کے) پردے میں چھپے ہوئے دلوں کو (ایمان کی روشنی نہ دے دوں) یہاں تک کہ وہ پکار اٹھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' [1]

نبی اکرم ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ رحم دل اور مخلوق کے لئے سب سے زیادہ

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (4838) الادب المفرد (247,246) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (174/2)

مہربان ہیں۔ دینی اور دنیاوی دور میں آپ نے سب سے زیادہ مخلوق کو فائدہ پہنچایا ہے۔ آپ سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ مختصر اور جامع الفاظ میں بہترین گفتگو سب سے اچھی آپ کرتے ہیں۔ صبر کے موقع پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ سچے ہیں۔ عہد اور ذمہ پورا کرنے میں سب سے آگے ہیں۔ بھلائی کا بدلہ مزید بھلائی کے ہمراہ دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ متواضع ہیں۔ سب سے زیادہ ایثار کرنے والے ہیں۔ اپنے اصحاب کی حمایت اور ان کے دفاع کے حوالے سے سب سے زیادہ شدید ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری میں ساری مخلوق سے آگے ہیں اور ممنوع کاموں میں باز رہنے میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ صلہ رحمی میں سب سے آگے ہیں۔ آپ ہی کی ذات شاعر کے اس شعر کی سب سے زیادہ حقدار ہے۔

بردٌ على الأدنى ومرحمةٌ　　　وعلى الأعادى مارِنٌ جلدُ

## حضرت علی کا بیان

حضرت علی فرماتے ہیں:

كان رسولُ الله ﷺ اجود الناس صدرًا' وأصدق الناس لهجة' والينهم عريكةً' واكرمهم عشرة' من رآه بديهةً هابه ومن خالطه معرفةً احبه' يقول ناعته: لم أرقبله' ولا بعده مثله ﷺ

''سینے کے (دل) اعتبار سے نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور گفتگو کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے تھے اور طبیعت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نرم دل تھے اور میل جول کے اعتبار سے سب سے زیادہ مہربان تھے جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا اور جو آپ سے مانوس ہو جاتا وہ سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتا۔ کسی نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔''[1]

حضرت علی کا یہ کہنا کہ سینے کے حوالے سے آپ سب سے زیادہ سخی تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا سینۂ مبارک نیکی اور خیر کی کثرت سے بھرا ہوا تھا۔ بھلائی آپ کی ذات سے پھوٹتی تھی۔ آپ تمام بہترین اخلاق اور بھلائیوں کے مالک تھے جیسا کہ کسی عالم کا قول ہے۔

---

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ '' الجامع الصحیح'' ' سنن (3638)' شمائل المحمدیہ (7)

**لیس فی الدنیا کلھا محل کان اکثر خیرًا من صدر رسول اللہ ﷺ، قد جمع الخیرُ بحذافیرہ، واُودع فی صدرہ ﷺ**

"دنیا میں کسی بھی جگہ پر نبی اکرم ﷺ کے سینۂ مبارک سے زیادہ بھلائی موجود نہیں ہے۔ پہلے تمام بھلائی کو ایک جگہ جمع کیا گیا اور پھر اسے آپ کے سینۂ مبارک میں ڈال دیا گیا۔"

حضرت علی کا یہ کہنا کہ گفتگو میں آپ سب سے زیادہ سچے تھے نبی اکرم ﷺ کی اس خوبی کا اعتراف آپ کے ان دشمنوں نے بھی کیا ہے جو ہمیشہ آپ کے خلاف کمربستہ رہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی آپ پر جھوٹ کا الزام عائد نہیں کیا۔ آپ کے پیروکاروں کی شہادت سے قطع نظر روئے زمین پر بسنے والے جو لوگ آپ سے جنگ و جدل میں مصروف رہے خواہ وہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب، ان میں سے کسی ایک نے بھی آپ پر کسی چھوٹے یا بڑے جھوٹ کا الزام عائد نہیں کیا۔

## ابوجہل کا اعتراف

مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں ابوجہل سے پوچھا نبی اکرم ﷺ کے دعویٰ نبوت سے پہلے آپ نے کبھی حضرت محمد پر جھوٹ کا الزام عائد کیا تو وہ بولا بھانجے (حضرت) محمد اپنی جوانی میں ہمارے درمیان امین کے نام سے پکارے جاتے تھے جب وہ ادھیڑ عمر ہو گئے تو اس وقت بھی انہوں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے پوچھا، ماموں جان پھر آپ ان کی پیروی کیوں نہیں کرتے تو اس نے جواب دیا بھانجے! ہمارے اور بنو ہاشم کے درمیان عزت اور بزرگی کے حصول کے لئے اختلاف رونما ہوا۔ انہوں نے لوگوں کو کھانا کھلانا شروع کیا ہم نے بھی شروع کر دیا۔ انہوں نے پانی پلانا شروع کیا ہم نے بھی شروع کر دیا۔ انہوں نے لوگوں کو پناہ دی ہم نے بھی پناہ دی جب اس مقابلے میں ہم دونوں فریق یکساں حیثیت اختیار کر گئے تو وہ بولے ہمارے درمیان ایک نبی موجود ہے اب ہم نبوت کہاں سے لے کر آئیں؟

مخالفین کے انہی اقوال کے جواب میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

**قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ**

الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الانعام:۳۳-۳۴)

''ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کی باتیں تمہیں غمگین کر دیتی ہیں یہ لوگ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں تم سے پہلے رسولوں کی یہی تکذیب کی گئی اور انہوں نے اس تکذیب پر صبر کیا...... انہیں اذیت پہنچائی گئی۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا اور تمہارے پاس (سابقہ) مرسلین کے بارے میں اطلاعات پہنچ چکی ہیں۔''

حضرت علی کا یہ کہنا کہ آپ طبیعت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نرم دل تھے یعنی لوگوں کے قریب رہتے تھے جو آپ کو بلاتا آپ اس کی دعوت قبول کرتے جو شخص آپ سے کوئی تقاضا کرتا آپ اس کی حاجت کرتے جو شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اس کی دل جوئی کرتے اور اسے محروم و نامراد نہیں لوٹاتے جب صحابہ کرام آپ سے کسی کام کے متمنی ہوتے تو آپ ان کی موافقت کرتے اور ان کا ساتھ دیتے اور جب خود آپ نے کسی کام کا ارادہ کرنا ہوتا تو تنہا فیصلہ نہ کرتے بلکہ صحابہ کرام سے مشورہ لیتے۔ ان میں سے صحیح مشورہ دینے والے کا مشورہ قبول کرتے اور اگر کسی کا مشورہ غلط ہوتا تو اس سے درگزر کرتے۔

حضرت علی کا یہ کہنا کہ میل جول کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ مہربان تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے پاس بیٹھنے والے شخص کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے۔ اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے اس کی عزت افزائی کرتے۔ پیشانی پر بل نہیں ڈالتے۔ گفتگو میں سختی نہیں کرتے۔ چہرہ پھیر کر نہیں بیٹھتے اور نہ ہی خاموش بیٹھے رہتے اگر پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی تو اس کا مواخذہ نہیں کرتے بلکہ اس شخص کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتے۔ آپ کا طرزِ سلوک یہی تھا کہ دوسروں کی کوتاہی اور زیادتی سے درگزر کرتے تھے۔ کسی پر ناراضی کا اظہار نہیں کرتے تھے نہ ہی کسی کو ملامت کرتے تھے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرتے جو کسی کو ناپسند ہوتا۔ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا ہر شخص آپ کے لطف، مہربانی، توجہ، شفقت، نصیحت، بھلائی اور (اس شخص کی اپنی غلطی کو) درگزر کرنے کی وجہ سے

یہی سمجھتا کہ وہ آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اتنا بہترین میل جول اور کس کا ہو سکتا ہے۔

## امام حسن کی روایت

امام حسن فرماتے ہیں میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں میں کس طرح رہا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا۔

کان النبی ﷺ دائم البشر ' سھل الخلق' لین الجانب' لیس بفظ ' ولا غلیظ' ولا صخاب' ولا فحاش' ولا عیاب' ولا مداح' یتغافل عما لا یشتھی' ولا یؤیس من راجیه' ولا یخیب فیه ' قد ترك نفسه من ثلاث : "المراء' والاِکثار' وترکِ ما لا یعنیه ' وترك الناس من ثلاث" کان لا یذمُّ احدًا ولا یعیبه ' ولا یطلب عورته ' ولا یتکلم الا فیما رجا ثوابه' واذا تکلم أطرق جلساؤُه ' کانما علی رؤوسھم الطیر ' فاذا سکت ' تکلموا' لا یتنازعون "عنده" الحدیث ' ومن تکلم عنده أنصتوا له حتی یفرغ' حدیثھم عند حدیث اولھم ' یضحك مما یضحکون منه ' ویتعجب مما یعتجبون منه ' ویصبر للغریب علی الجفوة من منطقه ' ومسألته ' حتی ان کان اصحابهٗ لیستجلبونھم' ویقول: اذا رأیتم طالب حاجة یطلبھا فأرفدُوه ' ولا یقبل الثناء الا من مکافئ ' ولا یقطع علی احدٍ حدیثه ' حتی یجوز فیقطعه بنھی او قیام

"نبی اکرم ﷺ خندہ رو تھے، ملنسار تھے، نرم مزاج تھے۔ آپ برے اخلاق کے مالک یا سخت دل نہیں تھے۔ بلند آواز سے گفتگو کرنے والے، فحش گفتگو کرنے والے (لوگوں کے) عیب بیان کرنے والے (خواہ مخواہ) تعریف کرنے والے نہیں تھے جس چیز کی ضرورت نہ ہو آپ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور آپ سے کسی چیز کا امیدوار مایوس نہیں ہوتا تھا۔ آپ تین خامیوں سے مکمل طور پر پاک تھے۔" [1]

اور لوگوں کے بارے میں آپ نے تین چیزوں کو مکمل طور پر ترک کر دیا تھا۔ آپ کسی

[1] ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ شمائل المحمدیہ (352)

کی مذمت یا عیب بیان نہیں کرتے تھے۔ آپ کسی کی خامی تلاش نہیں کرتے تھے اور آپ
صرف وہی گفتگو کرتے تھے جس سے ثواب حاصل ہو جب آپ گفتگو کرتے تو آپ کے ہم
نشین خاموش ہو کر بیٹھ جاتے یوں جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے جب آپ
خاموش ہوتے تو پھر وہ بولتے لیکن آپ کے ہم نشین آپ کی موجودگی میں آپس میں کوئی
بحث نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ کی موجودگی میں کوئی شخص بولتا تو باقی تمام افراد خاموش ہو
کر اس کی بات سنتے۔ سب لوگ ترتیب کے ساتھ گفتگو کرتے جس پر سب لوگ مسکراتے
آپ بھی اس پر مسکرادیتے جس بات پر دوسرے لوگ حیرانی کا اظہار کرتے آپ بھی اس پر
حیرانی کا اظہار کرتے اگر کوئی اجنبی گفتگو کے دوران یا کوئی بات پوچھتے ہوئے سختی یا بدمزاجی
کا مظاہرہ کرتا تو آپ صبر کا مظاہرہ کرتے۔ یہاں تک کہ اگر آپ کے صحابہ اسے روکنے کی
کوشش کرتے تو آپ فرماتے اگر کوئی ضرورت مند دیکھو تو اس کی ضرورت پوری کرنے کی
کوشش کرو حد سے زیادہ اپنی تعریف کو پسند نہیں فرماتے اور نہ ہی کسی دوسرے کی بات
کاٹتے۔ تاوقتیکہ کوئی شخص حد سے تجاوز نہ کر جائے۔ ایسے شخص کی بات کاٹ کر اسے روکتے یا
وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے۔

حضرت علی کا یہ کہنا کہ آپ کو اچانک دیکھنے والا شخص مرعوب ہو جاتا اور آپ سے
مانوس ہونے والا شخص آپ سے محبت کرنے لگتا۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کی دو خصوصیات
بیان کی گئی ہیں یہ دونوں خصوصیات اللہ تعالیٰ اہل صدق اور اہل اخلاص کو عطا کرتا ہے اور وہ
دو خصوصیات یہ ہیں۔ رعب اور محبت ...... نبی اکرم ﷺ کو بھی یہ دونوں خصوصیات عطا کی گئی
تھیں جو شخص اچانک آپ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا اور اس کے دل میں آپ کی عظمت اور
جلال کا خیال راسخ ہو جاتا۔ اگرچہ وہ آپ کا دشمن ہی کیوں نہ ہوتا اور جب وہ آپ سے میل
ملاقات رکھتا تو آپ اس کے نزدیک ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہو جاتے۔ گویا آپ کو رعب
و جلال بھی حاصل تھا۔ عظمت شان بھی میسر تھی، عزت و بزرگی بھی حاصل تھی اور آپ لوگوں
کے محبوب بھی تھے اور محبت کا کمال یہی ہے کہ عظمت اور ہیبت اکٹھے ہو جائیں۔ ہیبت اور
عظمت کے بغیر محبت ناقص ہے جبکہ محبت کے بغیر ہیبت اور عظمت ناقص ہے۔ جیسا کہ ظالم
حکمرانوں کا رعب و دبدبہ ہوتا ہے لیکن یہ رعب ناقص ہے۔ کمال یہی ہے کہ محبت اور
مودت، تعظیم اور اجلال کے ہمراہ ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب محبوب ایسی صفاتِ کمال

سے متصف ہو جن کی بدولت اس کی تعظیم بھی کی جائے اور اس سے محبت بھی کی جائے۔

کیونکہ ہر مخلوق کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ صفاتِ کمال سے زیادہ متصف ہے اس لئے وہ اس بات کا مستحق ہوگا کہ اس کی عظمت کا احساس دل میں جاگزیں کیا جائے۔ اس کی کبریائی کا اعتراف کیا جائے۔ اس کی ہیبت اور محبت کو دل میں جگہ دی جائے بلکہ دل کے ہر حصے میں اس کی محبت رچ بس جائے اور اس بارے میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ یہی وہ شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا یعنی کسی اور سے اسی کی مانند محبت کی جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (البقرۃ: ۱۶۵)

"اور بعض لوگ (اپنے باطل معبودوں کو) اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور ان سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کرتے ہیں اور اہل ایمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے کہ جو شخص غیر اللہ سے اللہ کی مانند محبت کرے وہ گویا اس غیر کو شریک ٹھہراتا ہے۔

(قرآن کہتا ہے) جہنم میں اہل جہنم اپنے باطل معبودوں سے کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(الشعراء: ۹۷-۹۸)

"اللہ کی قسم! ہم تو کھلی گمراہی کا شکار تھے کہ ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر سمجھ رکھا تھا۔"

ان کفار نے ان باطل معبودوں کو زمین و آسمان کی تخلیق اپنی یا اپنے آباؤ اجداد کی تخلیق میں اللہ کا شریک نہیں ٹھہرایا تھا بلکہ وہ جس طرح اللہ سے محبت کرتے تھے اسی طرح اپنے اور نام نہاد خداؤں سے بھی محبت کرتے تھے۔ عبادت کی حقیقت محبت اور عاجزی ہے اور یہی وہ اجلال و اکرام ہے جسے اپنی صفت کے طور پر ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (رحمن: ۷۸)

''بابرکت ہے تمہارے پروردگار کا نام جو جلال اور اکرام والا ہے۔''

اس آیت کی درست تفسیر یہی ہے کہ یہاں جلال سے مراد تعظیم ہے اور اکرام سے مراد محبت ہے۔ انسان کے اس کلمے میں یہی راز پوشیدہ ہے۔

لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر

''اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔''

امام احمد کی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

ألصوا بیا ذاالجلال والاکرام

''یا ذوالجلال والاکرام پڑھا کرو۔'' [1]

یعنی اسے لازم کرلو اور اس کا ورد کیا کرو۔

## اسم اعظم

مسند ابویعلی موصلی میں ایک صحابی کے حوالے سے منقول ہے کہ وہ اسم اعظم جاننا چاہتے تھے تو ایک رات خواب میں انہوں نے آسمان میں ستاروں سے یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے۔

یا بدیع السمٰوٰت والارض، یا ذاالجلال والاکرام

''اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! اے جلال اور اکرام والے!'' [2]

کسی بھی انسان سے کی جانے والی محبت اور اس کی تعظیم اسی وقت جائز ہے جب وہ اللہ کی محبت کے تابع ہو۔ انسان کا اللہ کے رسول سے محبت کرنا بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے کیونکہ یہ آپ کو بھیجنے والی ذات کے ساتھ محبت اور اس کی تعظیم کے مترادف ہے۔ آپ کی امت کے لوگ آپ سے اس لئے محبت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرتا ہے اور وہ آپ کی اس لئے تعظیم وتکریم کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت افزائی کرتا ہے۔ گویا اللہ کے لئے کی جانے والی یہ محبت اللہ کی محبت میں اضافے کا باعث بنتی

---

[1] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''الجامع الصحیح'' (3524) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند'' (177/4) نسائی، احمد بن شعیب سنن کبریٰ (409/4) حاکم، ''المستدرک علی الصحیحین'' (498/1-499)

[2] مسند ابویعلیٰ، احمد بن علی، المسند ر(7206)

ہے۔ اہل علم اور اہل ایمان کی محبت کا بھی یہی معاملہ ہے۔ صحابۂ کرام کی محبت اور ان کی تعظیم اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے تابع ہے۔ مختصر یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رعب اور محبت کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے اور ہر مسلمان اسی میں سے اپنا حصہ حاصل کرتا ہے۔

خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں بندۂ مومن کو حلاوت اور رعب عطا کیا جاتا ہے۔

یعنی اس سے محبت بھی کی جاتی ہے اور اس کا رعب بھی قائم رہتا ہے۔ بندۂ مومن کی تعظیم اس لئے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے ایمان کی خلعت پہناتا ہے۔ جس کا بنیادی تقاضا یہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایک انسان کسی دوسرے انسان کے نزدیک اتنا محبوب، بارعب اور معزز نہیں ہو سکتا جتنا نبی اکرم ﷺ صحابۂ کرام کے نزدیک محبوب، بارعب اور معزز تھے۔

حضرت عمرو بن العاص نے اسلام لانے سے پہلے یہ کہا تھا کہ میرے نزدیک نبی اکرم ﷺ سے ناپسندیدہ شخص اور کوئی نہیں ہے مگر جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کے نزدیک کوئی بھی شخص نبی اکرم ﷺ سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔ آپ فرماتے ہیں اگر تم یہ چاہو کہ میں تمہارے نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کروں تو میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کے رعب و جلال کی وجہ سے میں نے کبھی بھی نظر بھر کے آپ کو نہیں دیکھا۔

عروہ بن مسعود (جو غیر مسلم تھے اور مشرکین کے نمائندے کی حیثیت سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے واپس جا کر) قریش سے کہا تھا۔

"اے میری قوم! اللہ کی قسم! مجھے کسریٰ (شاہ ایران) قیصر (شاہِ روم) اور دیگر بادشاہوں کے درباروں میں جانے کا موقع ملا ہے لیکن ان بادشاہوں میں سے کسی ایک کے درباری اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم نہیں کرتے جتنی تعظیم حضرت محمد کے اصحاب حضرت محمد کی کرتے ہیں۔ یہ لوگ آپ کی تعظیم کی وجہ سے نظر بھر کر آپ کی طرف نہیں دیکھتے۔ آپ جو تھوک پھینکتے ہیں وہ زمین پر نہیں گرتا بلکہ کوئی شخص ہاتھ آگے کر کے اسے پکڑ لیتا ہے اور پھر اسے اپنے چہرے اور سینے پر مل لیتا ہے جب آپ وضو کرتے ہیں تو آپ کے وضو کا استعمال شدہ پانی لینے کے لئے ہر شخص پوری کوشش کرتا ہے۔"

جب نبی اکرم ﷺ کی ذات ایسی صفات پر مشتمل ہے جس کا بنیادی تقاضا یہی ہے کہ

یکے بعد دیگرے آپ کی تعریف کی جائے تو اسی لئے آپ کا نام محمد رکھا گیا گویا یہ اسم اپنے مسمیٰ کے موافق ہے اور یہ لفظ اپنے معنی کے مطابق ہے۔

## احمد اور محمد میں فرق

لفظ احمد اور لفظ محمد میں دو بنیادی فرق ہیں۔

پہلا فرق یہ ہے کہ محمد ایسے محمود کو کہا جاتا ہے جس کی یکے بعد دیگرے حمد کی جائے اور یہ حامدین کی بکثرت محمد پر دلالت کرتا ہے اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ قابل تعریف صفات آپ کی ذات میں بکثرت موجود ہوں جبکہ احمد اسم تفصیل کا صیغہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حمد کے سب سے زیادہ مستحق آپ ہیں گویا لفظ محمد میں حمد کی کمیت میں زیادتی پائی جاتی ہے اور لفظ احمد میں حمد کی کیفیت میں زیادتی پائی جاتی ہے لہٰذا کسی بھی انسان کی جو حمد کی جاسکتی ہے نبی اکرم ﷺ کی حمد اس سے زیادہ بھی ہے اور افضل بھی۔

دوسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ محمد سے مراد وہ محمود ہے جس کی تکرار کے ساتھ حمد کی جائے اور احمد سے مراد وہ ذات ہے جو ساری مخلوق کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر اپنے پروردگار کی تعریف کرے۔ گویا نبی اکرم ﷺ کا ایک اسم یعنی محمد آپ کے محمود ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا اسم یعنی احمد آپ کے سب سے عظیم حامد ہونے پر دلالت کرتا ہے..... اور یہ بات قیاس کے مطابق ہے کیونکہ فعل تعجب یا اسم تفصیل فاعل کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں مفعول کے معنی میں نہیں۔ بصرہ کے رہنے والے علم نحو کے ماہرین اسی بات کے قائل ہیں۔ اسی لئے یہ حضرات فعل اور فعل سے آنے والے اسم تفصیل یا فعل تعجب کو فعل سے منقول مانتے ہیں۔ یہ حضرات اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ فعل ہمزہ کے ذریعے متعدی ہوتا ہے لہٰذا وہ ہمزہ ہی متعدی کرلے گا جیسے ما اظرف زیدا واکرم اعمروا ان دونوں کی اصل ظرف اور کرم ہے۔ کیونکہ جس چیز کے بارے میں تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے وہ درحقیقت فاعل ہے لہٰذا ضروری ہوگا کہ فعل تعجب متعدی نہ ہو۔

(یہاں یہ سوال پیش کیا جاتا ہے) ما اضرب زید العمرو میں فعل متعدی رہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس فعل کو ضرب سے نقل کر کے فعل لازم کے وزن پر یعنی فعل کے وزن پر لایا گیا ہے اور پھر اس فعل کو ہمزہ کے ذریعے متعدی کیا گیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے ہمراہ لام ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہا گیا ہے ما اضرب زید العمرو اگر یہ فعل بدستور

متعدی رہتا تو ما اضرب زیدا عمرا کہا جاتا کیونکہ فی نفسہ یہ ایک اسم کی طرف متعدی ہو رہا ہے اور دوسرے اسم کی طرف ہمزہ تعدیہ کے ہمراہ متعدی ہو رہا ہے...... پس اب اگر اسے حمزۂ تعرہ کے ہمراہ مفعول کی طرف متعدی کیا جائے گا تو دوسرے اسم کی طرف لام کے ذریعے متعدی کرنا پڑے گا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ فعل لازم ہے اسی اصول کے پیش نظر علم نحو کے ماہرین اس کو فاعل کے طور پر استعمال کرتے ہیں نہ کہ اس فعل کے طور پر جو مفعول کی طرف لازم ہوتا ہے۔ علم نحو کے بعض دیگر ماہرین کے نزدیک فعل تعجب اور اسم تفصیل دونوں کی بنیاد فاعل کے فعل اور مفعول پر واضح ہونے والے فعل دونوں کو بنایا جا سکتا ہے...... جیسے عرب کہتے ہیں۔ ما اشغل بالشی یہ لفظ شغل بہ سے ماخوذ ہے جو سُئِلَ کے وزن پر آیا ہے لہٰذا تعجب کا اظہار اس چیز پر کیا جائے گا جس میں مشغول ہے نہ کہ مشغول ہونے والے پر تعجب کا اظہار کیا جائے گا۔

اسی طرح عرب کہتے ہیں ما اولعہ بکذا یہ بھی مبنی لامفعول ہے کیونکہ اہل عرب اس فعل سے ہمیشہ مفعول کے معنی مراد لیتے ہیں۔ فاعل کے معنی مراد نہیں لیتے اسی طرح ما اعجبہ بکذا میں مبنی للمعغول کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ما احبہ الیہ میں محبت کا تعلق مفعول کے ساتھ ہے۔ اسی طرح ما ابغضہ الیہ کا تعلق بھی مفعول کے ساتھ ہے وامقتہ الیہ کا تعلق بھی مفعول کے ساتھ ہے۔

## ایک مشہور مسئلہ کا بیان

یہاں ایک مشہور مسئلہ ہے جس کا ذکر سیبویہ نے کیا ہے۔ جب آپ ''ما ابغضی لہ''، ''ما احبی لہ'' یا ''ما امقتنی لہ'' کہتے ہیں تو یہ افعال، فاعل کے معنی میں استعمال ہوں گے اور فاعل کی حیثیت پر تعجب کا اظہار کریں گے لیکن جب آپ ما البغضی ایہ، ما امقسنی ایہ، ما اضبتی ایہ، کہیں گے تو اب تعجب کا اظہار مفعول کی حیثیت پر ہوگا یعنی جو فعل تعجب ''ل'' کے ہمراہ ہوگا اس کا تعلق فاعل کے ساتھ ہوگا اور جو ''الیٰ'' کے ہمراہ ہوگا اس کا تعلق مفعول کے ساتھ ہوگا یعنی اگر آپ یہ کہیں ''ما احبہ الی'' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص میرے نزدیک کتنا محبوب ہے۔

علم نحو کے اکثر ماہرین نے یہی اصول بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ''ل'' معنی میں فاعلت کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے آپ سے پوچھا جائے ''لمن

ہذا الفعل'' (یہ کام کس کا ہے؟) تو آپ کہیں گے ''لزید'' (زید کا ہے) جبکہ ''الی'' معنی میں مفعولیت کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے اگر آپ سے پوچھا جائے ''الی من یصل ہذا المغل'' (یہ کام کس تک پہنچے گا؟) تو آپ جواب دیں گے ''الی زید'' (زید تک)

اس کی حکمت یہ ہے کہ ''ل'' ملکیت، ااختصاص اور استحقاق کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ فاعل کی بنیادی خصوصیات ہیں جو مالک اور مستحق ہوتا ہے جبکہ ''الی'' انجام بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور فعل کا انجام مفعول سے تعلق رکھتا ہے۔

## حضرت کعب بن زہیر کا شعر

مفعول کے معنی میں فعل تعجب کی مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ کے بارے میں حضرت کعب بن زہیر کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے۔

فلھو اخوف عندی اذ اکلمہٗ
وقیل انک محبوسٌ و مقتولُ
من ضیغم من ضراء الارض مخدرہٗ
ببطن عثر غیلٌ دونہٗ غیلُ

یہاں لفظ ''اخوف'' خاف کی بجائے خیف سے ماخوذ ہے جیسے احمد، حمد کی بجائے حمد سے ماخوذ ہے۔

اسی طرح ''ماجنہ'' (وہ کیسا مجنوں ہے؟) یہ لفظ جُنَّ سے ماخوذ ہے۔

اہل بصرہ یہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بہت کم استعمال ہوتے ہیں اس لئے اسے قاعدہ قرار نہیں دیا جا سکتا جبکہ نحو کے دیگر ماہرین کے نزدیک یہ بات عربوں کے عام محاورے میں شامل ہے اسے شاذ قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ شاذ وہ چیز ہوتی ہے جو عام محاورے سے مختلف ہو جبکہ یہ مثالیں شاذ نہیں ہیں۔

آپ نے پہلے فعل لازم کو فرض کہا اور پھر اسے مجہول کے صیغے میں منتقل کیا۔ اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

آپ نے جو دلیل پیش کی ہے کہ یہاں ہمزہ کے ذریعے فعل لازم کو متعدی کہا گیا ہے تو ایسا نہیں ہے کیونکہ یہاں ہمزہ متعدی کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ تعجب اور بفضل کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے جیسے فاعل میں ''الف''، مفعول میں

''و''، بابِ افتعال میں ''ت'' مطارعۃ کے لئے استعمال ہوتی ہے اور اسی طرح دیگر حروف فعل ثلاثی کے ہمراہ مل کر معنی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ثلاثی مجرد کے اصل معنی میں پیدا ہونے والی تبدیلی پر دلالت کرتے ہیں۔اسی طرح یہ ''ہمزہ'' متعدی کرنے کی بجائے تعجب کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس فعل کو ''ہمزہ'' کے ذریعے متعدی کیا جا سکتا ہوتو اسے حرفِ جر یا تضعیف (یعنی باب تفصیل پر لے جا کر ''ع'' کلمے کو مشدد پڑھا جائے) کے ذریعے متعدی کرنا بھی جائز ہونا چاہئے جیسے آپ کہہ سکتے ہیں۔

اَجْلَسْتُ زَیْدًا، جَلَّسْتُہٗ، جَلَسْتُ بِہٖ (میں نے زید کو بٹھایا)

اسی طرح دیگر مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

لیکن فعل تعجب میں اس ہمزہ کے نائب کے طور پر کچھ اور نقل نہیں کیا جا سکتا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ہمزہ متعدی کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوا۔

(ii) فعل تعجب کے ہمراہ ''ب'' (حرفِ جر کے طور پر استعمال ہونے والا ''ب'' جو متعدی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے) کا اضافہ کیا جا سکتا ہے یعنی ''اکرم بہ'' کا مطلب ''ما اکرمہ'' اور ''احسن بہ'' کا مطلب ''ما احسن'' ہے لیکن کسی ایک فعل میں متعدی کرنے والے دو امور اکٹھے نہیں ہو جاتے۔

(iii) آپ کہتے ہیں ما اعطی زید للدراھم یا ما اکساہ للثیاب، یہ دونوں افعال بذاتِ خود متعدی ہیں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ما اعطما دراصل عطو سے ماخوذ ہے جس کا معنی کوئی چیز حاصل کرنا ہے اور پھر اس کے شروع میں ہمزہ لا کر اسے متعدی کہا گیا ہے جیسا کہ بعض حضرات نے اس کی یہی تاویل بیان کی ہے کیونکہ اس صورت میں معنی میں فساد لازم آئے گا۔اس لئے کہ اس فعل کے ذریعے تعجب کا اظہار عطا کرنے پر کیا جا رہا ہے۔حاصل کرنے پر نہیں۔اس لئے اس میں ہمزہ تعجب اور تفضیل کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے اور جو فعل کا ہمزہ تھا اسے حذف کر دیا گیا۔اس لئے اس ہمزہ کو متعدی قرار دینا درست نہیں ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ اسے ''ل'' کے ذریعے متعدی کیا گیا ہے جیسے ما اضربد لی زید، اگر یہ فعل لازم نہ ہوتا تو اسے ''ل'' کے ذریعے متعدی نہ کیا جاتا۔یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہاں

"ل" فعل کو تقویت دینے کے لئے ہے جبکہ وہ غیر منسلک ہونے کی وجہ سے کمزور ہو جائے گا اور صرف ایک ہی طریقے کو لازم کرنے کی وجہ سے افعال کے مخصوص طریقے سے ہٹ جائے گا۔ اس وقت اس کا بنیادی تقاضا کمزور پڑ جائے گا۔ اسے "ل" کے ذریعے تقویت دی جائے گی۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے اگر فعل کے معمول کو اس پر مقدم کر دیا جائے تو "ل" کے ذریعے اسے تقویت دی جاتی ہے اور اس فعل کے مؤخر ہونے کی وجہ سے معمول کو لاحق ہونے والی کمزوری کو "ل" کے ذریعے دور کیا جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنْ کُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ (یوسف:۴۳)

"اگر تم خوابوں کی تعبیر بیان کر سکتے ہو۔"

اسی طرح جب وہ اسم فاعل ہو تو بھی "ل" کے ذریعے تقویت دی جائے گی جسے آپ کہیں گے "انا محب لک" یا "مکرم لزید" وغیرہ یعنی جب یہ فعل "منع صرف" ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تو اسے "ل" کے ذریعے تقویت دی جائے گی یہی راجح مذہب ہے جیسا کہ آپ خود جائزہ لیں؟"

## "احمد" اور "محمد" کے اسرار

اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کا نام "محمد" اور "احمد" کیوں رکھا گیا کیونکہ دیگر تمام مخلوق کے مقابلے میں آپ کی سب سے زیادہ اور افضل تعریف کی جاتی ہے لہٰذا یہ دونوں اسماء مفعول کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہی مختار مذہب ہے۔ آپ کی تعریف اور اپنی معنویت کے اعتبار سے اسے مراد لینا ہی بارغت کے اصولوں کے مطابق ہے۔

اگر لفظ "احمد" کے ذریعے فاعل کے معنی لئے جائیں تو آپ کو "حماد" یعنی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا کہیں گے جیسا کہ آپ کے نام مبارک "محمد" کا مطلب یہ ہے کہ جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے کیونکہ آپ اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرتے ہیں اس لئے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اگر آپ کے نام فاعل کے معنی میں ہوں تو آپ کو حماد کہنا زیادہ مناسب ہوگا جیسا کہ آپ کی امت کو "حمادون" کہا گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ دونوں اسماء نبی اکرم ﷺ کے اخلاق اور آپ کی ان خصوصیات کی بدولت مشتق کئے گئے ہیں جس کی موجودگی میں آپ اس بات کے مستحق ہیں

کہ آپ کو ''محمد'' اور ''احمد'' کہا جائے کیونکہ آپ ہی وہ ہستی ہیں، اہل دنیا و اہل آخرت جس کی تعریف کرتے ہیں۔ اہل آسمان اور اہل زمین جس کی تعریف کرتے ہیں اس لئے آپ کی انہی ناقابل شمار خصوصیات کی بدولت آپ کے یہ دونوں نام رکھے گئے ہیں جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ مقدار اور صفت کے اعتبار سے آپ کو قابل تعریف ہونے میں سب پر فوقیت حاصل ہے۔

# فصل

ایک گروہ، جس میں ابوالقاسم سہیلی بھی شامل ہیں، اس بات کا قائل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا نام ''محمد'' رکھے جانے سے پہلے، آپ کا نام ''احمد'' رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے نام مبارک ''احمد'' کے ذریعے آپ کی آمد کی خوش خبری سنائی تھی۔

## حضرت موسیٰ کی خواہش

ایک اور طویل حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس خواہش کا تذکرہ ملتا ہے کہ آپ نے بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کی۔

> ''اے اللہ! میں اس امت کی شان عجیب وغریب دیکھ رہا ہوں تو اسے میری امت بنادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ''احمد'' کی امت ہے تو حضرت موسیٰ نے دعا کی اے اللہ! مجھے ''احمد'' کی امت میں شامل کردے۔'' [1]

جبکہ آپ کا نام نامی ''محمد'' صرف قرآن میں مذکور ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (محمد: ۲)

> ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے جو اس (وحی) پر ایمان لائے جسے ''محمد'' پر نازل کیا گیا ہے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح: ۲۹)

> ''محمد، اللہ کے رسول ہیں۔''

ان حضرات کے نزدیک لفظ ''احمد'' فاعل کے معنی میں، اسم تفصیل کا صیغہ ہے یعنی آپ

---

[1] ابونعیم حلیۃ الاولیاء (376/3)

سب سے زیادہ اپنے پروردگار کی تعریف کرنے والے ہیں اور ''محمد'' کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق آپ کی تعریف کرتی رہتی ہے لیکن یہ بات اس وقت ہوگی جب آپ کا وجود مسعود ظاہر ہوگا کیونکہ اسی وقت اہل آسمان اور اہل زمین آپ کی تعریف کریں گے۔ قیامت کے دن اہل محشر بھی اسی وقت آپ کی تعریف کریں گے جب آپ کا وجود مسعود ظاہر ہوگا اور آپ کے وجود سے بھلائیاں ظاہر ہوں گی۔ اس وقت مخلوق بار بار آپ کی تعریف کرے گی۔ اس لئے آپ کا نام ''محمد'' رکھنے کو ''احمد'' سے موخر کیا گیا ہے۔

اس کلام پر کئی اعتبار سے مناقشہ کیا جا سکتا ہے۔

انجیل میں بھی نبی اکرم ﷺ کو ''محمد'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور تورات میں بھی آپ کا یہ نام مبارک مذکور ہے۔ اس کا اعتراف ہر وہ عالم کرلے گا جسے اہل کتاب میں سے ایمان لانے کا شرف حاصل ہوگا۔

اب ہم اس صریح نص کا تذکرہ کریں گے جو تورات میں موجود ہے اور پھر اس کی صحیح تفسیر بیان کریں گے۔

## تورات میں ذکرِ مصطفیٰ

اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضرت اسماعیل کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

''ہم نے اسے ممماد باد کے ذریعے برکت اور امان عطا کی۔''

اس بات کا ذکر حضرت اسماعیل کے ذکر کے بعد ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی اولاد میں بارہ عظیم لوگ پیدا ہوں گے جن میں ایک عظیم شخصیت کا نام ''ممماد باد'' ہوگا۔ اہل کتاب کے جن علماء کو مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا انہوں نے یہ صراحت کی ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ''میں نے تورات کی ایک شرع میں اس کلام کی تشریح پڑھی ہے۔ شارح کہتے ہیں یہ دونوں لفظ معنوی اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کے اسم مبارک ''محمد'' پر مشتمل ہیں۔ آپ لفظ ''محمد'' کے حروف کا جائزہ لیں آپ کو دونوں ''م'' اور ''د'' عبرانی نام کے دو ''م'' اور ایک ''د'' کے مقابلے میں نظر آئیں گے۔ لفظ ''محمد'' کی صرف ''ح'' باقی رہ جائے گی جو عبرانی لفظ کے دیگر حروف کے مقابلے میں آئے گی اور وہ حروف ''ب''، دو ''الف'' اور دوسری ''د'' ہیں۔''

## عبرانی اسم مبارک کے اسرار

عبرانی نام کے دونوں الفاظ کے ذریعے دوکلمات مراد ہیں کیونکہ علم الاعداد کے مطابق ''ح'' کے آٹھ عدد ہوتے ہیں۔ ''ب'' کے دو عدد ہوتے ہیں اور ہر ایک ''الف'' کا ایک عدد ہوگا جبکہ ''ذ'' کے چار عدد ہوں گے۔ یوں یہ مل کر آٹھ ہو جائیں گے اور عددِ جملی کے اعتبار سے یہ ''ح'' کا حصہ ہوں گے۔ اس لئے یہ دونوں طرح کے لفظ دوکلمات میں ہوں گے اور وہ دونوں ''ممادباذ'' ہیں جس کا تین چوتھائی حصہ نبی اکرم ﷺ کے اسم مبارک ''محمد'' پر صراحتاً دلالت کرتا ہے اور آخری چوتھائی حصہ تحریری طور پر اشارتاً دلالت کرتا ہے۔

اگر آپ یہ سوال کریں کہ اس تاویل کی دلیل کیا ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ اس کی تاویل وہ ہے جو علمائے یہود نے تورات کے اس نوعیت کے مشکل حروف کے بارے میں پیش کی ہے جیسے تورات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

> ''اے موسیٰ! بنی اسرائیل سے کہو ان کا ہر فرد اپنے کپڑے کے کنارے پر نیلے رنگ کا ڈورا باندھے جس کے آٹھ سرے ہوں اور جس پر پانچ گرہیں لگی ہوں اور اسے ''صیصیت'' کا نام دیں۔''

علمائے یہود فرماتے ہیں اس کی تاویل اور حکمت یہ ہے کہ جو شخص اس دھاگے کو دیکھے گا اس کے آٹھ سروں کو گنے گا اور اس کی پانچ گرہیں لگائے گا اور اس کا نام لے گا تو وہ اس چیز کا ذکر کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر فرض کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر 613 احکام نازل کئے تھے تو آپ دیکھیں اس نام میں ''ص'' دو مرتبہ استعمال ہوا اور ''ی'' دو مرتبہ استعمال ہوا۔ ان چاروں حروف کے مجموعی اعداد چھ سو ہیں۔ دونوں ''ص'' کے 200 اور دونوں ''ی'' کے 400 کناروں اور گرہوں کے تیسرا اعداد (مل کر 613 ہو گئے) گویا یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم کئے جانے والے فرائض کو یاد رکھو۔ تورات کے بہت سے مفسرین نے یہ بات بیان کی ہے کہ ان دونوں حروف کا مطلب ''بہت زیادہ'' ہے۔ لفظ ''ماذ'' تورات میں الگ سے ''بہت زیادہ'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے چونکہ دوسرے لفظ کے آغاز میں ''ب'' موجود ہے۔ اس وقت یہ مادہ درست نہیں ہوگا جب ان حروف کو ازلی کلام سے ارواح پر، کینونی رسم الخط میں حضرت موسیٰ پر نازل کیا گیا تو اس میں یہ حرف ''ب'' کے ساتھ لکھا ہوا تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس

سے وہ معنی مراد نہیں ہوں گے جو بعض لوگوں نے بیان کئے ہیں کہ یہ ''بہت زیادہ'' کے معنی میں ہے۔ اس لئے اس تفسیر کے علاوہ کوئی دوسری تفسیر نہیں کی جاسکتی (کہ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا نامِ مبارک ہے) اس کی تائید تورات کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل کے بارے میں بتایا۔

''اس کی اولاد میں 12 بزرگ پیدا ہوں گے جن میں سے ایک شخص کا نام ''ممادباذ'' ہوگا۔''

یہاں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ یہ دونوں لفظ دراصل کسی معین بزرگ کا نام ہیں جو حضرت اسماعیل کی اولاد میں پیدا ہوگا۔

اس سے ان شارحین کے موقف کی تردید ہو جاتی ہے جن کے نزدیک یہ لفظ مصدر کے معنی میں ہے اور تاکید کے لئے استعمال ہوتے ہیں کیونکہ جب یہ بات صراحتاً ثابت ہوگئی کہ یہ کسی معین شخص کا نام ہے تو اب یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ یہ معنوی طور پر اسم ہیں۔

## عربی اور عبرانی زبان میں مماثلت

دیگر اہل علم فرماتے ہیں اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے کہ تورات میں اس لفظ سے مراد نبی اکرم ﷺ کا نامِ مبارک ہے یا نہیں ہے کیونکہ تورات میں آپ کا نامِ مبارک اس سے واضح انداز میں موجود ہے۔ تورات کی زبان عبرانی ہے جو دیگر تمام زبانوں کے مقابلے میں عربی سے زیادہ قریب ہے حروف کی ادائیگی اور ان کی حرکات کے حوالے سے ان دونوں زبانوں میں خاصی مناسبت پائی جاتی ہے۔ جیسے

عرب کہتے ہیں (ہ)

اور عبرانی کہتے ہیں (لو)

عرب کہتے ہیں ''قدس'' اور عبرانی کہتے ہیں ''قدشی''

عرب کہتے ہیں ''انت'' اور عبرانی کہتے ہیں ''انا''

عرب کہتے ہیں ''یاتی کذا'' اور عبرانی کہتے ہیں ''یؤتی''

عرب کہتے ہیں ''قدسک'' اور عبرانی کہتے ہیں ''قدشما''

عرب کہتے ہیں ''منہ'' اور عبرانی کہتے ہیں ''ممنو''

عرب کہتے ہیں ''من ھوذا'' اور عبرانی کہتے ہیں ''مھوذا''

عرب کہتے ہیں ''سمعتک'' اور عبرانی کہتے ہیں ''شمعیغا''
عرب کہتے ہیں ''من'' اور عبرانی کہتے ہیں ''می''
عرب کہتے ہیں ''یمیمیہ'' اور عبرانی کہتے ہیں ''مینو''
عرب کہتے ہیں ''امۃ'' اور عبرانی کہتے ہیں ''اُموٗ''
عرب کہتے ہیں ''ارض'' اور عبرانی کہتے ہیں ''آریض''
عرب کہتے ہیں ''واحد'' اور عبرانی کہتے ہیں ''ایجاذ''
عرب کہتے ہیں ''عالم'' اور عبرانی کہتے ہیں ''عولام''
عرب کہتے ہیں ''یحبس'' اور عبرانی کہتے ہیں ''کیبیں''
عرب کہتے ہیں ''یاکل'' اور عبرانی کہتے ہیں ''یوخل''
عرب کہتے ہیں ''تین'' اور عبرانی کہتے ہیں ''تلین''
عرب کہتے ہیں ''الذ'' اور عبرانی کہتے ہیں ''اولوہ''
عرب کہتے ہیں ''الھنا'' اور عبرانی کہتے ہیں ''الوہینو''
عرب کہتے ہیں ''ابانا'' اور عبرانی کہتے ہیں ''ابوتینا''

عبرانی کہتے ہیں ''یاصباع الوہیم'' اور اس کا معنی یا اصبح الالہ لیتے ہیں۔

عبرانی ''مانم'' کہہ کر ''ابن'' مراد لیتے ہیں۔

عبرانی ''حالیب'' سے ''حلیب'' مراد لیتے ہیں۔

عرب کہتے ہیں لا تاکل الجدی فی حلیب امہ، عبرانی جملے کو یوں بولتے ہیں، لوتوخل لذی باحالوب امو یعنی عبرانی ''لاتاکلوا'' کو ''لوتوخلوا'' کہتے ہیں۔ عبرانی ''کتب'' کو ''المشنا'' کہتے ہیں جس کا عربی میں مطلب ''المثناۃ'' ہے۔ یعنی جسے دہرایا جائے اور بار بار پڑھا جائے۔ دونوں زبانوں کی فرصت پر ہم اس سے زیادہ گفتگو نہیں کریں گے۔ اسی میں وہ راز پوشیدہ ہے جسے وہ شخص سمجھے گا جو ان دونوں امتوں اور شریعتوں کا تقابلی جائزہ لے گا۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر تورات کا ذکر قرآن کے ہمراہ آیا ہے۔

جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَوَ لَمْ یَکْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا وقفة قف وَقَالُوْٓا اِنَّا بِکُلٍّ کٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ فَاْتُوْا بِکِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ

اَهۡدٰی مِنۡهُمَاۤ اَتَّبِعۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ○ (القصص: ۴۸-۴۹)

''اس سے پہلے عوض کو جو دیا گیا کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ دونوں (یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون) جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ہم دونوں کا انکار کرتے ہیں تم کہہ دو! تم اللہ کی طرف سے وہ کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو میں اس کی پیروی کرلوں گا، اگر تم سچے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں ان لوگوں کی تردید کی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں۔

مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنۡ شَىۡءٍ ؕ قُلۡ مَنۡ اَنۡزَلَ الۡـكِتٰبَ الَّذِىۡ جَآءَ بِهٖ مُوۡسٰى نُوۡرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ

''اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی ہے تم پوچھو! موسیٰ جو کتاب لے کے آئے تھے وہ کس نے نازل کی تھی۔ (وہ کتاب جو) لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ (الانعام: ۹۱-۹۲)

''یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا یہ برکت والی ہے اور اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔''

پھر اسی سورت کے آخر میں ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىۡۤ اَحۡسَنَ وَتَفۡصِيۡلًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ○ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ○

''پھر ہم نے موسیٰ کو وہ کتاب عطا کی جو خوبیوں کے اعتبار سے مکمل تھی اور اس میں ہر شے کی تفسیر موجود تھی۔ وہ ہدایت اور رحمت تھی۔'' (وہ کتاب اس لئے عطا کی) تاکہ وہ (بنی اسرائیل) اپنے پروردگار سے ملاقات پر ایمان لے آئیں اور یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے، مبارک ہے۔ تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران کے آغاز میں ارشاد فرمایا ہے:

**الٓمّٓ ۝ لا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ لا مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ** (آل عمران: ۱-۴)

''الم! اللہ کی ذات وہ ہے جس کے سوا کوئی محبوب نہیں ہے۔ وہ حی اور قیوم ہے۔اس نے حق کے ہمراہ وہ کتاب نازل کی جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اوراس نے تورات اور انجیل نازل کی، اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

**وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝** (الانبیاء: ۴۸-۵۰)

''اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان، ضیاء اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت عطا کی۔ (وہ پرہیزگار) جو اپنے پروردگار سے غیبی طور پر ڈرتے ہیں اور وہ قیامت کا خوف رکھتے ہیں اور یہ مبارک ذکر جسے ہم نے نازل کیا ہے کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔''

## حضرت موسیٰ کو خراجِ تحسین

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے واقعات نقل کئے، انہیں دہرایا اور ان کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی جب لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائی تو آپ نے فرمایا:

**لقد او ذی موسیٰ با کثر من هذا فصبر**

''موسیٰ کو اس سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔'' [1]

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

**انه کائنٌ فی امتی ما کان فی بنی اسرائیل ' حتیٰ لو کان فیهم من**

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح'' (3150)' مسلم بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح'' (1062)

اتی امه علانیة لکان فی هذه الامة من یفعله

''بنی اسرائیل میں جو کچھ ہوا میری امت میں بھی وہی کچھ ہوگا اگر بنی اسرائیل میں کسی شخص نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ طور پر زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی شخص ایسا ضرور کرے گا۔'' [۱]

آپ ان دونوں رسولوں، کتابوں، شریعتوں، امتوں اور زبانوں کے درمیان تناسب پر غور کریں جب آپ ''محمد'' کے حروف اور ''مماد باذ'' کے حروف کا جائزہ لیتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے دونوں ایک ہی لفظ ہیں کیونکہ ان دونوں میں ''م'' موجود ہے اور ''ہمزہ'' اور ''ح'' کا مخرج ایک ہے۔

عبرانی زبان میں اکثر مقامات پر ''د'' کی جگہ ''ذ'' استعمال ہوتا ہے جیسے عبرانی ''واحد'' کو ''ایحاذ'' کہتے ہیں یا ''قدس'' کو ''قوذش'' کہتے ہیں۔

''د'' اور ''ذ'' ایک دوسرے کے قریب ہیں جو شخص ان دونوں زبانوں اور ان دونوں ناموں پر غور کرے گا اسے یقین آجائے گا کہ یہ دونوں ایک ہی لفظ ہیں۔ دونوں زبانوں میں ایک طرح کے الفاظ کی بہت سی مثالیں ہیں جیسے ''موسیٰ'' کو عبرانی میں ''موشیٰ'' کہا جاتا ہے جس کا معنی پانی اور درخت ہے۔ ''مو'' کا مطلب ''ماء'' (پانی) اور ''شی'' کا مطلب ''شجر'' (درخت) ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کو آل فرعون نے پانی اور درخت کے درمیان سے اٹھایا تھا اس لئے انہیں یہ نام دیا گیا ہے لہٰذا موسیٰ اور موشیٰ کے درمیان جو تفاوت پایا جاتا ہے وہی فرق ''محمد'' اور ''مماد باذ'' کے درمیان پایا جاتا ہے۔

اسی طرح اسماعیل کو عبرانی میں ''یشماعیل'' کہتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان وہی فرق موجود ہے جو محمد اور ''مماد باذ'' کے درمیان موجود ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھائی کا نام ''عیص'' تھا عبرانی میں انہیں ''عیسیٰ'' کہا جاتا ہے۔

ناموں کے علاوہ دیگر الفاظ میں بھی ان کی مثالیں دی جا سکتی ہیں جیسے ''یسمعون'' کو عبرانی میں ''یشماعون'' کہتے ہیں۔ ''اقیم'' کو عبرانی میں ''آقیم'' کہتے ہیں۔ ''من قارب'' کو ''می فارب'' کہتے ہیں ''اخوتہم'' کو ''اخیہیم'' کہتے ہیں۔ اہل کتاب میں سے جن علماء کو

---

[۱] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2641) حاکم' ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (129/1)

مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ سب ان باتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

اس تمام بحث کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کا نامِ مبارک محمد موجود ہے اسی طرح تورات میں بھی یہ نام موجود ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے جیسا کہ قرآن نے نقل کیا ہے آپ کا نام "احمد" اس لئے بیان کیا کیونکہ تورات میں آپ کا نام "محمد" اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور قرآن میں بھی آپ کا نام "محمد"، "احمد" سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ دونوں نام موجود ہیں۔

اس سے پہلے یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ یہ دونوں نام درحقیقت دو صفت ہیں اور ان دونوں کا صفت ہونا ان دونوں کے نام ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اصل مقصود ان کا معنی ہے لہٰذا ہر امت کو آپ کی جس صفت کے بارے میں زیادہ واقفیت حاصل ہوئی اس نے اسی نام کے مطابق آپ کو پہچانا۔

"محمد" مفعل کے وزن پر حمد سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایسی بہت سی خوبیاں ہیں جن کی بار بار تعریف کی جائے۔ اس کا اندازہ اس وقت ہوگا جب آپ کی خوبیاں، معارف، علوم، اخلاق، اوصاف اور ان افعال سے آگاہی حاصل ہو جن کی بدولت آپ یکے بعد دیگرے حمد کے مستحق قرار پاتے ہیں اور بلاشبہ بنی اسرائیل علم اور کتاب کے مالک تھے وہ کتاب جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (الاعراف: ۱۴۵)

"ہم نے اسے الواح میں وہ چیز لکھ کے دی جو ہر شے کے لئے نصیحت اور ہر شے سے متعلق تفصیل ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی امت حضرت مسیح کی امت کے مقابلے میں زیادہ علوم و معارف کی مالک ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح کی شریعت تورات اور اس کے احکام کے بغیر مکمل نہیں ہوتی کیونکہ حضرت مسیح اور ان کی امت احکام کا مدار تورات پر رکھتے تھے اور انجیل گویا تورات کو مکمل کرنے کے لئے تھی مگر قرآن ان دونوں کتابوں کے محاسن کا جامع ہے۔

اس لئے اس امت میں نبی اکرم ﷺ "محمد" کے نام سے معروف تھے یعنی وہ ذات جس میں وہ تمام بھلائیاں موجود ہیں جن کی بدولت وہ یکے بعد تعریف کی مستحق قرار پاتی ہے اور حضرت مسیح کی امت نے آپ کو "احمد" کے نام سے پہچانا یعنی وہ ذات جو دوسروں کے

مقابلے میں اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ اس کی تعریف کی جائے جو حضرت مسیح کی امت کو حاصل نہیں ہے اسی لئے انجیل کی زیادہ تر تعلیمات کا تعلق مواعظ، زہد، اخلاق، بھلائی کی ترغیب، درگزر کرنا، دوسروں کی مدد کرنا وغیرہ جیسے امور پر مشتمل ہے۔

## شریعت کی اقسام

یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ شریعت کی تین قسمیں ہیں:

وہ شریعت جو عدل کے مطابق ہو اور یہ تورات کی شریعت ہے جس میں حکم اور قصاص موجود ہیں۔

دوسری وہ شریعت جو فضل کے مطابق ہو اور یہ انجیل کی شریعت ہو جو معافی، عمدہ اخلاق، درگزر اور احسان کی تعلیمات پر مشتمل ہے جیسے اس کی تعلیمات میں یہ بات شامل ہے کہ جو شخص تمہاری چادر کھینچنا چاہے تم اسے اپنا لباس دے دو اور جو شخص تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تم اپنا بائیں گال آگے کر دو اور جو تمہارے ساتھ ایک میل ہے تم اس کے ساتھ دو میل چلو۔

ہمارے نبی کی شریعت ان دونوں کی تعلیمات کی جامع ہے۔ یہ قرآن کی شریعت ہے۔ قرآن عدل کا اور اس کے واجب ہونے کا ذکر کرتا ہے اور فضل کا اور اس کے مستحب ہونے کا بھی ذکر کرتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (الشوریٰ: ۴۰)

"برائی کا بدلہ اسی کی مانند برائی ہے لیکن جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس لئے اس امت عیسوی کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا نام اسم تفصیل کے وزن پر آیا ہے جو آپ کے فضل و کمال پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ آپ کی شریعت فضل پر مشتمل ہے اور تورات کی شریعت کی تکمیل کرتی ہے لیکن جو کتاب (یعنی قرآن) جو اپنے سے پہلے والی تمام کتابوں کی جامع ہے اس میں یہ دونوں نام اکٹھے ذکر کیے گئے ہیں۔ آپ ذرا اس پر غور کریں ان اسماء اور ان کے درمیان مناسبت ظاہر ہو جائے گی۔

شیخ ابوالقاسم کا یہ کہنا کہ "محمد" کا نام آپ کے وجود میں ظہور کے بعد لیا جا سکتا ہے

کیونکہ تبھی آپ کی تعریف بار بار ہو سکتی ہے تو آپ کے نامِ مبارک ''احمد'' میں بھی یہی چیز پائی جاتی ہے۔اسی طرح شیخ ابوالقاسم کا ''امی'' کے بارے میں یہ کہنا کہ اس وجہ سے ہے کہ آپ سب سے زیادہ اپنے پروردگار کی حمد کرتے ہیں اور اس معنی کو آپ کے قابل تعریف ہونے کے معنی پر ترجیح دی جائے گی۔اس کی بنیاد یہ ہے کہ آپ اسم تفصیل کو فاعل کے معنی میں استعمال کریں گے لیکن اگر آپ دوسرے قول جو صحیح ہے کے مطابق اسے مفعول کے معنی میں استعمال کرتے ہیں تو اس وقت یہ توجیہہ درست نہیں ہو گی جس پر ہم پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں۔

## چوتھی فصل

# لفظ آل کے معنی، اشتقاق اور احکام کا بیان

اس بارے میں دو قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ لفظ آل دراصل ''اہل'' ہے جس میں ''ہ'' کو ہمزہ سے تبدیل کر دیا گیا تو یہ ''أأل'' ہو گیا۔ اس مؤقف کے قائدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب اس لفظ کا اسم تصغیر بنایا جاتا ہے تو اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے ''اہیل'' کیونکہ یہ لفظ بذاتِ خود کسی کی نزع ہے۔ اس لئے اسے بعض مخصوص اسماء کی طرف نسبت کے حوالے سے مخصوص کر دیا گیا ہے جیسے اس لفظ کو اسمائے زمان یا اسمائے مکان بلکہ وہ تمام اسماء جو علم نہ ہوں، ان کی طرف مضاف نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ''آل رجل'' یا ''آل امراۃ'' نہیں کہا جا سکتا اسی طرح اس اسم کی نسبت اسم ضمیر کی طرف نہیں کی جا سکتی جیسے ''آلہ و آل'' نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس لفظ کی نسبت صرف اسی ذات کی طرف کی جائے گی جو عظیم مرتبے کی مالک ہو جس طرح قسم میں ''و'' کی جگہ ''ت'' استعمال کی جاتی ہے جبکہ ''و'' بذاتِ خود فعل قسم کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے تو ''ت'' قائم مقام کی بھی قائم مقام ہو جائے گی۔ اس لئے اسے صرف معزز اور باعظمت ترین اسم کے لئے مخصوص کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے۔

### لفظ آل کی تحقیق پر اعتراضات

مگر یہ قول کئی اعتبار سے ضعیف ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں کسی ضرورت کے بغیر انتہائی شاذ تبدیلی لازم آتی ہے باوجودیکہ وہ اصول کے خلاف ہوتی ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ لفظ ''اہل'' کی نسبت عاقل اور غیر عاقل دونوں کی طرف کی جا سکتی

ہے جبکہ لفظ ''آل'' کی نسبت صرف عاقل کی طرف کی جا سکتی ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ لفظ ''اہل'' علم (کسی کا مخصوص نام) یا اسم نکرہ دونوں کی طرف مضاف ہو سکتا ہے لیکن لفظ ''آل'' صرف ذات کی طرف مضاف ہو گا جو عظمت کی مالک ہو اور دوسرے لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ لفظ ''اہل'' اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں کی طرف مضاف ہوتا ہے جبکہ لفظ ''آل'' کی اسم ضمیر کی طرف نسبت کو علم نحو کے بعض ماہرین نے ممنوع قرار دیا ہے، اور جن حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے ان کے نزدیک بھی شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کی طرف اس کی آل کو منسوب کیا جائے تو وہ خود بھی ان میں شامل ہوتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر: ۴۶)

''آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

(آل عمران: ۳۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں میں سے منتخب کیا ہے۔''

ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

اِلَّا آلَ لُوْطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ (القمر: ۳۴)

''لوط کی آل کے سوا (سب عذاب کا شکار ہوئے) ہم نے انہیں (یعنی آلِ لوط کو) صبح کے وقت نجات عطا کی۔''

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِىْ اَوْفٰى

''اے اللہ! ابو اوفہ کی آل پر درود نازل کر۔''

یہ قاعدہ اس وقت جاری ہو گا جب آل کے ہمراہ اس شخص کا ذکر نہ ہو جس کی طرف آل کی نسبت کی گئی ہے اگر آل کے ہمراہ اس کا بھی ذکر ہو تو اس کی ایک صورت یہ ہو گی کہ

پہلے اس کا ذکر الگ سے کیا جائے اور پھر وہ آل کے حکم میں بھی شامل ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الگ سے ذکر کرنے کی وجہ سے آل میں اسے شامل کرنا ضروری نہ ہو لیکن ''اہل'' کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ جب آپ یہ کہیں گے جاء اھل زید (زہد کے اہل خانہ آئے) تو زہد خود ان میں شامل نہیں ہوگا۔

## لفظِ آل کی دوسری تحقیق

دوسرا قول یہ ہے کہ لفظ ''آل'' دراصل ''اول'' ہے۔ صحاح کے مصنف نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ''آل رجل'' سے مراد انسان کے اہل وعیال ہیں اور ''آلہ'' سے مراد انسان کے پیروکار ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک یہ لفظ ''آل یوول'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں لہٰذا ''آل رجل'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس شخص کی طرف رجوع کریں اور اس کی طرف منسوب ہوں۔ اسی سے لفظ ''ایالہ'' ماخوذ ہے جو سیاست کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا ''آل رجل'' سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو انسان کی طرف رجوع کرتے ہوں اور چونکہ انسان کی اپنی ذات دوسروں کی بہ نسبت اس رجوع کی زیادہ حقدار ہے اس لئے وہ اپنی آل میں شامل ہونے کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہوگا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنی آل کے لئے مخصوص ہے بلکہ وہ اس میں داخل ہوگا کیونکہ یہ مادہ (اول) شے کی اصل اور حقیقت کے اظہار کے لئے وضع کیا گیا ہے، اسی لئے کسی شے کی حقیقت ''تاویل'' کہا جاتا ہے کیونکہ اسی حقیقت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۚ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (الاعراف:۵۳)

''وہ صرف اس کی تاویل کا انتظار کر رہے ہیں جس دن یہ تاویل آ گئی اس دن وہ لوگ اسے بھولے ہوئے تھے یہ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار کے پیغامبر حق کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔''

رسل عظام کی دی ہوئی اطلاعات کی تاویل اس حقیقت کا سامنے آ جانا اور ظاہری آنکھوں سے دکھائی دینا ہے۔ تاویل رؤیاء کا بھی یہی مفہوم ہے یعنی خواب کی حقیقت ظاہری طور پر دکھائی دے۔ اسی طرح اس سے خارجی خوابوں کی تاویل ماخوذ ہے یعنی وہ خواب جو

عالم مثال میں دکھائی دیتے ہیں۔

تاویل کا لفظ انجام کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ○ (النساء: ۵۹)

''اگر تمہارے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف رونما ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ زیادہ بہتر اور زیادہ خوبصورت تاویل (انجام) ہوگی۔''

یعنی یہاں تاویل سے مراد بہترین انجام ہے کیونکہ امور کا انجام وہ حقائق ہوتے ہیں جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اسی طرح لفظ تاویل، تفسیر کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ کسی کلام کی تفسیر بیان کرنے کا مطلب اس کے معنی بیان کرنا ہیں اور اس حقیقت کو بیان کرنا ہے جو اس کلام سے مراد لی جا رہی ہے۔

اسی (اول) سے لفظ ''اوّل'' ماخوذ ہے کیونکہ یہ تمام اعداد کی اصل ہے۔ تمام اعداد اسی سے نکلتے ہیں۔

اسی طرح آل سے مراد انسان کی اپنی ذات بھی ہو سکتی ہے۔

اس قول کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ عرب اس بات کا التزام کرتے ہیں کہ لفظ آل کو اضافت کے ہمراہ نقل کیا جائے، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ لفظ آل کسی اضافت کے بغیر ذکر کیا جائے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

نحنُ آلَ اللهِ فی بلدتنا  لم نزل الاً علٰی عهد اِرَمْ

''ہم اپنے علاقوں میں اللہ کی آل ہیں۔ ہم اِرم کے زمانے کی آل نہیں ہیں۔''

عرب اس بات کا بھی التزام کرتے ہیں کہ لفظ آل کی اضافت اسم ظاہر کی طرف ہو۔ اسم ضمیر کی طرف اس کی نسبت بہت کم کی جاتی ہے بلکہ علم نحو کے بعض ماہرین نے اسم ضمیر کی طرف اس کی نسبت کو لحن (غلطی) قرار دیا ہے۔

شیخ ابو عبداللہ بن مالک فرماتے ہیں اسے لحن قرار دینا درست نہیں ہے۔ یہ عربی زبان کے محاورے کا حصہ ہے تاہم بہت کم استعمال ہوتا ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

انا الفارس الحامی حقیقة والدی      والی فما یحمی حقیقة آلکا؟

''میں شہسوار ہوں اور اپنے والد اور اپنی آل کی حقیقت کی حمایت کرنے والا ہوں۔ مگر تمہاری آل کی حقیقت کی حمایت کون کرے گا۔''

حضرت عبدالمطلب نے واقعۂ فیل کے موقع پر یہ شعر کہا تھا۔

وانصر علی آل الصلیب      و عابدیه الیوم آلك

''(اے اللہ!) صلیب کی آل اور اس کے عبادت گزاروں کے مقابلے میں آج اپنی آل کی مدد کر۔''

لہٰذا ان اشعار میں لفظ آل کی نسبت اسم ضمیر ''یک'' کی طرف کی گئی ہے۔

علم نحو کے بعض ماہرین یہ کہتے ہیں کہ لفظ ''آل'' کی نسبت صرف اس نام کی طرف کی جا سکتی ہے جو کسی انسان کا نام ہو حالانکہ یہ لفظ انسان کے نام کے علاوہ دیگر الفاظ کی طرف بھی اضافت کے ساتھ منقول ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

نجوت ولم یمنن علی طلاقه      سوی زبد التقریب من آل اعوجا

''میں کامیاب ہو گیا اور مجھ پر یہ احسان صرف گھوڑے کی آل میں سے'' اعوج گھوڑے کا نام ہے۔ [1]

علم نحو کے ماہرین یہ کہتے ہیں کہ لفظ ''آل'' کے احکام میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کی نسبت صرف اس ذات کی طرف کی جائے گی جو قابل تعظیم ہو اور جس کی پیروی کی جاتی ہو اسی لئے آل حائک (جولاہے کی اولاد) آل حجام (پچھنے لگانے والے کی اولاد) یا آل رجل (آدمی کی اولاد) نہیں کہا جا سکتا۔

جہاں تک اس لفظ کے معنی کا تعلق ہے تو ایک گروہ کے نزدیک آل کا اطلاق انسان کی اپنی ذات پر ہوتا ہے اور اس کے پیروکاروں پر ہوتا ہے۔ اہل خانہ اور عزیز و اقارب پر ہوتا ہے۔

پہلے معنی (یعنی انسان کی اپنی ذات) کی دلیل وہ حدیث ہے جس کے مطابق جب حضرت ابواوفیٰ صدقہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی

---

[1] الصناعہ لابن جنی (102/1) لسان العرب (34/1)

''اے اللہ! ابواوفی کی آل (یعنی ان کی ذات) پر درود نازل کر۔''

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰٓی اٰلِ یَاسِیْنَ (الصافات: ۱۳۰)

''آلِ یٰسین پر سلام نازل ہوئے''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ (اس طرح درود پڑھو)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ علٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔''

یہاں آلِ ابراہیم سے مراد خود حضرت ابراہیم ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر جس درود کا نزول مطلوب ہے اس سے مراد وہی درود ہے جو حضرت ابراہیم پر نازل ہوا ان کی آل تبعاً اس میں شامل ہوگی۔

بعض محققین کی رائے اس سے مختلف ہے ان کے نزدیک ''آل'' کا اطلاق صرف رشتہ داروں اور پیروکاروں پر ہوسکتا ہے۔ آپ نے جو دلائل پیش کئے ہیں ان میں آل سے مراد رشتہ دار ہیں۔ یعنی آلِ ابراہیم سے مراد دیگر انبیاء کرام ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا یہ کی جاتی ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر اسی طرح درود بھیجے جیسے اس نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں موجود تمام انبیاء پر درود بھیجا تھا۔ نہ یہ کہ صرف حضرت ابراہیم پر جس طرح بھیجا تھا۔ جیسا کہ یہی مضمون بعض دیگر روایات میں صراحتاً ان الفاظ میں منقول ہے...... کہ جس طرح تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔

## آلِ یاسین کی تحقیق

جہاں تک قرآن کی اس آیت کا تعلق ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰٓی اٰلِ یَاسِیْنَ (الصافات: ۱۳۰)

''الیاس پر سلام نازل ہو۔''

گو اس آیت کی دو قرأت ہیں۔

ایک قرأت الیاسین ہے۔ یہ لفظ اسماعیل کے وزن پر ہے اس کی دو صورتیں ہوسکتی

ہیں۔

(i) یہ اللہ کے نبی حضرت الیاس کا دوسرا نام ہو یعنی الیاس اور الیاسین اسی طرح ہوں جیسے میکال اور میکائیل (ایک ہی فرشتے کے دو نام ہیں)

(ii) یہ جمع کا صیغہ ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ الیاس کی جمع ہو اس وقت یہ دراصل الیاسیین ہو گا جیسے عبرانین ہے پھر دو ''ی'' میں سے ایک کی تخفیف کر دی گئی تو الیاسین بن گیا اور اس سے مراد حضرت الیاس کے پیروکار لوگ ہوں گے جیسا کہ مسی بوید نے اشعرون اور اعجون کی مثال دی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ الیاس کی جمع ہو اور اس میں ''ی'' محذوف ہو۔

دوسری قرأت یہ ہے۔

سَلامٌ عَلٰی آلِ یَاسِیْن (الصافات: ۱۳۰)

اس کی بھی کئی صورتیں ہیں۔

(i) یٰسین، حضرت الیاس کے والد کا نام تھا اور انہی کی طرف لفظ ''آل'' کی نسبت کی گئی ہے۔ جیسے آلِ ابراہیم۔

(ii) آل یاسین سے مراد حضرت الیاس خود ہیں گویا لفظ آل کی نسبت لفظ یاسین کی طرف ہے مگر آل سے مراد یاسین خود ہیں۔

(iii) ''دی'' نسبت کو محذوف کر دیا گیا اور کہا گیا جو اصل میں یاسین تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور آل سے مراد آپ کے دین کے پیروکار لوگ ہوں گے۔

(iv) یاسین سے مراد قرآن مجید ہے اور آل یاسین سے مراد اہل قرآن ہیں۔

(v) یاسین سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں اور آلِ یاسین سے مراد آپ کے عزیز واقارب اور آپ کے پیروکار ہیں...... جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔

یہ تمام اقوال ضعیف ہیں اور تمام مشکل اس وقت پیش آئی جب لفظ ''آل'' کی اضافت ''یاسین'' کی طرف کی گئی کہ آیا ان کا نام الیاس ہے یا الیاسین ہے کیونکہ قرآن میں یہ دونوں لفظ الگ الگ لکھے گئے ہیں۔ اس لئے بعض قراء نے اسے آل یاسین پڑھا ہے پس اہل علم کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت الیاس کے مختلف نام ہیں یاسین، الیاسین، الیاس اور ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ یاسین حضرت الیاس کی بجائے کسی اور کا نام ہے پھر ان

میں بھی اختلاف ہے۔

کلبی کہتے ہیں یاسین سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی آل پر سلام بھیجا ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک یاسین سے مراد قرآن ہے۔

## تحقیق پر نقد و تبصرہ

لیکن یہ تمام اقوال درست نہیں ہیں۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (ہماری تحقیق کے مطابق) یہ لفظ اصل میں ''آلِ یاسین'' ہے جیسے آل ابراہیم ہوتا ہے۔ اس کے آغاز میں ''ال'' کو حذف کر دیا گیا کیونکہ امثال کا اجتماع لازم آتا ہے اور خود اسم حذف شدہ مقام پر دلالت کرتا ہے۔ عربوں کے کلام میں یہ بات عام ہے کہ جب ایک ہی جیسے حروف اکٹھے ہو جائیں تو وہ ان سب کے تلفظ کو ناپسند کرتے ہیں لہٰذا جس حرف کو حذف کرنے میں کسی غلط فہمی کا امکان نہ ہو اسے حذف کر دیتے ہیں اگرچہ بعض اوقات ایک جیسے حروف میں سے کسی حرف کو حذف نہیں بھی کیا جاتا۔ اِنّی، انّی، کانی اور لکنی وغیرہ اسی طرح یتنی میں بھی حذف نہیں کرتے جب ''لعل'' میں ''لام''، ''ن'' کے مشابہ ہو تو اس کے ہمراہ ''ن'' کو محذوف کر دیتے ہیں۔ عجمی اسماء میں عرب عام طور پر اس طرح کی تبدیلیاں کر دیتے ہیں اس لئے وہ کبھی ''الیاسین'' کہتے ہیں کبھی ''الیاس'' کہتے ہیں اور کبھی ''یاسین'' کہتے ہیں۔ بعض اوقات ''یاس'' بھی کہہ دیتے ہیں پس ایک قرأت کے مطابق قرآن میں سلام خود حضرت الیاس پر نازل ہوا ہے اور دوسری قرأت کے مطابق ان کی آل پر نازل ہوا ہے۔

اسی اصول کے تحت ان دو گروہوں کے درمیان بھی فیصلہ ہو جائے گا جن میں یہ اختلاف ہے کہ اگر آل کو الگ سے ذکر کیا جائے تو جس شخص کی طرف آل کی نسبت کی گئی ہے کیا وہ خود اس آل میں شامل ہوگا (تو صحیح قول یہی ہے کہ وہ شامل ہوگا) جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر: ۴۶)

''آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کر دو۔''

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں فرعون بھی اپنی آل کے حکم میں شامل ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ (الاعراف: ۱۳۰)

"اور ہم نے آلِ فرعون کو برسوں (قحط) میں مبتلا رکھا۔"

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی

"اے اللہ! ابواوفی کی آل پر درود نازل کر۔"

بلاشبہ حضرت ابواوفی خود بھی اس میں شامل ہیں۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (درود اس طرح پڑھو)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ

"اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔"

بخاری کی اکثر روایات میں یہی الفاظ ہیں اور یہاں حضرت ابراہیم اپنی آل کے حکم میں داخل ہیں۔

شاید کسی کے اس قول سے اسی مفہوم کی وضاحت مقصود ہے کہ انسان کی آل اس کی ذات ہوتی ہے۔ (یعنی اس کی ذات بھی اس کی آل کے حکم میں شامل ہوتی ہے)

اب یہ مسئلہ رہ گیا کہ اگر کسی شخص کا ذکر کیا جائے اور پھر اس کی آل کا بھی ذکر کیا جائے تو وہ شخص آل کے حکم میں شامل نہیں ہوگا لہٰذا علیحدہ لفظ یا ساتھ ملے ہوئے لفظ کے درمیان فرق ہوگا اگر آپ یہ کہیں کہ یہ چیز زید کو اور زید کی آل کو دو تو اب یہاں زید اپنی آل کے حکم میں شامل نہیں ہوگا لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ یہ چیز آل زید کو دو تو اب زید بھی آل میں شامل ہوگا۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں جنہیں ہم کسی اور مقام پر ذکر کریں گے۔

اصول یہ ہے کہ کسی بھی لفظ کی اپنے معنی ومفہوم پر دلالت انفرادی یا اجتماعی طور پر ذکر کرنے سے مختلف ہو جاتی ہے جیسے فقیر اور مسکین کو جب اکٹھا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد دو صنفیں ہوں گی اور جب ان میں سے ہر ایک کو الگ ذکر کیا جائے تو یہ ایک صنف ہوں گے جیسے زکوٰۃ کے حکم میں یہ دونوں دو صنفیں ہیں اور کفارات کے حکم میں یہ ایک صنف ہیں۔ اسی طرح ایمان اور اسلام، بر اور تقویٰ، فحشیٰ اور منکر، فسق اور عصیان وغیرہ کی بھی یہی صورت ہو

گی۔اس کی مثالیں بے شمار ہیں بطورِ خاص قرآن میں بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

## فصل

نبی اکرم ﷺ کی آل کے بارے میں چار اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جس کے لئے صدقہ لینا حرام ہے۔

ان کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔امام شافعی اسی بات کے قائل ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ امام مالک کے اصحاب میں سے ابن قاسم نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد بنو ہاشم کے اوپر (نبی اکرم ﷺ کے جد اعلیٰ) غالب تک تمام حضرات کی اولاد اس میں شامل ہے۔اس میں بنو مطلب، بنو امیہ، بنو نوفل اور ان کے اوپر بنو غالب تک تمام لوگ شامل ہوں گے۔

امام مالک کے شاگردوں میں سے ''اشہب'' نے اس قول کو اختیار کیا ہے ان کا یہ قول ''الجواہر'' کے مصنف نے نقل کیا ہے۔ تاہم ''التبصرۃ'' کے مصنف شیخ خمی نے یہ قول ''اشہب'' کی بجائے ''اصبغ'' کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی آل پر صدقہ وصول کرنے کے حرام ہونے کے قائل حضرات میں امام شافعی، امام احمد اور بہت سے فقہاء شامل ہیں۔امام احمد اور امام شافعی کے اکثر اصحاب نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی آل کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف آپ کی اولاد اور آپ کی ازواجِ مطہرات ہیں۔

شیخ ابن عبدالبر اندلسی اپنی کتاب ''التمہید'' میں حضرت ابوحمید ساعدی کے حوالے سے منقول حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فقہاء کے ایک گروہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ آلِ محمد میں صرف نبی

اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی اولاد شامل ہیں کیونکہ ایک حدیث میں درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما۔''

اور حضرت ابوحمید ساعدی کے حوالے سے منقول حدیث میں درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ

''اے اللہ! تو حضرت محمد، آپ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی آل پر درود نازل کر۔''

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ آلِ محمد سے مراد ازواجِ مطہرات اور نبی اکرم ﷺ کی اولاد امجاد ہے۔

یہ فقہاء فرماتے ہیں کہ کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی کسی زوجۂ محترمہ یا آپ کی اولاد میں سے کسی کو صلی اللہ علیک (اللہ تعالیٰ تم پر درود بھیجے) کہہ سکتا ہے۔ سامنے موجود ہونے پر یہ کہے اور غیر موجودگی میں صلی اللہ علیہ کہہ سکتا ہے ان کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

یہ فقہاء فرماتے ہیں لفظ ''آل'' اور لفظ ''اہل'' کا معنی یکساں ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد بیویاں اور اولاد ہوتی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد قیامت تک آنے والے آپ کے تمام پیروکار ہیں۔ ابن عبدالبر نے بعض اہل علم کا یہ قول نقل کیا ہے جن میں حضرت جابر بن عبداللہ شامل ہیں۔ ان کا یہ بیان امام بیہقی نے نقل کیا ہے اور یہ قول سفیان ثوری اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام شافعی کے بعض اصحاب نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ شیخ ابوطیب طبری نے اپنی تعلیق میں اس قول کو نقل کیا ہے۔ امام محی الدین نووی نے صحیح مسلم کے حاشیے میں اس قول کو ترجیح دی ہے اور ازھری نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کی امت کے پرہیزگار لوگ

ہیں۔ قاضی حسین نے یہ قول نقل کیا ہے راغب اور دیگر اہل علم نے بھی یہ بات بیان کی ہے۔

# فصل

## آل سے مراد کیا ہے؟

پہلا قول یعنی آپ کی آل سے مراد وہ حضرات ہیں جن کے لئے صدقہ وصول کرنا حرام ہے اور پھر ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

**کان رسولُ اللہ ﷺ یؤتی بالنخل عند صرامہٖ ' فیجیء ھذا بتمرةٍ ' وھذا بتمرةٍ حتٰی یصیرَ عندہٗ کومٌ من تمر ' فجعل الحسنُ والحسینُ یلعبان بذلك التمر ' فاَخذ اَحدُھما تمرةً ' فجعلھا فی فیہِ ' فنظرَ الیہ رسولُ اللہ ﷺ فاَخرجھا من فیہ ' قال: ''اَما علمت اَنَّ آلَ محمدٍ لا یاکلون الصدقة''**

ایک مرتبہ کھجوریں اتارنے کے موسم میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی جارہی تھیں۔ ہر شخص اپنے حصے (کی زکوٰۃ یا عشر) کے مطابق کھجوریں لے کر آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر اکٹھا ہو گیا۔ حضرت حسن اور حضرت حسین ان کھجوروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک نے ایک کھجور اپنے منہ میں ڈالی۔ نبی اکرم ﷺ کی ان پر نظر پڑی تو آپ نے ان کے منہ میں سے کھجور نکالتے ہوئے فرمایا۔

کیا تم نہیں جانتے کہ محمد کی آل پر صدقہ کھانا حرام ہے۔

اسی روایت کو امام مسلم نے بھی نقل کیا ہے مگر ان کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے الفاظ یہ ہیں۔

**اِنا لا تحل لنا الصدقةُ**

''ہمارے لئے صدقہ (کھانا) حلال نہیں ہے۔''

---

1. بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (1485) مسلم، بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1069)

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت زید بن ارقم کے اس بیان کے طور پر نقل کیا ہے۔

**قام رسولُ اللہ ﷺ یوماً خطیباً فینا بماءٍ یدعی خمّاً بین مکةَ والمدینة، فحمدَ اللہ تعالیٰ، وأثنی علیه، وذکر، ووعظ، ثم قال: ''أمّا بعد: الا ایها الناسِ انما انا بشرٌ یوشك ان یاتینی رسولُ ربی عزوجل، وانی تاركٌ فیکم ثقلین: اولهما کتاب اللہ عزوجل، فیه الهدی والنور، فخذوا بکتاب اللہ، واستمسکوا به''، فحثّ علی کتاب اللہ، ورغّبَ فیه، وقال: ''وأهلُ بیتی، اذکرکم اللہ فی اهل بیتی! اذکرکم اللہ فی اهل بیتی!''**

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک کنواں ہے جسے ''خم'' کہا جاتا ہے۔ (حجۃ الوداع سے واپسی پر) نبی اکرم ﷺ نے اس مقام پر ہمیں خطبہ دیا۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر وعظ ونصیحت کی اور پھر فرمایا:

اما بعد اے لوگو! میں ایک انسان ہوں۔ میرے پروردگار کا فرستادہ (موت کا فرشتہ) عنقریب میرے پاس آنے والا ہے میں تمہارے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور موجود ہے پس تم اللہ کی کتاب کو حاصل کرلو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔

(راوی کہتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ نے کتاب اللہ کے بارے میں لوگوں کو ترغیب دی اور پھر فرمایا:

(دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے بارے میں، میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

(اس حدیث کے راوی حضرت زید بن ارقم کے شاگرد) حصین بن سبرہ کہتے ہیں میں نے دریافت کیا حضرت! اہل بیت کون ہیں؟ کیا نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں ہیں؟ تو حضرت زید نے جواب دیا آپ کی ازواجِ مطہرات آپ کے اہل بیت میں شامل ہیں (مگر یہاں) اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے لئے صدقہ قبول کرنا حرام ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

حضرت علی، حضرت علی کی آل، حضرت عقیل کی آل، حضرت جعفر کی آل اور حضرت عباس کی آل۔

میں نے پوچھا کیا ان سب لوگوں کے لئے صدقہ کھانا حرام ہے؟ تو حضرت زید نے فرمایا ہاں! [۱]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

**ان الصدقة لا تحل لآل محمد**

''آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔'' [۲]

تیسری دلیل وہ حدیث ہے جو صحیحین میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے جس کے مطابق خاتون جنت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیق کو پیغام بھجوایا کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کی میراث میں سے حصہ دیا جائے۔ وہ میراث جس کا تعلق ''مالِ فے'' کے ساتھ ہے تو حضرت ابوبکر صدیق نے جواب بھجوایا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**لا نورث ' ما ترکنا صدقة**

''ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو مال ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' [۳]

اس لئے حضرت محمد کی آل اس مال میں سے یعنی اللہ کے مال میں سے کھا سکتی ہے لیکن وہ ضروری خوراک سے زیادہ اس میں سے کچھ وصول نہیں کر سکتے۔

اس لئے نبی اکرم ﷺ کی آل کو درج ذیل خصوصیات حاصل ہیں۔

ان کے لئے صدقہ کھانا حرام ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کی وراثت (مالی) وصول نہیں کر سکتے، انہیں خمس میں سے پانچواں حصہ وصول کرنے کا حق حاصل ہے اور صرف انہی پر درود

---

[۱] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2408) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (367,366/4) مسند عبد بن حمید (265) ابن خزیمہ (2357)

[۲] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' 1072' مؤطا (1000/2) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (279/2)

[۳] بخاری' ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6730) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (1758) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2977,2976) مالک' مؤطا (993/2)

بھیجا جا سکتا ہے۔

صدقے کی حرمت، خمس کے پانچویں حصے کا استحقاق اور عدم وراثت نبی اکرم ﷺ کے بعض قریبی رشتہ داروں کی خصوصیت ہے اور یہ بات ثابت شدہ ہے اس لئے درود شریف کا بھی یہ حکم ہوگا کہ وہ آپ کی آل کے ساتھ مخصوص ہے۔

چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے عبدالمطلب بن ربیعہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث نے انہیں (یعنی عبدالمطلب بن ربیعہ) اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ تم دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ درخواست پیش کرو کہ یا رسول اللہ! ہمیں صدقات کی وصولی کا نمائندہ مقرر کر دیں۔

(اس کے بعد طویل حدیث ہے جس کے آخر میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے)

**ان ھذہ الصدقۃ انما ھی او ساخ الناس، وانھا لا تحل لمحمد، ولا لآل محمد**

''یہ صدقہ لوگوں کا میل ہے یہ محمد اور محمد کی آل کے لئے حلال نہیں ہے۔'' [1]

پانچویں دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیاہ آنکھوں اور سیاہ دھبوں والے ایک طویل سینگوں والے دنبے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

(اس کے بعد طویل حدیث ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں)

نبی اکرم ﷺ نے اس دنبے کو پکڑ کر اسے لٹایا اور اسے ذبح کرتے ہوئے یہ فرمایا:

**بسم اللہ، اَللّٰھُمَّ تقبل، من محمد، ومن اٰلِ مُحَمَّدٍ، ومن اُمۃ محمّد**

''اللہ کے نام سے (ذبح کرتا ہوں) اے اللہ! محمد، محمد کی آل اور محمد کی امت کی طرف سے (اس قربانی کو) قبول فرما۔'' [2]

اس کے بعد آپ نے اس کی قربانی کی۔

امام مسلم نے اس روایت کو انہی الفاظ میں نقل کیا ہے (جس میں صرف عطف کے ہمراہ امت اور آل میں فرق کیا گیا ہے) عطف کی حقیقت مغایرت ہے اور آل کی یہ نسبت

---

[1] مسلم 1072، ابوداؤد 2958، نسائی 105/5

[2] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1967) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2792)

امت کا مفہوم وسیع اور عام ہے۔

اس قول کے قائلین یہ کہتے ہیں لفظ ''آل'' کی وضاحت کسی اور کے قول کی بجائے نبی اکرم ﷺ کے کلام کے ذریعے کرنا زیادہ بہتر ہے۔

# فصل

## آل سے مراد اولادِ پاک اور ازواجِ مطہرات ہیں

دوسرا قول یہ ہے کہ ''آل'' سے مراد نبی اکرم ﷺ کی اولادِ امجاد اور آپ کی ازواجِ مطہرات ہیں۔ اس موقف کی تائید میں شیخ ابن عبدالبر اندلسی نے جو دلیل پیش کی ہے اسے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت ابوحمید ساعدی درود شریف کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ

''اے اللہ! حضرت محمد، ان کی ازواج اور اولاد پر درود نازل کر۔''

جبکہ دیگر احادیث میں درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما۔''

یعنی پہلی حدیث دوسری حدیث کے الفاظ کی تفسیر بیان کررہی ہے۔

اس موقف کے قائلین دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجعل رزق اٰلِ مُحَمَّدٍ قوتاً

''اے اللہ! محمد کی آل کو صرف ان کی خوراک کے مطابق رزق عطا فرما۔''[1]

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی دعا ضرور قبول ہوئی ہوگی مگر اس دعا کے اثرات بنوہاشم یا بنو مطلب تک نہیں پہنچے کیونکہ ان میں اغنیاء اور صاحب ثروت لوگ موجود رہے ہیں اور آج تک ہیں۔ مگر آپ کی ازواجِ مطہرات اور اولادِ امجاد کا رزق صرف ان کی خوراک کے بقدر ہوتا تھا۔ آپ کی ازواجِ مطہرات کو خلفاء کی طرف سے جو وظائف ملتے

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6460) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (1055) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (2361) ابن ماجہ (4139)

تھے وہ سب صدقہ کر دیا کرتی ہیں اور ان کے اپنے استعمال میں صرف ضروری خوراک جتنا رزق آتا تھا۔ ایک مرتبہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بہت سا مال پیش کیا گیا۔ آپ نے ایک ہی نشست میں وہ سب تقسیم کر دیا۔ آپ کی خادمہ نے عرض کی اگر آپ اس میں سے ایک درہم رکھ لیتیں تو ہم اس کا گوشت خرید لیتے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تم پہلے یاد کروا دیتی تو میں ایسا کر لیتی۔

اس موقف کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ ''صحیحین'' میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان منقول ہے۔

**ما شبع آلُ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبزٍ مادومٍ ثلاثة ایام حتی لحق باللہ عزوجل**

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری تک آلِ محمد نے کبھی بھی لگا تار تین دن تک سالن کے ہمراہ روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔'' [1]

یہ طے ہے کہ حضرت عباس اور ان کی اولاد یا بنو مطلب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مفہوم میں شامل نہیں ہیں۔

ازواج کو آل میں اور بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو آپ کی آل میں اس لئے شامل کیا گیا ہے کیونکہ ان کا تعلق ایک اعتبار سے (آپ کی اولاد کے) نسبی تعلق سے مشابہت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ ازواجِ مطہرات کا تعلق آپ سے ختم نہیں ہو سکتا۔ آپ کی ظاہری حیات میں اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی وہ دیگر تمام لوگوں کے لئے حرام ہیں۔ گویا وہ دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج ہیں لہٰذا ان کا آپ کے ساتھ تعلق نسبی تعلق کے قائم مقام ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر درود بھیجنے کی تشریح کی ہے۔ اس لئے صحیح قول یہ ہے جس کی امام احمد نے تصریح کی ہے کہ ازواجِ مطہرات کے لئے بھی صدقہ کھانا حرام ہے کیونکہ وہ لوگوں کا میل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی آلِ پاک کو اولادِ آدم کے سارے میل سے پاک رکھا ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات آپ کے اس فرمان میں داخل ہوں۔

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6454) مسلم، بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2970)

اَللّٰھُمَّ اجعل رزق اٰلِ مُحَمَّدٍ قوتاً

''اے اللہ! آلِ محمد کو ان کی خوراک کے بقدر رزق عطا فرما۔''

یا قربانی سے متعلق آپ کے اس فرمان میں شامل ہوں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! یہ (قربانی) محمد اور آلِ محمد کی جانب سے ہے۔'' [1]

یا (ازواجِ مطہرات) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں شامل ہوں کہ

ما شبع آلُ رسول اللہ ﷺ من خبز برٍ

''اللہ کے رسول کی آل نے کبھی سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی۔'' [2]

اسی طرح ازواجِ مطہرات درود شریف کے ان الفاظ بھی شامل ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر درود نازل کر۔''

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ازواجِ مطہرات ان سب روایات میں شامل ہوں اور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے حکم میں نہ شامل ہوں۔

ان الصدقة لا تحل لمحمدٍ ولا لآل محمدٍ

''بے شک صدقہ، محمد اور محمد کی آل کے لئے حلال نہیں ہے۔''

باوجودیکہ صدقہ لوگوں کا میل ہے اور ازواجِ مطہرات اس بات کی زیادہ مستحق ہیں کہ اس میل سے محفوظ رہیں اور اس سے دور رہیں۔

اب اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ اگر ازواجِ مطہرات کے لئے صدقے کو حرام قرار دیا جائے تو ان کے موالی (آزاد کردہ غلاموں اور کنیزوں) کے لئے بھی صدقہ قبول کرنا حرام ہونا چاہئے جیسے بنو ہاشم کے لئے صدقہ قبول کرنا حرام ہے تو ان کے موالی کے لئے بھی اسے قبول کرنا حرام ہے اور یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو گوشت صدقہ کیا گیا اور انہوں نے اس گوشت کو کھایا مگر نبی اکرم ﷺ نے وہ گوشت ان کے لئے حرام قرار

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1967) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2792) احمد ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (78/6)

[2] بخاری ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5423) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (20/2970)

نہیں دیا حالانکہ سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ کنیز تھی۔[1]

جو فقہاء ازواجِ مطہرات کے لئے صدقہ قبول کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ یہ سوال پیش کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات کے لئے بنیادی طور پر صدقہ قبول کرنا حرام نہیں ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کنیت کی وجہ سے بالتبع ان کے لئے صدقہ حرام ہے یعنی آپ کے حبالۂ عقد میں آنے سے پہلے ان کے لئے صدقہ قبول کرنا جائز تھا تو گویا رشتۂ ازواجیت میں منسلک ہونے کے بعد یہ ضرورت فرعی طور پر ان کے لئے ثابت ہو گی جبکہ آزاد کردہ غلام یا کنیز کی حرمت بھی اس کے آقا کی حرمت کی فرع ہوتی ہے اس لئے جب بنو ہاشم کے لئے بنیادی طور پر صدقہ قبول کرنا حرام قرار پائے گا تو ان کے موالی کے لئے بھی تبعاً حرام ہو گا لیکن ازواجِ مطہرات کے لئے صدقے کی حرمت خود تبعاً ثابت ہوئی ہے اس لئے اس کا حکم ان کے موالی تک منتقل نہیں ہو گا کیونکہ یہ فرع کی فرع ہو جائے گی۔

ازواجِ مطہرات کے آل میں شامل ہونے کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

''اے نبی کی ازواج! اگر تم میں سے کوئی ایک کسی واضح برائی کی مرتکب ہوئی تو اسے دگنا عذاب دیا جائے گا''۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

''اے نبی کی ازواج! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تم پرہیز گار ہو''۔

یہاں تک کہ فرمایا۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۳۳)

---

[1] بخاری، ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل، ''الجامع الصحیح'' (5097) مسلم بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (1504/10) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (46/6)

''اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔
اے اہل بیت بے شک اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ تم سے خرابی کو دور رکھے اور تمہیں اچھی طرح سے پاک و صاف رکھے اور تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو باتیں بتائی جاتی ہیں انہیں یاد رکھو۔''

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ ان آیات کا سیاق ازواجِ مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے انہیں اہل بیت سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔

# فصل

## آل سے مراد تمام امتی ہیں

تیسرا قول یہ ہے کہ ''آل'' سے مراد قیامت تک آنے والے نبی اکرم ﷺ کے تمام امتی اور پیروکار ہیں۔

اس موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ کسی بھی قابل تعظیم پیشوا کی آل سے مراد اس کے دین اور حکم کے پیروکار ہوتے ہیں۔ خواہ وہ قریب میں ہوں یا بعید میں ہوں۔

اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس لفظ کا اشتقاق بھی اس معنی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ لفظ ''آل یعول'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی رجوع کرنا ہیں ...... اور تمام پیروکار اپنے پیشوا کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں کیونکہ وہی ان کا امام ہوتا ہے اور اس کی ذات ان کی مرجع ہوتی ہے۔

اسی لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب: ۳۴)

اِلَّا اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (القمر: ۳۴)

''(اللہ کے عذاب نے ان کی قوم کو گرفت میں لے لیا) سوائے آلِ لوط کے، ہم نے انہیں سحر کے وقت نجات عطا کی۔''

اس آیت میں آل سے مراد حضرت لوط کے پیروکار اور آپ پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ خواہ وہ آپ کے قریبی عزیز ہوں یا نہ ہوں۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر:۴۶)

''آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کردو۔''

یہاں بھی فرعون کی آل سے مراد اس کے پیروکار ہیں۔

اس موقف کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت واصلہ بن اسقع روایت کرتے ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر دونوں کو اپنی گود میں بٹھایا۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر کو اپنے قریب کر کے ان سب پر اپنی چادر ڈالی اور پھر فرمایا، اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔ حضرت واصلہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں، تو آپ نے فرمایا، تم بھی میرے اہل میں سے ہو۔'' [1]

اس روایت کو امام بیہقی نے بہترین سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت واصلہ بن اسقع کا تعلق بنولیث بن بکر کے ساتھ تھا اور ان کا شمار نبی اکرم ﷺ کے پیروکاروں میں کیا جا سکتا ہے۔

## فصل

### آل سے مراد پرہیزگار لوگ ہیں

چوتھا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کی امت کے پرہیزگار لوگ ہیں۔

اس موقف کے قائلین دلیل کے طور پر وہ حدیث پیش کرتے ہیں جسے طبرانی نے، اپنی معجم میں، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت انس بن مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

''نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا آل محمد کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہر پرہیزگار شخص پھر اللہ کے رسول نے یہ آیت تلاوت کی۔''

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:۳۸)

---

[1] بیہقی 'ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (152/2) طبرانی 'سلیمان بن احمد 'المعجم الکبیر' (66/22)

''اس کے اولیاء صرف پرہیزگار لوگ ہیں۔'' [1]

طبرانی کہتے ہیں یہ روایت صرف نوح نے نقل کی ہے۔

اسی روایت کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ [2]

(طبرانی کی روایت کے راوی) نوح اور (بیہقی کی روایت کے راوی) نافع ابو ہرمز یہ دونوں حضرات مستند نہیں ہیں بلکہ ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

اس قول کی تائید میں دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے، ان کے بیٹے کے بارے میں یہ کہا تھا۔

اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ‌ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ (هود: ۴۶)

''وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ اس کا عمل ٹھیک نہیں ہے۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے شرک کے سبب اسے حضرت نوح کی اہل میں سے نکال دیا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کے پیروکار لوگ ہیں۔

امام شافعی نے اس کا بہترین جواب دیا ہے کہ یہاں آپ کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارا بیٹا تمہارے ان ''اہل'' میں شامل نہیں ہے جنہیں ہم نے کشتی میں بٹھانے کا حکم دیا ہے اور جن کی نجات کا ہم نے تم سے وعدہ کیا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

احۡمِلۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ (هود: ۴۰)

''اس ''کشتی'' میں ہر مخلوق کا ایک جوڑا اور اپنے اہل کو سوار کر لو سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں پہلے فیصلہ کیا جا چکا ہے۔''

پس حضرت نوح کا بیٹا آپ کے ان اہل میں شامل نہیں تھا جن کی نجات کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی تھی۔

ابن قیم کہتے ہیں، اس تفسیر کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت نوح پر ایمان لانے والے لوگ الگ قسم ہیں اور ان کے

---

[1] طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الصغیر (310) معجم الاوسط (3356) ہیثمی، مجمع الزوائد (269/10)

[2] بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، سنن الکبریٰ (152/2)

اہل میں شامل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ (ہود: ۴۰)

''اس ''کشتی'' میں ہر مخلوق کا ایک جوڑا اور اپنے اہل کو سوار کر لو سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں پہلے فیصلہ کیا جا چکا ہے اور جو ایمان لایا ہے (اسے بھی کشتی میں بٹھالو۔)''

یعنی ہر مخلوق کے جوڑے اور آپ کے اہل کے ہمراہ حرفِ عطف کے ذریعے ایمان لانے والوں کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے۔

اس موقف کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت واصلہ بن اسقع کے حوالے سے نقل کی جانے والی حدیث سے بطورِ خاص یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہل بیت میں شامل ہیں۔ عام امت کی امیت کی بہ نسبت صرف حضرت واصلہ کی تخصیص زیادہ مناسب ہے گویا نبی اکرم ﷺ نے بطورِ تشبیہ یہ بات بیان کی ہے کہ جو شخص واصلہ کی مانند (پرہیزگار ہوگا) وہ اس قسم کا مستحق قرار پائے گا۔

چاروں اقوال کے قائلین کے یہ دلائل تھے۔

پہلا قول صحیح ہے۔ دوسرا قول اس کے قریب ہے لیکن تیسرا اور چوتھا قول ضعیف ہیں جن کا ضعف نبی اکرم ﷺ کے ان اقوال سے ثابت ہو جاتا ہے۔

ان الصدقة لا تحل لال محمد

''بے شک آلِ محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔''

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

انما یاکل آلُ محمدٍ من هذا المال

''اے اللہ! آلِ محمد کو ان کی خوراک کے مطابق رزق عطا فرما۔''

ان تمام روایات میں کسی بھی طرح سے آل سے مراد ساری امت نہیں لی جا سکتی۔ اس لئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ درود شریف میں مذکور آل سے مراد وہی آل لی جائے جس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ کی ان احادیث میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا درست نہیں ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجعل رزق اٰلِ مُحَمَّدٍ قوتًا

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے ازواجِ مطہرات اور اپنی اولاد پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آل کا لفظ انہی کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ دیگر دلائل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آل کا لفظ ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ درود شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتَهٗ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ! كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ

''اے اللہ! اُمی نبی حضرت محمد پر درود نازل کر اور ان کی ازواج جو امہات المؤمنین ہیں اور ان کی ذریت اور ان کے اہل بیت پر (درود نازل کر) جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر درود نازل کیا۔'' [1]

لہٰذا اس درود شریف میں ازواجِ مطہرات، اولاد امجاد اور اہل بیت کو جمع کر دیا گیا ہے۔ متعین طور پر ان کی تشریح اس لئے کی گئی ہے تاکہ اس بات کو ظاہر کر دیا جائے کہ یہی لوگ آل میں شامل ہونے کے صحیح حقدار ہیں اور یہ آل سے خارج نہیں ہیں بلکہ اس میں شامل ہونے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے جیسے خاص کا عطف عام پر کیا گیا ہو یا اس کے برعکس ہوتا کہ خصوصی شرف سے مقابل کو آگاہ کیا جا سکے۔ نوع کی ایک مخصوص قسم کو بطور خاص اس لئے ذکر کیا کیونکہ وہ اس نوع کے افراد میں شامل ہونے کے لئے زیادہ مستحق ہے۔ یہاں دو طریقے استعمال ہوتے ہیں۔

ایک طریقہ یہ ہے کہ عام سے پہلے یا بعد میں خاص کو ذکر کیا جائے اور کوئی قرینہ اس بات پر دلالت کر لے کہ عام سے مراد خاص کے علاوہ دیگر افراد ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خاص کا ذکر دو مرتبہ کیا جائے ایک مرتبہ خصوصی طور پر اور دوسری مرتبہ عام کے ضمن میں تاکہ مخصوص افراد کے شرف وفضیلت کا اظہار ہو سکے۔

اس کی مثال میں قرآن کی یہ آیت پیش کی جا سکتی ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى

---

[1] ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (982)

وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ (الاحزاب:۷)

''اور جب ہم نے انبیاء سے پختہ عہد لیا اور تم سے بھی اور نوح ابراہیم، عیسیٰ بن مریم (سے بھی عہد لیا)''۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ وَمِيۡكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ (البقرہ:۹۸)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہوگا تو اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کا دشمن ہے۔''

پھر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ساری امت کی بجائے درود شریف صرف نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کا حق ہے۔ اسی لئے امام شافعی کے نزدیک نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیجنا واجب ہے۔ اگرچہ فقہاء کے درمیان آل کے مصداق کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے جو لوگ درود شریف کو واجب قرار نہیں دیتے ان کے نزدیک بھی نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیجنا مستحب ہے اور تمام اہل ایمان پر درود بھیجنا یا تو مکروہ ہے ورنہ کم از کم مستحب بھی نہیں ہے اور بعض کے نزدیک تو نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ کسی اور پر درود بھیجنا جائز بھی نہیں ہے لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل درود شریف کے حکم میں عام امت کی مانند ہے تو یہ بہت دور از کار تاویل ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تشہد کے دوران درود وسلام کو مشروع قرار دیا ہے پس نمازی سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجتا ہے پھر اپنے اوپر سلام بھیجتا ہے اور پھر تمام نیک بندوں پر سلام بھیجتا ہے...... اور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔

فاذا قلتم ذلك، فقد سلمتم على كل عبدٍ لله صالح فِي السَّمآء وَالۡاَرۡضِ

''جب تم (تشہد کے) یہ کلمات پڑھ لو گے تو تم آسمان اور زمین میں بسنے والے اللہ کے ہر نیک بندے پر سلام بھیج دو گے۔''[1]

---

[1] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (831) مسلم، بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (402) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن'' (968)

جہاں تک درود شریف کا تعلق ہے اسے نبی اکرم ﷺ نے صرف اپنے لئے اور اپنی آل کے لئے شروع کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آل سے مراد نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے مخصوص رشتہ دار ہیں۔

ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے حقوق اور آپ کی ذات سے متعلق مخصوص احکام ذکر کرنے کے بعد آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ان مخصوص احکام میں آپ کے لئے کسی ایسی خاتون کے ساتھ نکاح کرنے کا جائز ہونا جو اپنی ذات آپ کو ہبہ کر دے یا آپ کے بعد، آپ کی ازواج کے لئے کسی اور سے نکاح کرنا حرام ہونا اور اس کے علاوہ آپ کے دیگر حقوق، آپ کی تعظیم وتوقیر کی تلقین وعقدہ کا ذکر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○ (الاحزاب: ۵۳)

''اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ کبھی بھی (ایسا نہیں ہوسکتا) بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت اہم ہے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر ازواجِ مطہرات اپنے محرم رشتہ داروں سے ملتی ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے اس تاکیدی حق کا ذکر کیا ہے جس کا خیال رکھنا امت پر واجب ہے یعنی امت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں۔ اس حکم کا آغاز اس اطلاع سے کیا گیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کن الفاظ میں ہدیۂ درود پیش کریں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم ان الفاظ میں درود پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر۔''

لہٰذا آپ کی آل پر درود شریف کا بنیادی حصہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ خوش ہوئے ہیں اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کی قدر ومنزلت میں اضافہ کرتا ہے۔ اللہ

تعالٰی آپ پر اور آپ کی آل پر درود و سلام نازل کرے۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں (کہ آل سے مراد) نبی اکرم ﷺ کی امت کے پرہیز گار لوگ ہیں کیونکہ وہ آپ کے اولیاء ہیں۔ (ان کو یہ جواب دیا جائے گا) کہ آپ کے رشتہ دار بھی آپ کے اولیاء میں شامل ہیں اور آپ کے بعد اولیاء ایسے بھی ہیں جو آپ کے رشتہ دار نہ ہوں مگر انہیں آپ کی آل میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی آل میں بھی شامل ہو اور اولیاء میں بھی شامل ہو جیسے آپ پر ایمان لانے والے آپ کے اہل بیت اور رشتہ دار اس قسم میں شامل ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص نہ تو آپ کی آل میں شامل ہو اور نہ ہی اولیاء میں شامل ہو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص آپ کے اولیاء میں تو شامل ہو لیکن آل میں شامل نہ ہو۔ جیسے آپ کی امت میں آپ کے وہ (روحانی) جانشین جو آپ کے طریقے کی طرف دعوت دیتے ہیں آپ کے طریقے کا دفاع کرتے ہیں اور آپ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ (یہ لوگ آپ کے اولیاء میں شامل ہیں) اگرچہ یہ آپ کے اقرباء میں شامل نہیں ہیں۔

احادیث سے ثابت ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان آل ابی فلان لیسوا لی باولیاء ' ان اولیائی المتقون این کانوا ومن کانوا

''ابو فلاں کی آل میرے اولیاء میں شامل نہیں ہے۔ میرے اولیاء صرف پرہیز گار لوگ ہیں وہ جہاں کہیں ہوں اور جو بھی ہوں۔''[1]

بعض راویوں نے غلط فہمی کی وجہ سے یہاں یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ ''بنو بیاض کی آل'' غلط فہمی کی وجہ یہ بنی کہ روایت کے الفاظ یہ تھے۔ بنو...... کی آل میرے اولیاء میں شامل نہیں ہے۔ کسی کاتب نے خالی جگہ کو سفید چھوڑ دیا بعد میں اس نسخے سے نقل کرنے والے کسی شخص نے اس خالی جگہ پر بیاض (سفیدی یعنی خالی جگہ) لکھ دیا۔ بعد والے یہ سمجھے کہ شاید لفظ ''آل'' کے بعد لفظ ''بیاض'' حدیث کا حصہ ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''بیاض کی

---

[1] بخاری' ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (5990) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (215)

آل'' حالانکہ عربوں کا کوئی بھی قبیلہ ''بیاض'' کے نام سے معروف نہیں ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے یہ لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ آپ نے قریش کے کسی بڑے قبیلے کا نام بیان کیا تھا۔

درست یہ ہے کہ روایت کے ان الفاظ میں ''بیاض'' کی بجائے ''بیاض'' پڑھا جائے یعنی ''ض'' پر ''زیر'' کی بجائے ''ؤ'' پڑھی جائے جس کا معنی یہ ہوگا کہ یہاں سفیدی ہے۔ (یعنی یہاں جگہ خالی ہے) اس کی نظیر وہ طویل روایت ہے جو امام مسلم نے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں۔

**ونحن یوم القیامة ای : فوق کذا**

''ہم قیامت کے دن اس چیز کے اوپر ہوں گے۔'' [1]

ان الفاظ کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ یہ صرف نسخے نقل کرنے والوں کی غلط فہمی ہے۔ اسی روایت کو مسند احمد میں یوں نقل کیا گیا ہے۔

**ونحن یوم القیامة علی کوم او تلّ فوق الناس**

''قیامت کے دن ہم لوگوں کے اوپر بلند روشن مقام پر ہوں گے۔'' [2]

تو نسخے نقل کرنے والوں کو لفظ ''التل اوالکوم'' میں غلط فہمی ہوئی اور وہ اس کا معنی نہیں سمجھ سکے تو کسی نے پہلے یہاں ''انظر'' (غور کریں) اور پھر اسی نے یا اس کے علاوہ کسی اور نے لفظ ''کذا'' (اس چیز) لکھ دیا بعد میں نقل کرنے والوں نے یہ دونوں الفاظ بھی حدیث کے متن کا حصہ سمجھتے ہوئے نقل کر دیئے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بیان میں نے اپنے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ کی زبانی سنا ہے۔

بہرحال تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ متقین نبی اکرم ﷺ کے ''اولیاء'' ہیں اور یہ آپ کو آپ کی آل سے زیادہ محبوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

**وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ** (التحریم: ۴)

''اور اگر وہ دونوں ان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ'

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (191)

[2] احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (383.3 45/3)

جبریل اور ہر صالح مسلمان' ان کا مولیٰ ہے اور تمام فرشتے ان کے مددگار ہیں۔''

**وسئل النبیُّ ﷺ ایُّ الناس احب الیک ؟ قال: عائشہ رضی اللہ عنھا' قیل: من الرجال؟ قال: ''ابوھا'' رضی اللہ عنہ**

نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ! عرض کی گئی مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا ''اس کے والد!'' [1]

پرہیزگار لوگ نبی اکرم ﷺ کے اولیاء میں شامل ہیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے۔

**اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝** (یونس: ۶۳-۶۴)

''خبردار، بے شک اللہ کے اولیاء کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی۔''

(یہ طے ہے) اللہ کے اولیاء اس کے رسولؐ کے بھی اولیاء ہیں۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آل سے مراد نبی اکرم ﷺ کے تمام امتی ہیں۔ انہیں یہی جواب دیا جا سکتا ہے کہ بعض مقامات پر، قرینے کی موجودگی میں لفظ ''آل'' کا اطلاق امت پر کیا گیا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ بھی لفظ ''آل'' مذکور ہوگا اس سے مراد آپ کی ساری امت ہی ہوگی۔ اس کی دلیل وہ نصوص ہیں جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

## فصل

### لفظ ''زوج'' کی تحقیق

ازواج لفظ زوج کی جمع ہے کبھی زوجہ بھی کہہ دیا جاتا ہے لیکن زوج زیادہ فصیح ہے۔ قرآن میں بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

**وَیٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ** (الاعراف: ۱۹)

''اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔''

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح ''(4358) مسلم بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح ''(2384)

اللہ تعالیٰ حضرت زکریا کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ (الانبیاء: ۹۰)

''ہم نے اس کے لئے اس کی بیوی کو ٹھیک کر دیا۔''

(بیوی کے لئے) لفظ زوجہ کے استعمال کی مثال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول ہے جو آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

انها زوجة نبيكم فی الدنيا والاخرة

''وہ دنیا اور آخرت میں تمہارے نبی کی زوجہ ہیں۔''

فرزدق کہتا ہے۔

وان الذی يبغی ليفسد زوجتی كساعٍ الی اُسد الشری يستبيلها

''جو شخص میری بیوی کو بہکانے کی کوشش کرے گا گویا وہ شری کے مقام پر موجود شیروں کی طرف لپکے گا۔ (یعنی شیر کی کچھار میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا)''

(لفظ زوج کی جمع ازواج کی بجائے) بعض اوقات زوجات بھی آتی ہے بلکہ یہ لفظ زوجہ کی جمع کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ زوج کی جمع ازواج آتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِىۡ ظِلٰلٍ عَلَى الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ (یٰس: ۵۶)

''وہ اور ان کی بیویاں بچھونوں پر ٹیک لگا کر سائے میں بیٹھے ہوں گے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ (الزخرف: ۷۰)

''تمہیں اور تمہاری بیویوں کو خوش کر دیا جائے گا۔''

اہل ایمان کے بارے میں قرآن میں لفظ ''زوج'' مفرد اور جمع دونوں اعتبار سے استعمال ہوا ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا۔ مزید مثالیں درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلنَّبِىُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ (الاحزاب: ۶)

''نبی اہل ایمان کے لئے ان کی جان سے زیادہ قریب ہیں اور ان کی ازواج

ان (اہل ایمان) کی مائیں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (الاحزاب: ۲۸)

"اے نبی! اپنی ازواج سے کہہ دیجئے۔"

اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے (لفظ "زوج" کی بجائے) لفظ "امراۃ" استعمال کیا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (لهب: ۱)

"ابولہب کے دونوں ہاتھ برباد ہو جائیں۔"

یہاں تک کہ فرمایا:

وَامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (لهب: ۴)

"اس کی بیوی لکڑیاں اٹھاتی ہے۔"

ایک مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ (التحریم: ۱۰)

"اللہ تعالیٰ کفار کے لئے نوح اور لوط کی عورتوں کی مثال بیان کرتا ہے۔"

کیونکہ یہ دونوں خواتین مشرک تھیں اس لئے ان کے لئے "امراۃ" (عورت) لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرعون کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ (التحریم: ۱۱)

"اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے لئے فرعون کی عورت کی مثال بیان کرتا ہے۔"

کیونکہ فرعون مشرک تھا اور وہ خاتون مسلمان تھی اس لئے انہیں فرعون کی بیوی نہیں کہا۔

اللہ تعالیٰ حضرت آدم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (البقرہ: ۳۵)

"تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔"

اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ سے فرماتا ہے:

إِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ (الاحزاب: ۵۰)

''بے شک ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویوں کو حلال قرار دیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَهُمْ فِيهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (البقرہ: ۲۵)

''اس (جنت) میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔''

اہل علم کا ایک گروہ، جس میں سہیلی بھی شامل ہیں۔

اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرک خواتین کے لئے زوج کا لفظ اس لئے استعمال نہیں کیا کیونکہ یہ آخرت میں اپنے شوہروں کی بیویاں نہیں ہوں گی۔ نیز بیوی ہونا ایک شرعی صفت ہے جس کا تعلق دین سے ہے پس اللہ تعالیٰ نے کافر خاتون کو اس صفت سے موصوف نہیں کیا جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط کی عورتیں ہیں۔

پھر سہیلی نے خود اپنے اس موقف پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ قرآن نے حضرت زکریا کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

وَكَانَتِ امْرَاَتِي عَاقِرًا (مریم: ۵)

''میری عورت بانجھ ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهُ فِي صَرَّةٍ (الذاریات: ۲۹)

''اس کی بیوی اوٹ میں کھڑی ہوگئی۔''

پھر (سہیلی نے ہی) اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس مقام پر لفظ ''امراۃ'' استعمال کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہاں حمل اور ولادت پر گفتگو مل رہی ہے اس لئے ''امراۃ'' (عورت) کا لفظ استعمال کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ بیوی ہونے کی بجائے اس کی نسوانیت حمل اور ولادت کا تقاضا کرتی ہے۔

ابن قیم کہتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ اہل ایمان اور ان کی بیویوں کے لئے لفظ ''ازواج'' استعمال کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس لفظ کے ذریعے یکسانیت اور اتفاق کا مفہوم واضح ہوتا ہے کیونکہ میاں بیوی دو الگ وجود ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لئے یک جان دو قالب ہوتے ہیں اور (انجام کے اعتبار سے) دونوں کی حیثیت یکساں ہوتی

ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ (الصافات: ۲۲)

''(قیامت کے دن کہا جائے گا) ظلم کرنے والوں اور ان کی بیویوں کو اکٹھا کرو۔''

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں:

ازواجہم سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ان کی مانند (کافر و مشرک) ہوں۔

امام احمد نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (التکویر: ۷)

''جب نفوس کو جوڑوں کی شکل میں (دوبارہ زندہ کیا جائے گا)''

یعنی انہیں عذاب یا ثواب دیا جائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں آیت کا مفہوم یہ ہے کہ نیک میاں، بیوی جنت میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے اور گنہگار بیوی میاں دوزخ میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے۔

خواجہ حسن بصری، حضرت قتادہ اور اکثر مفسرین نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل ایمان کی شادی حور عین سے کی جائے گی اور کفار کی شادی شیاطین سے کی جائے گی۔ یعنی یہ وہی مفہوم ہے جو پہلے قول میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ (الانعام: ۱۴۳)

''آٹھ جوڑے ہیں۔''

پھر فرمایا:

مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ............ (الانعام: ۱۴۳)

''ایک جوڑا بھیڑ کا ہے اور ایک جوڑا بکری کا ہے۔''

اور اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ (الانعام: ۱۴۴)

''ایک جوڑا اونٹوں کا ہے اور ایک جوڑا گائے (بیل) کا ہے۔''

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافر اور مسلمان کے درمیان ہر قسم کی مشابہت کو ختم کر دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا يَسْتَوِي أَصْحَٰبُ النَّارِ وَأَصْحَٰبُ الْجَنَّةِ (الحشر: ۲۰)

''جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہو سکتے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے تعلق رکھنے والے مومنین اور کفار کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَيْسُوا سَوَآءً ۗ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ (آل عمران: ۱۱۳)

''اہل کتاب میں یہ لوگ (یعنی کفار و مسلمین) برابر نہیں ہیں۔''

اسی طرح دنیاوی احکام میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور مسلمانوں کو الگ کر دیا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔ ایک دوسرے کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان میں کوئی ایک دوسرے کا متولی بن سکتا ہے جس طرح ان کے درمیان معنوی تعلق ختم ہو جاتا ہے اسی طرح لفظی تعلق بھی ختم کر دیا گیا لہٰذا کفار خواہش کو صرف عورت کہہ کر ذکر کیا گیا تاکہ ان کی، ان کے شوہروں کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے اگر آپ اس اصول پر غور کریں تو قرآن کے بہت سے الفاظ اور ان کے معانی میں آپ کو یہی مشابہت نظر آئے گی۔ اسی طرح کافر (فرعون) کی مسلمان اہلیہ کو بھی عورت کہا گیا جبکہ مسلمان مرد کی کافر بیوی کو بھی عورت کہا گیا۔ ان دونوں کے لئے زوجہ کا لفظ اس لئے استعمال نہیں کیا تاکہ معنوی مشابہت لازم نہ آئے۔

یہ تاویل اس قول سے بہتر ہے جس کے مطابق بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے کہ ابولہب کی بیوی کو ''زوجہ'' کی بجائے ''امراۃ'' اس لئے کہا گیا کیونکہ کفار کے نکاح کا حکم ثابت نہیں ہوتا جبکہ اہل اسلام کے نکاح کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویوں کو بھی ''امراۃ'' کہا گیا ہے۔ باوجودیکہ ان کا نکاح درست تھا۔

وراثت کے احکام سے متعلق آیت میں بھی آپ اسی اصول کو سامنے رکھ کر غور کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وراثت کے حکم کو ''امراۃ'' کی بجائے ''زوجہ'' کے لفظ کے ذریعے بیان کیا

ہے جیسا کہ ارشادِ تعالیٰ باری تعالیٰ ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ (النساء: ۱۲)

''تمہاری بیویاں جو ترکہ چھوڑیں اس کا نصف تمہارے لئے ہے۔''

اس آیت میں یہ پیغام موجود ہے کہ وراثت کا حکم اس زوجیت کی وجہ سے جاری ہوا ہے جو تشاکل اور تناسب (یعنی یکسانگی اور مناسبت) کا تقاضا کرتی ہے جبکہ کسی مسلمان اور کافر کے درمیان کوئی یکسانگی اور کوئی مناسبت موجود نہیں ہوتی اس لئے ان کے درمیان وراثت کا حکم بھی جاری نہیں ہوتا۔

قرآن کے مفرادت اور اس کے مرکبت کے اسرار عقول سے ماورا ہیں۔

## فصل

یہاں مناسب محسوس ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات کا ذکرِ خیر کیا جائے۔

### اُم المؤمنین سیدہ خدیجہ

آپ کا نسب یوں ہے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب۔ نبی اکرم ﷺ نے پچیس برس کی عمر میں مکہ مکرمہ میں آپ سے نکاح کیا۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ازواجی زندگی کے دوران ہی اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو رسالت سے سرفراز کیا تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ گویا سچائی کے اس عمل میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی دست راست تھی۔ صحیح قول کے مطابق ہجرت کے تین سال پہلے اور ایک روایت کے مطابق چار اور دوسری روایت کے مطابق پانچ سال پہلے آپ کا انتقال ہوا۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو درج ذیل خصوصیات حاصل ہیں۔

(i) نبی اکرم ﷺ نے ان کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔

(ii) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی تمام اولاد سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

(iii) آپ امت نبوی کی بہترین خاتون ہیں۔

### سیّدہ خدیجہ اور سیّدہ عائشہ کی خصوصیات

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر آپ کی فضیلت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں علماء

کے تین اقوال ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) میں نے اپنے شیخ ابن تیمیہ سے ان دونوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ دونوں میں سے ہر ایک کو مخصوص شرف حاصل ہے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمات کا تعلق ابتدائے اسلام کے زمانے سے ہے کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ آپ کو تسلی اور سکون فراہم کیا۔ اپنا مال خرچ کیا۔ گویا انہیں ابتدائی اسلام کا زمانہ نصیب ہوا اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں تکالیف برداشت کیں جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہوں نے ساتھ دیا وہ انتہائی تکلیف دہ حالات تھے۔ اس لئے اس ساتھ اور مال کو خرچ کرنے کے حوالے سے جو شرف انہیں حاصل ہے وہ کسی اور زوجۂ محترمہ کو حاصل نہیں ہے۔

اس کے برعکس سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمات کا تعلق اسلام کے بعد والے زمانے کے ساتھ ہے کیونکہ شرعی احکام کی سمجھ بوجھ اور ان کی امت تک منتقلی کے ذریعے امت کو جو نفع سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل ہوا وہ کسی اور زوجہ محترمہ سے حاصل نہیں ہوا۔

(ابن قیم کہتے ہیں) سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعے انہیں سلام بھیجا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سلام ان تک پہنچایا تھا۔ امام بخاری اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابو ہریرہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

> اتی جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ”یارسول اللہ! ھذہ خدیجةُ قد اَتت معھا اِناءٌ فیہ اِدامٌ ' او طعامٌ ' او شرابٌ ' فاذا ھی اَتتک فاقرأْ علیھا السلامَ من ربھا ومنی ' وبشرھا ببیتٍ فی الجنةِ من قصبٍ لا صَخَبَ فیہ ' ولا نَصَب“
>
> ”حضرت جبرائیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں (راوی کو شک ہے) سالن کھانا یا مشروب لے کر آ رہی ہیں۔ آپ انہیں ان کے پروردگار کا اور میرا سلام پہنچا دیں اور انہیں یہ خوشخبری سنا دیں کہ ان کے لئے جنت میں موتیوں کا محل بنایا گیا ہے جس میں کوئی شور و غوغا اور کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔“ [1]

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ' ''الجامع الصحیح'' (3820) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2432)

(ابن قیم کہتے ہیں) خدا کی قسم یہ خصوصیت صرف سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت جبرائیل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سلام بھجوایا تھا۔ امام بخاری اپنی سند کے ہمراہ، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یوماً: "یا عائشُ! هذا جبریلُ یقرئكِ السلام"

فقالت: وعليه السلام، ورحمةُ الله، وبركاته، ترى مالا أرى

''ایک دن اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا، عائشہ! جبرائیل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا) آپ وہ کچھ دیکھ لیتے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔'' [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انہوں نے کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضی کا اظہار نہیں کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی ان پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا، نہ ہی ان سے ایلاء کیا اور نہ ہی ان سے لاتعلقی اختیار کی اور یہ سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔

سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اس امت کی سب سے پہلی خاتون ہیں جنہیں اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا۔

## فصل

### اُم المؤمنین سیّدہ سودہ

جب سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا نسب یوں ہے۔

سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔

جب سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر زیادہ ہوگئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی باری کا دن سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (3768) مسلم، بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2423)

انہیں طلاق نہیں دی۔آپ کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی پسند کو سامنے رکھتے ہوئے اور آپ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ محترمہ کے لئے اپنے حصے کا دن ایثار کیا۔

نبی اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ آپ تمام ازواجِ مطہرات کے ہاں باری باری تشریف لے جایا کرتے تھے مگر سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں (مستقل پوری رات کے لئے) تشریف نہیں لے جاتے تھے مگر سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا اس بات سے راضی تھی کیونکہ اسی میں اللہ کے پیارے رسول کی رضا تھی۔ [1]

# فصل

## اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت سے دو یا تین سال پہلے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی، ان کی مدینہ منورہ ہجرت کے بعد پہلے سال ہی میں ہوگئی۔اس وقت ان کی عمر نو برس تھی جس وقت نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا اس وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ 58 ہجری میں مدینہ منورہ میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔آپ کی وصیت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

## سیّدہ عائشہ صدیقہ کی خصوصیات

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

(i) نبی اکرم ﷺ تمام ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے جیسا کہ امام بخاری اور دیگر محدثین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے یہ دریافت کیا گیا، آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا ''عائشہ'' عرض کی گئی، مردوں میں سے؟ فرمایا اس کے والد۔ [2]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5067) مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (1465)

[2] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (3662) مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (2384)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کے علاوہ کسی اور کنواری خاتون سے شادی نہیں کی۔

ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ آپ کے ہمراہ ایک ہی لحاف میں آرام فرما ہوتے اس وقت بھی آپ پر وحی نازل ہوتی۔ یہ خصوصیت کسی اور زوجہ محترمہ کو حاصل نہیں ہوئی۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی تو نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جواب حاصل کرنے کا آغاز کیا اور انہیں یہ اختیار دیتے ہوئے فرمایا:

ولا عليك ان لا تعجلي حتى تستأمري ابويكِ

''جلدی کی ضرورت نہیں ہے اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔''

تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کیا میں اس مسئلے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔

دیگر ازواجِ مطہرات نے بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کو اختیار کرتے ہوئے یہی جواب دیا۔

آپ کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل افک کی طرف سے لگائی جانے والی تہمت کے جواب میں آپ کی برأت سے متعلق آیات نازل کیں جو قیامت تک نمازوں میں اور محرابوں میں تلاوت کی جاتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ گواہی دی کہ آپ پاکیزہ خاتون ہیں اور آپ کے لئے بخشش اور باعزت رزق کا وعدہ کیا اور اس بات کی اطلاع دی کہ ان پر جو الزام عائد کیا گیا ہے وہ ان کے لئے باعث شرم ہونے کی بجائے باعث خیر ہے۔ اس کے ذریعے ان میں کوئی خامی ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی عظمت میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کی وجہ سے ان کا مرتبہ بلند کیا۔ ان کی عظمت اور قدر و منزلت میں اضافہ کیا اور اہل زمین و آسمان کے درمیان ان کی پاکیزگی اور برأت کا چرچا کر دیا اور یہ بہت عظیم خصوصیت ہے۔

یہ سب عزت واحترام ان کی تواضع اور انکساری کا نتیجہ ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

''میں اس قابل نہیں ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل کرے

جس کی تلاوت کی جائے۔ مجھے یہ خوشی تھی کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کے خواب میں میری برأت ظاہر کرے گا۔'' [1]

آپ امت کی سچی ترین خاتون ہیں، اہل ایمان کی ماں ہیں، نبی اکرم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ محترمہ ہیں اور آپ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ (عائد کردہ الزام سے) بری الذمہ ہیں۔ آپ کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اور یہ زیادتی انہوں نے کی ہے جنہوں نے آپ پر الزام عائد کیا ہے اور اس الزام کی وجہ سے آپ کے والدین اور نبی اکرم ﷺ کو بھی اذیت پہنچی ہے لیکن اس کے باوجود آپ کی عاجزی اور انکساری کا یہ عالم ہے۔

## لوگوں کی غلط فہمیاں

اس کے برعکس آپ ان لوگوں کی حالت زار کا جائزہ لیں جو ایک یا دو ماہ کے نفلی روزے رکھ لیتے ہیں۔ ایک یا دو رات قیام کر لیتے ہیں ان پر بعض احوال ظاہر ہوتے ہیں اور وہ خود کو کرامات، مکاشفات، مخاطبات (الہامات) اور منازلات (روحانی مقامات) کا مستحق سمجھنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے ملاقات کرنے سے لوگوں کو برکت حاصل ہوتی ہے ان کی دعا غنیمت ہے۔ لوگوں پر ان کا احترام اور تعظیم و تکریم لازم ہے۔ ان کے کپڑوں کو چھونا اور ان کے قدموں سے آنے والی مٹی کو بوسہ دینا (لوگوں کے لئے باعث برکت ہے) وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ انہیں اللہ کے ہاں ایسا عظیم مقام حاصل ہے کہ اگر کوئی ان کی شان میں تنقیص کرے تو اسے اسی وقت انتقام کا نشانہ بننا پڑے گا اور ان کی ذرا سی بے ادبی کرنے والے کو بلا تاخیر سزا ملے گی بلکہ یہاں تک سمجھتے ہیں کہ ان کے حضور کی جانے والی بے ادبی ایسا گناہ ہے جس کا کفارہ صرف ان کی رضامندی ہے لیکن یہ سب ان کی اپنی حماقت اور رعونت ہے بلکہ ان کی ذاتی جہالت کا اور کم عقلی کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ سوچ صرف اسی شخص کی ہو سکتی ہے جو جاہل ہو، خود پسندی کا شکار ہو، اپنے جرم اور گناہوں سے غافل ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کے تکبر اور خود پسندی میں اسے بہت ڈھیل دی ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ شاید مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑا مرتبہ و مقام حاصل ہے۔ ہم دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلب گار ہیں۔

انسان کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو برا

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (2661) مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (2770)

تصور کرے اور در حقیقت اللہ کی بارگاہ میں حقیر ہو۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اکابر صحابہ میں سے کسی ایک کو جب کسی شرعی مسئلے میں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتا اور اس کا حل حاصل کرتا۔

آپ کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال آپ کے گھر میں، آپ کی باری کے دن میں اور آپ کی آغوش میں ہوا اور نبی اکرم ﷺ کو آپ ہی کے حجرۂ مبارک میں دفن کیا گیا۔ [1]

آپ کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ سے نکاح کرنے سے پہلے فرشتہ ریشمی کپڑے پر بنی ہوئی آپ کی تصویر کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تھا جسے دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اگر یہ اللہ کی مرضی ہے تو ایسا ہو کر رہے گا۔ [2]

آپ کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ کی باری کے دن میں بطورِ خاص ہدایا بھجوایا کرتے تھے کیونکہ آپ نبی اکرم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ تھیں۔

## اُم المؤمنین سیّدہ اُم حبیبہ

آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا ایک حمل ساقط ہو گیا تھا مگر یہ روایت درست نہیں ہے۔

آپ کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ کے ساتھ ہوا تھا جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں اور انہیں غزوۂ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔

سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتقال 27 یا 28 ہجری میں ہوا۔

آپ کی ایک خصوصیت کا تذکرہ حافظ ابو محمد مندسی نے اپنی سیرت کی کتاب میں کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ایک طلاق دی تھی۔ حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (1389) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2443)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (3895)' مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2438)

رجوع کریں کیونکہ وہ بکثرت روزے رکھتی ہیں، بکثرت نوافل ادا کرتی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی زوجہ محترمہ ہوں گی۔ [1]

طبرانی، اپنی سند کے ہمراہ۔ معجم کبیر میں، حضرت عتبہ بن عامر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دی جب حضرت عمر کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے سر میں مٹی ڈالتے ہوئے یہ کہا اس واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ کو خطاب کے بیٹے کی کوئی پرواہ نہیں رہے گی تو حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ عمر کے ساتھ مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حفصہ سے رجوع کرلیں۔'' [2]

سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان کا نام ونسب یہ ہے۔

رملہ بنت صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد ناف۔

سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پہلے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں جا کر عبید اللہ نے نصرانیت اختیار کرلی لیکن سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے اسلام پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔

جب آپ حبشہ میں مقیم تھیں اس وقت نبی اکرم ﷺ نے آپ سے نکاح کیا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے (نبی اکرم ﷺ کی طرف سے) چار سو دینار مہر ادا کیا۔ [3] نبی اکرم ﷺ نے آپ کو لانے کے لئے حضرت عمرو بن امیہ الفجری کو روانہ کیا اس نکاح میں سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ولی حضرت عثمان بن العاص تھے جب کہ ایک روایت کے مطابق خالد بن سعید بن العاص تھے۔

---

[1] بزار (2668) طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، (188/23) ہیثمی، مجمع الزوائد (3/244-245)

[2] طبرانی، سلیمان بن احمد، معجم الکبیر، (188/23) ہیثمی، مجمع الزوائد (244/9)

[3] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن''، (2107/2086) نسائی، احمد بن شعیب ''السنن''، (119/6) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن''، (2108)

## صحیح مسلم کی ایک روایت پر نقد و تبصرہ

امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

''مسلمان حضرت ابوسفیان سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میری تین درخواستیں ہیں انہیں پورا کر دیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ ابوسفیان نے درخواست کی میری بیٹی اُم حبیبہ عرب کی حسین و جمیل عورتوں میں سے ایک ہے۔ میں اس کا نکاح آپ سے کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا منظور ہے۔ ابوسفیان نے دوسری درخواست یہ کی، معاویہ کو اپنا کاتب (اسسٹنٹ یا سیکرٹری) بنالیں۔ آپ نے فرمایا منظور ہے۔ ابوسفیان نے تیسری درخواست کی۔ مجھے اجازت دیں کہ میں کفار کے ساتھ اسی طرح جنگ کروں جیسے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا منظور ہے۔'' [1]

ابو زمیل کہتے ہیں اگر حضرت ابوسفیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست نہ کرتے تو آپ ایسا نہ کرتے کیونکہ آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جو بھی شخص جو بھی درخواست پیش کرتا آپ قبول فرمالیتے۔

اس روایت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو مشکل پیش آتی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کے اسلام لانے سے پہلے ہی سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور یہ نکاح نجاشی نے پڑھوایا تھا پھر سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوسفیان کے اسلام لانے سے پہلے ہی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگئی تھی۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت ابوسفیان یہ درخواست پیش کریں کہ میں اُمِ حبیبہ کا نکاح آپ سے کرتا ہوں۔

اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے ابن حزم کہتے ہیں اس روایت کو عکرمہ بن عمار نے گھڑا ہے۔

بعض دیگر اہل علم کے لئے یہ بات ناگوار ہے کہ صحیح مسلم کی کسی روایت کو موزوں قرار دیا جائے۔ اس لئے انہوں نے اس کی یہ تاویل پیش کی ہے کہ حضرت ابوسفیان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے تجدید نکاح کرلیں تاکہ معاشرے

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (2501)

میں ان کی عزت میں اضافہ ہو۔

لیکن یہ تاویل ضعیف ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ سچا وعدہ کیا کرتے تھے اور کسی ایک روایت میں بھی یہ بات منقول نہیں ہے کہ آپ نے سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے تجدید نکاح کیا ہو اگر ایسا ہوا ہوتا تو منبر واحد کے طور پر ہی صحیح منقول ضرور ہوتا لیکن جب کسی ایک سیرت نگار نے بھی اسے نقل نہیں کیا تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ یہ واقعہ رونما ہی نہیں ہوا۔

قاضی عیاض اس متنازع موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

محدثین کے نزدیک صحیح مسلم کی یہ روایت نہایت نادر ہے کیونکہ تجدید صلح کے لئے حضرت ابوسفیان کا مدینہ منورہ آنا اور سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک یہ حدیث باطل نہیں ہے۔ حضرت ابوسفیان نے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اپنی صاحبزادی اور سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بہن، سیّدہ عزہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے کرنا چاہتے ہیں۔

یہ علماء فرماتے ہیں کیونکہ حضرت ابوسفیان نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اس لئے انہیں اس مسئلے کا پتہ نہیں تھا اور شاید سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس مسئلے کا پتہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ درخواست کی وہ ان کی بہن سے نکاح کرلیں تو آپ نے فرمایا۔

''وہ میرے لئے حلال نہیں ہے۔'' [1]

یعنی حضرت ابوسفیان یہ چاہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ ان کی دوسری صاحبزادی سے بھی نکاح کرلیں لیکن راوی کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ شاید حضرت ابوسفیان کی درخواست کا تعلق سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔ اس لئے یہ غلطی راوی کا قصور ہے یہ حضرت ابوسفیان کا بیان نہیں ہے۔

لیکن یہ تاویل اس اعتبار سے غلط ہے کہ (صحیح مسلم کی روایت کے مطابق) نبی اکرم ﷺ نے اس درخواست کو قبول کرلیا تھا اگر اس درخواست کا تعلق سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے ساتھ ہوتا تو آپ فرمادیتے کہ اس سے نکاح کرنا میرے لئے حلال نہیں ہے جیسے آپ

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (5108) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2056) نسائی' احمد بن شعیب' ''السنن'' (6/94' 96)

نے سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو یہی جواب دیا تھا۔

اگر یہ الجھن درپیش نہ ہوتی تو یہ اس روایت کی سب سے بہترین تاویل ہوتی۔

اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ سیرت نگار اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا اس وقت وہ حبشہ میں مقیم تھی بلکہ بعض سیرت نگاروں نے یہ بات نقل کی ہے کہ جب سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حبشہ سے مدینہ منورہ تشریف لے آئیں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔

## شیخ منذری کے جواب پر تبصرہ

یہ بات شیخ ابومحمد منذری نے بیان کی ہے لیکن یہ ضعیف ترین جواب ہے اور اس کے ضعف کے اسباب درجِ ذیل ہیں۔

(i) یہ بات صحیح یا حسن کسی بھی طور پر ثابت نہیں ہے اور نہ ہی کسی قابل اعتماد محدیث نے یہ بات نقل کی ہے۔

(ii) حبشہ میں سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی روایت حدِ تواتر تک پہنچتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ مکرمہ میں نکاح، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدینہ منورہ میں رخصتی، سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا مدینہ منورہ میں نکاح، سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا فتح خیبر والے سال میں نکاح، سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا عمرۂ قضا میں نکاح کے واقعات ہیں۔

یہ واقعات اہل علم کے نزدیک اتنے مشہور ہیں کہ ان کے ذریعے قطعیت ثابت ہو جاتی ہے پس اگر کوئی ایسی روایت ان کے مقابلے میں پیش کی جائے جس کی سند درست ہو لیکن مضمون درست نہ ہو تو اہل علم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے او. یہی ان کا مخصوص طریق کار ہے۔

(iii) تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بہرطور فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(iv) حضرت ابوسفیان (قبول اسلام سے پہلے) مدینہ منورہ آئے تو اپنی بیٹی اُمِ حبیبہ کے ہاں آئے جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگے تو سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اسے لپیٹ دیا۔ ابوسفیان بولے۔ بیٹی مجھے اندازہ نہیں ہوسکا کہ تم مجھے اس بچھونے سے دور

رکھنا چاہتی ہو یا اس بچھونے کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہو؟ تو سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بولیں یہ اللہ کے رسول کا بستر ہے تو ابوسفیان بولا اللہ کی قسم! تم بہت بگڑ چکی ہو۔

یہ واقعہ اہل سیرت وتاریخ کے نزدیک مشہور ومعروف ہے۔

(۷) سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ، حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں ان کے شوہر نے نصرانیت قبول کر لی اور وہیں انتقال کر گیا پھر سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ سے مدینہ منورہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں گویا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئی تھی اپنے والد کے گھر نہیں گئی تھی (جو مکہ میں مقیم تھے)

اس بارے میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ حضرت ابوسفیان کو فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا تو پھر وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں عرب کی حسین ترین عورت کی شادی آپ سے کرنا چاہتا ہوں؟ سوال یہ ہے کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام قبول کرنے اور ہجرت کرنے کے بعد کبھی ابوسفیان کے پاس رہی تھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابوسفیان نے اسلام قبول کرنے سے پہلے یہ درخواست نہیں کی تھی۔ تو یہ محال ہے کیونکہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اس کے ہاں نہیں تھی اور اسے ان پر کوئی ولایت حاصل نہیں تھی۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ ابوسفیان نے یہ درخواست اسلام قبول کرنے کے بعد پیش کی تھی تو یہ بھی محال ہے کیونکہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا۔

اگر یہاں یہ کہا جائے کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا تھا کیونکہ صحیح مسلم میں منقول حدیث مستند ہے جس کے راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ اس کے برعکس حبشہ میں آپ کے نکاح کی روایت محمد بن اسحاق نے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق کی ''مسند'' احادیث کے بارے میں محدثین میں اختلاف پایا جاتا ہے اس کی مرسل روایت پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اور وہ بھی بطورِ خاص اس وقت جبکہ اس کے مقابلے میں مستند ''مسند'' روایات موجود ہوں۔

## بعض متأخرین کا جواب

بعض متاخرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو درست قرار دیتے ہوئے یہ جواب بیان کیا ہے۔ اس کے جواب درج ذیل ہیں۔

(i) یہ اصول اس وقت سامنے آئے گا جب دونوں طرف منقول روایات کا مرتبہ یکساں ہو۔ اس وقت مسند روایت کو "مرسل" پر ترجیح دی جائے گی لیکن جب یہ بات (یقینی طور پر ثابت ہو کہ ان دونوں میں سے ایک روایت باطل ہے تو اب اس اصول کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ سیرت کا تاریخ (اور حدیث) کے ماہرین کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے کہ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا۔ کوئی ایک (سیرت نگار بھی) اس بات کا قائل نہیں ہے کہ آپ کا نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا اور اگر بالفرض کسی نے ایسا کہا بھی ہو تو اس کا قول باطل ہے جس کے باطل ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

(ii) یہ کہنا کہ ابن اسحاق کی "مراسل" کسی صحیح "مسند" روایت کے برابر نہیں ہوسکتی ہیں یا ان کے مقابلے میں پیش نہیں کی جاسکتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں صرف ابن اسحاق کی "مراسیل" پر اعتبار نہیں کیا گیا خواہ وہ متصل ہوں یا مرسل ہوں بلکہ پہلے سیرت و اہل تاریخ کے اس اتفاق پر اعتماد کیا گیا ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہے...... کہ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پہلے شوہر کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جہاں ان کے شوہر نصرانیت کی حالت میں انتقال کر گئے تو نجاشی نے ان کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسی نے مہر ادا کیا۔

یہ واقعہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے اور اسی سے علماء نے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ نکاح میں وکیل مقرر کرنا جائز ہے:۔

## امام شافعی کا استدلال

حضرت عتبہ بن عامر روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِذا نکحَ الولیّان فالاوّلُ اَحقُّ

"جب دو ولی نکاح کر دیں تو پہلا زیادہ حقدار ہوگا۔" [1]

امام شافعی فرماتے ہیں اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ نکاح میں وکیل مقرر کرنا جائز ہے اور تیرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ بن الضمری کو اپنا وکیل مقرر کیا

[1] ابو داؤد (2088) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (1110) نسائی' احمد بن شعیب "السنن" (314/7) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' "المسند" (149/4)

تھا۔انہوں نے آپ کا نکاح سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان سے کیا تھا۔

امام شافعی، یہ بھی تحریر کرتے ہیں، کوئی کافر کسی مسلمان خاتون کا ولی نہیں بن سکتا۔خواہ وہ اس کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔سعید بن العاص کے صاحبزادے نے سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ابوسفیان اس وقت زندہ تھے لیکن سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا چونکہ مسلمان تھی اور سعید کے صاحبزادے بھی مسلمان تھے اور اس وقت سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سب سے قریبی مسلمان عزیز وہی تھے۔اس لئے ابوسفیان کو سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ولایت حاصل نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وراثت، دیت اور دیگر معاملات میں کفار اور مسلمین کے درمیان ولایت کو ختم کر دیا ہے۔

امام شافعی نے سعید بن العاص کے جس صاحبزادے کا ذکر کیا ہے وہ حضرت خالد بن سعید بن العاص ہیں۔اس بات کا ذکر ابن اسحاق اور دیگر سیرت نگاروں نے کیا ہے۔

عروہ اور زہری بیان کرتے ہیں اس نکاح میں سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ولی حضرت عثمان بن عفان تھے۔

بہرحال یہ دونوں صاحبان سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد کے چچا زاد بھائی ہیں کیونکہ حضرت عثمان،عفان بن ابوالعاص بن امیہ کے صاحبزادے ہیں جبکہ حضرت خالد،سعید بن العاص بن امیہ کے صاحبزادے ہیں اور ابوسفیان حرب بن امیہ کے صاحبزادے ہیں۔

بہرحال اصل مقصد یہ ہے کہ ہم فقہ اور سیرت کے ائمہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حبشہ کی سرزمین پر ہوا تھا اور یہ بات ان لوگوں کی غلط فہمی کو ختم کر دیتی ہے جو عکرمہ بن عمار کی روایت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔

(iii) عکرمہ بن عمار جنہوں نے یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے علم حدیث کے بہت سے ماہرین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں ان کی احادیث صحیح نہیں ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں ان کی احادیث ضعیف ہیں۔

ابوحاتم کہتے ہیں یہ عکرمہ سچے نہیں ہیں کبھی انہیں وہم لاحق ہو جاتا ہے اور کبھی یہ غلط بیانی کرتے ہیں۔

جب عکرمہ کا یہ حال ہے تو اس بات کا امکان موجود ہے کہ اس روایت میں بھی انہوں نے یہی غلط بیانی کی ہو اور اسے کسی غیر مستند راوی سے نقل کیا ہو۔

اس روایت کو امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ ''لمن'' کے لفظ کے ذریعے نقل کیا ہے جبکہ طبرانی نے اسے اپنی ''معجم'' میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

## امام ابن جوزی کا تبصرہ

شیخ ابوالفرج ابن جوزی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ کسی راوی کا وہم ہے اور اس کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ محدثین نے اس غلطی کا الزام اس کے راوی عکرمہ بن عمار پر عائد کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ غلط فہمی ہے کیونکہ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا جس سے ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی یہ دونوں مسلمان تھے مگر پھر عبیداللہ بن جحش نے نصرانیت اختیار کر لی اور سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا دین اسلام پر ثابت قدم رہی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو پیغام بھجوایا کہ وہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا پیغام دے تو نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ان سے کروایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہر کی رقم چار ہزار درہم ادا کی۔

(صلح حدیبیہ کے بعد جب کشیدگی کا آغاز ہوا) یہ سن ۷ ہجری کا واقعہ ہے ابوسفیان مدینہ منورہ آیا۔ اپنی بیٹی کے ہاں آیا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کو لپیٹ دیا تاکہ ابوسفیان اس پر نہ بیٹھ سکے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ نے فتح مکہ کے موقع پر ۸ ہجری میں اسلام قبول کیا اور یہ بھی کہیں منقول نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی حضرت ابوسفیان کو امیر مقرر کیا ہو۔

امام ابومحمد بن حزم فرماتے ہیں۔ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ساری خرابی کی جڑ عکرمہ بن عمار ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے کئی سال پہلے سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا اور سیّدہ رضی اللہ عنہا کے والد اس وقت کافر تھے۔

اگر یہاں یہ جواب دیا جائے کہ اس روایت کو نقل کرنے میں عکرمہ بن عمار منفرد نہیں ہے بلکہ اس کی تائید میں روایت پیش کی جاسکتی ہے جسے طبرانی نے اپنی معجم میں، اسماعیل بن

مرسال کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ عکرمہ کی طرح اسماعیل نے بھی یہ روایت ابوزمیل سے نقل کی ہے لہٰذا عکرمہ تفرد کے الزام سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تائیدی روایت عکرمہ کی روایت کو مستند ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ اس تائیدی روایت کے تمام راوی مجہول ہیں۔ انہیں حوالے کے طور پر بھی نقل نہیں کیا جا سکتا کجا کہ ان کی روایت کو اس روایت پر ترجیح دی جائے جو اہل علم کے ہاں مشہور و معروف ہے۔ اس لئے یہ تائیدی روایت پہلی روایت کے مستند ہونے یا نہ ہونے پر کسی بھی حوالے سے اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

## امام بیہقی کی تاویل

اہل علم کا ایک گروہ جس میں امام بیہقی اور المنذری بھی شامل ہیں۔ اس بات کا قائل ہے یہاں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابوسفیان نے یہ درخواست اس وقت پیش کی جب وہ کافر تھے اور کسی سفر کے سلسلے میں مدینہ منورہ آئے تھے اور انہیں پتہ چلا تھا کہ ان کی بیٹی کے شوہر حبشہ میں انتقال کر چکے ہیں پھر دوسری اور تیسری درخواست انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد پیش کی ہو جسے راوی نے ایک ہی واقعے کے طور پر نقل کر دیا۔

## اس تاویل پر تبصرہ

یہ تاویل بھی بہت ضعیف ہے کیونکہ ابوسفیان فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے کشیدگی کے زمانے میں مدینہ منورہ آئے تھے اور سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اس وقت ازواجِ مطہرات میں شامل تھی۔ اس سے پہلے ابوسفیان صرف ایک مرتبہ، غزوۂ خندق کے موقع پر لاؤ لشکر کے ہمراہ مدینہ منورہ آئے تھے اگر صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان حالات کشیدہ نہ ہوئے تو ابوسفیان اس وقت بھی مدینہ منورہ نہ آئے۔ (سوال یہ ہے) پھر کب ابوسفیان مدینہ آئے اور انہوں نے اپنی صاحبزادی کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس لئے یہ تاویل غلط ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب ابوسفیان خود کافر تھے اس وقت وہ اپنی بیٹی کا نکاح نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہیں اپنی صاحبزادی پر کوئی ولایت حاصل نہیں تھی اور یہ بھی طے ہے کہ ابوسفیان کے اسلام لانے کے بعد یہ نکاح نہیں ہوا۔ بہر حال دونوں صورتوں میں یہ روایت غلط ہے (جس میں ابوسفیان کے یہ الفاظ موجود ہیں) میں ام حبیبہ کا نکاح آپ سے

کرنا چاہتا ہوں۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان نے تینوں درخواستیں بیک وقت پیش کی تھیں جیسا کہ ان کے الفاظ ہیں۔ میں تین درخواستیں پیش کروں گا اور یہ بات طے ہے کہ خود کو امیر جہاد مقرر کروانے اور حضرت معاویہ کو کاتب مقرر کرنے کی درخواست ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ درخواست کا ایک حصہ انہوں نے حالت کفر میں پیش کیا اور دوسرا حصہ اس وقت پیش کیا جب وہ اسلام قبول کر چکے تھے حدیث کا سیاق اس بات کی تردید کرتا ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس روایت کی درست توجیح پیش کی جانی چاہئے تاکہ اس پر موضوع ہونے کا الزام نہ لگ سکے کیونکہ یہ کہنا آسان نہیں ہے کہ صحیح مسلم میں ایک موزوں روایت موجود ہے۔

وہ تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ ابوسفیان کا یہ کہنا کہ میں اُم حبیبہ کا نکاح آپ سے کرنا چاہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اُم حبیبہ کے ساتھ آپ کے نکاح سے راضی ہوں اگرچہ یہ میری مرضی اور اختیار کے بغیر ہوا اور اگرچہ آپ کا نکاح صحیح ہے تاہم زیادہ بہتر اور مناسب یہی ہے (کہ آپ ان سے دوبارہ نکاح کرلیں) کیونکہ اس طرح میری تسلی ہوجائے گی۔ نبی اکرم ﷺ کا اس کی درخواست کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اسے تسلی دی اور بعد میں اسے بتایا کہ یہ نکاح درست ہے۔ اس میں تمہاری رضامندی شرط نہیں تھی اور نہ ہی تمہیں ان پر کوئی ولایت حاصل تھی کیونکہ نکاح کے وقت تم دونوں کا دین مختلف تھا۔

لیکن یہ جواب بھی تسلی بخش نہیں ہے کیونکہ روایت کے الفاظ میں یہ بات موجود ہے کہ میں عرب کی حسین ترین عورت سے آپ کا نکاح کروانا چاہتا ہوں۔ ان الفاظ کے ذریعے کوئی بھی شخص یہ مفہوم مراد نہیں لے سکتا کہ میں آپ کے ساتھ اس خاتون کی شادی کروانا چاہتا ہوں جو پہلے سے آپ کے حبالہ عقد میں موجود ہے یا میں آپ کی اس شادی سے راضی ہوں پھر نبی اکرم ﷺ کا ہاں کہنا بھی اس تاویل سے مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کوئی درخواست پیش کی تو اس کا جواب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے آئے گا پس اگر ابوسفیان اس سے راضی ہیں تو یہ واقعہ پہلے سے رونما ہو چکا ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟

اگر یہ تاویل کی جائے کہ درخواست کا مطلب یہ تھا کہ نبی اکرم اس نکاح کو برقرار رکھیں تو اگرچہ یہ تاویل غلط ہے تاہم الفاظ سے مناسب رکھتی ہے۔

بہرحال تمام تاویلات غلط ہیں جس کا روایت کے الفاظ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے حضرت ابوسفیان بکثرت مدینہ منورہ آیا کرتے تھے اس لئے ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا ہو جب وہ کافر تھے اور مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے۔ یا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا ہو جب ان کے اسلام لانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے ایلاء کرتے ہوئے ایک ماہ کی علیحدگی اختیار کی تھی تو انہیں یہ غلط فہمی ہوئی جیسے حضرت عمر کو یہ غلط فہمی ہوئی تھی کہ یہ ایلاء طلاق ہے پس وہ یہ سمجھے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج کے درمیان علیحدگی واقع ہوگئی ہے۔ اس وقت انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہ کلمات کہے تاکہ آپ ازواجِ مطہرات سے رجوع کر لیں تو نبی اکرم ﷺ نے جواب میں ہاں کہا یعنی اگر ایلاء طویل ہوگیا یا طلاق ہوگئی (تو میں ایسا کروں گا) مگر اس میں سے کچھ بھی نہ ہوا۔

یہ تاویل بھی ضعیف ہے کیونکہ حضرت ابوسفیان کا یہ کہنا کہ میں عرب کی حسین وجمیل عورت سے آپ کا نکاح کروں گا۔ اس سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس واقعے کا تعلق ایلاء کے ساتھ ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ کے ہاں کہنے کی کوئی توجیہہ پیش کی جاسکتی ہے۔ باوجودیکہ ایلاء کے وقت ابوسفیان مدینہ منورہ میں موجود ہی نہیں تھے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ایک بالا خانے میں علیحدہ رہنے لگے تھے اور آپ نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔ حضرت عمر اس بالا خانے کے پاس آئے اور بار بار حاضری کی اجازت مانگی، تیسری مرتبہ اجازت مل گئی۔ حضرت عمر نے دریافت کیا، کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر بولے، اللہ اکبر اور سب لوگوں کو پتہ چل گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی یہاں حضرت ابوسفیان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ [1]

---

[1] بخاری، ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل، "الجامع الصحیح" (5203) مسلم بن الحجاج القشیری، "الجامع الصحیح" (1479/34)

## شیخ طبری کی تحقیق

اس حدیث کے بارے میں میں نے شیخ محب الدین طبری کی تحقیق پڑھی ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابوسفیان نے یہ تینوں شرائط اسلام قبول کرنے سے کافی عرصہ پہلے پیش کی ہوں اور انہیں اپنے اسلام کے لئے بطور شرط پیش کیا ہو یعنی اگر میں اسلام قبول کرلوں تو آپ میری یہ تین درخواستیں پوری کریں گے لیکن یہ تاویل بھی درست نہیں ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں مسلمان ابوسفیان سے میل جول نہیں رکھتے تھے اس لئے ابوسفیان نے یہ تین درخواستیں پیش کی تھیں۔ابوسفیان یہ کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ خود مکہ میں تھے اور نبی اکرم ﷺ سے مقابلے کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرتے پھر رہے تھے یا اگر مدینہ آ کر بھی انہوں نے یہ درخواست پیش کی کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ ؓ ان کے ہاں نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کے خانۂ اقدس میں تھی تو پھر یہ تاویل کیسے کی جا سکتی ہے۔مزید برآں یہ کہ جب وہ خود کافر تھے اس وقت وہ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ میں مشرکین سے بھی اسی طرح جنگ کروں گا جیسے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کیا کرتا تھا۔مسلمانوں کے ساتھ ان کی مخالفت کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ ہر وقت مسلمانوں سے جنگ و جدل کے درپے رہا کرتے تھے اور اللہ کے نور کو بجھانے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔مزید برآں یہ کہ حضرت ابوسفیان کے اسلام لانے کا واقعہ مشہور و معروف ہے جس میں کسی شرط کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔

بہر حال یہ اور اس نوعیت کی تمام تر تاویلات باطل اور غلط ہیں۔ان کو جان کر علم میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ علم کی حقیقی مذمت یہ ہے کہ انہیں غلط ثابت کیا جائے۔مختصر یہ کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور اس میں کوئی غلطی موجود ہے۔واللہ اعلم۔

(حضرت ام حبیبہ کی خصوصیت یہ ہے) آپ وہ خاتون ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے بستر کا بھی احترام کیا اور جب ان کے والد مدینہ آئے تو انہیں بھی اس پر بیٹھنے نہیں دیا یہ کہہ کر کہ تم مشرک ہو۔

## اُم المؤمنین سیّدہ اُم سلمہ

آپ کا نام و نسب یہ ہے:

ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن عزہ بن کعب بن لوی

بن غالب۔

پہلے آپ کا نکاح حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد سے ہوا۔ 62 ہجری میں آپ کا انتقال ہوااور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ازواجِ مطہرات میں سب سے آخر میں آپ کا انتقال ہوا۔ بعض سیرت نگاروں کے نزدیک ازواجِ مطہرات میں سب سے آخر میں سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں۔ اس وقت حضرت جبرائیل، حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں تشریف لائے اور سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی زیارت کی۔

صحیح مُسلم میں حضرت ابوعثمان کا یہ بیان منقول ہے۔

میں تمہیں بتاتا ہوں کہ حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی۔ گفتگو کے بعد حضرت جبرائیل چلے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا یہ کون صاحب تھے؟ آپ نے جواب دیا یہ دحیہ کلبی تھے اور پھر آپ نے قسم کھائی۔ اللہ کی قسم! میں انہیں دحیہ ہی سمجھی تھی مگر پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبے کے دوران یہ بتاتے ہوئے سنا کہ وہ حضرت جبرائیل تھے۔ [1]

اس روایت کے راوی سلیمان کہتے ہیں۔ میں نے حضرت ابوعثمان سے پوچھا آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا حضرت اسامہ بن زید سے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نکاح آپ کے صاحبزادے عمر بن ابوسلمہ نے کروایا تھا۔ اہل علم کے ایک گروہ نے اس بات کا انکار کیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے کہ اس وقت ان کے صاحبزادے کی عمر اتنی نہیں تھی کہ وہ یہ نکاح کرواسکتا۔

امام احمد نے ان لوگوں کی تردید کی ہے اور امام احمد کی تائید میں وہ روایت پیش کی جا سکتی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

حضرت عمر بن ابوسلمہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزے دار (کا اپنی بیوی کا) بوسہ لینے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا، ان سے (یعنی اپنی والدہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھو! تو سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر لیتے ہیں تو وہ بولے ہم اللہ کے رسول کی مانند نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لئے جس چیز کو چاہے حلال کر

دے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوں۔''

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بات ایسے بچے سے نہیں کہی جا سکتی جس کی عمر بہت کم ہو۔

حضرت عمر بن ابوسلمہ ہجرت (مدینہ) سے پہلے حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت حضرت عمر بن ابوسلمہ کی عمر بہت کم تھی مگر یہ بات مستند روایات سے ثابت نہیں ہے۔

اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن ابوسلمہ نے کس حیثیت سے سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کروایا تھا؟ ایک تو یہ کہ آپ ان کے صاحبزادے تھے۔ بعض اہل علم کے نزدیک آپ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے دور پرے کے چچازاد بھی تھے اور اس وقت آپ ہی سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے سب سے قریبی ولی تھے۔ اس لئے آپ نے چچازاد کی حیثیت سے یہ نکاح کروایا تھا۔ دونوں کا نسب یہ ہے۔ عمر بن ابوسلمہ بن عبدالاسد بن حلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

ام سلمہ ہند بنت ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے صاحبزادے عمر نے نہیں بلکہ حضرت عمر بن خطاب نے پڑھوایا تھا کیونکہ بہت سی روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں اے عمر! اٹھو اور اللہ کے رسول کا نکاح کراؤ اور پیغامِ نکاح حضرت عمر بھی لے کر گئے تھے۔

لیکن اس کی تردید اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام نسائی نے نقل کیا ہے کہ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے صاحبزادے عمر سے یہ کہا تھا اٹھو اور اللہ کے رسول سے نکاح کراؤ۔

ہمارے شیخ ابوالحجاج المزی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ عمر اٹھو! اور اللہ کے رسول سے نکاح کراؤ۔ اپنے صاحبزادے کے الفاظ راویوں کی غلط فہمی ہے۔ راوی یہ سمجھے کہ عمر سے مراد ان کے صاحبزادے ہیں حالانکہ اکثر مستند روایات میں اپنے صاحبزادے کا ذکر موجود ہے۔

شیخ ابوالحجاج المزی کہتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے عمر اس وقت بہت کم سن تھے کیونکہ انہی کا یہ قول منقول ہے۔

میں نبی اکرم ﷺ کی گود میں بیٹھتا تھا اور میرا ہاتھ پوری پلیٹ میں گردش کرتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا۔

"بیٹے! اللہ کا نام لو پھر دائیں ہاتھ سے اور اپنے آگے سے کھاؤ۔"

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس وقت کم سن تھے اسی لئے نبی اکرم ﷺ کے زیر سایہ تھے۔

ابن اسحاق نے یہ بات نقل کی ہے کہ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے صاحبزادے سلمہ نے کروایا تھا۔

## ام المؤمنین سیّدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

آپ عبداللہ بن جحش کی اہلیہ تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے 3 ہجری میں آپ سے نکاح کیا۔ آپ کا لقب ام المساکین ہے کیونکہ آپ کثرت سے مساکین کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کے حبالۂ عقد میں بہت تھوڑا عرصہ، دو یا تین ماہ گزارنے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

## ام المؤمنین سیّدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

آپ کا تعلق بنو مصطلق سے ہے۔ غزوۂ بنو مصطلق میں آپ بھی قیدیوں میں شامل ہوئیں اور ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ حضرت ثابت بن قیس نے آپ کو مکاتب کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے کتابت کی رقم ادا کی اور 6 ہجری میں آپ سے نکاح کیا۔ 8 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی وجہ سے آپ کے خاندان کے 100 قیدیوں کو آزاد کیا گیا کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے سسرالی عزیز تھے۔ یہ آپ کی برکت تھی جس کا فائدہ آپ کی قوم کو حاصل ہوا۔

## ام المؤمنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ 7 ہجری میں غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ کو قیدی بنایا گیا۔ اس سے پہلے آپ کنانہ بن ابوالحقیق کے نکاح میں تھیں جو غزوۂ خیبر میں مارا گیا۔ ایک روایت کے مطابق 36 ہجری اور دوسری روایت کے مطابق 50 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

آپ کی خصوصیات میں یہ بات شامل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو آزاد کیا اور آپ کی آزادی ہی کو آپ کا مہر قرار دیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں آپ ہی کو آپ کا مہر قرار دیا اور یہ بات قیامت تک کے لئے امت کے لئے سنت بن گئی کہ اگر کوئی شخص چاہے تو اپنی کنیز کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے سکتا ہے اور وہ باندی اس کی بیوی بن جائے گی۔

امام احمد نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی، اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ پتہ چلا کہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں یہ کہا ہے کہ صفیہ یہودی کی بیٹی ہیں۔ یہ سن کر آپ رو پڑیں۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ رو رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ حفصہ نے میرے بارے میں یہ کہا ہے کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم ایک نبی کی اولاد ہو تمہارے چچا بھی نبی تھے اور تم ایک نبی کی بیوی بھی ہو۔ پھر وہ (سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا) کس بات پر تمہارے مقابلے میں فخر کر سکتی ہے؟ پھر آپ ﷺ نے (سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا، حفصہ اللہ سے ڈرو۔

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس سند کے اعتبار سے غریب ہے۔ سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی یہ بنیادی خصوصیت ہے۔

آپ کا تعلق بنو خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے ہے۔ آپ نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی سیّدہ امیمہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں۔ پہلے آپ کی شادی نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر آپ کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے کیا اور یہ آیت نازل کی۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب:۳۷)

''جب ان سے زید کا تعلق نہ رہا تو ہم نے ان کا نکاح تم سے کر دیا۔''

نبی اکرم ﷺ اٹھے اور اجازت طلب کئے بغیر آپ کے پاس آئے۔ آپ اس بات پر دیگر تمام ازواجِ مطہرات کے سامنے فخر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں تمہارے شادیاں تمہارے گھر والوں نے کی ہیں اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کی

ہے۔

یہ آپ کی بنیادی خصوصیت ہے۔

20 ہجری میں مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

## اُم المؤمنین سیّدہ میمونہ بنت الحارث

نبی اکرم ﷺ نے سرف کے مقام پر آپ سے نکاح کیا اور یہیں آپ کی رخصتی ہوئی۔ بعد میں اسی مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔ ''سرف'' مکہ مکرمہ سے سات میل کی دوری پر واقع ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سب سے آخر میں آپ سے نکاح کیا۔ 63 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سگی خالہ ہیں کیونکہ ان کی والدہ اُمِ فضل بنت حارث آپ کی سگی بہن ہیں۔ آپ حضرت خالد بن ولید کی بھی سگی خالہ ہیں۔

آپ کے نکاح کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے آپ سے نکاح کیا اس وقت نبی اکرم ﷺ حالت احرام میں تھے یا نہیں۔ درست قول یہ ہے کہ جس وقت آپ کی رخصتی ہوئی اس وقت نبی اکرم ﷺ حالت احرام میں نہیں تھے جیسا کہ اس نکاح کے پیغام رسا حضرت ابورافع نے یہ بات بیان کی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ہم نے کسی اور مقام پر اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

یہ وہ خواتین تھیں جن کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے ازواجی تعلق قائم کیا۔ ان کی تعداد گیارہ ہے۔

حافظ ابومحمد مقدسی اور دیگر اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سات دیگر خواتین سے عقد نکاح کیا مگر ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا۔

ازواجِ مطہرات پر درود اس احترام کے تابع ہے جس کی پابندی امت پر واجب ہے۔ یہ خواتین دنیا و آخرت میں نبی اکرم ﷺ کی ازواج ہیں۔ جن خواتین سے نبی اکرم ﷺ نے علیحدگی اختیار کی یا ان سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا ان کے لئے ان خواتین کے مخصوص احکام ثابت نہیں ہوں گے جس کے ساتھ آپ نے ازدواجی تعلق قائم کیا اور اسی حالت میں آپ کا انتقال ہوا۔

اللہ تعالیٰ آپ پر آل کی آل، آپ کی ازواج اور آپ کی ذریت پر درود وسلام نازل کرے۔

## فصل

# لفظ ذرّیت کی تحقیق

لفظ ذریت کے بارے میں دو موضوعات پر گفتگو کی جائے گی۔

پہلے موضوع کا تعلق اس لفظ کی تحقیق سے ہے۔اس بارے میں تین اقوال ہیں۔

(i) یہ لفظ ذرا اللہ الخلق سے ماخوذ ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پھیلا دیا اوذرا سے ظاہر کیا۔ثقل کی وجہ سے اس کے ہمزہ کو ترک کر دیا گیا لہٰذا اصل میں یہ لفظ ہمزہ کے ہمراہ ''ذریئۃ'' تھا اور اس کا وزن ''فُعِیْلۃ'' ہے۔

صحاح کے مصنف اور علم لغت کے دیگر ماہرین نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

(ii) اس لفظ کی اصل ''الذر'' ہے۔یہ لفظ چھوٹی چیونٹیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔قیاس کے مطابق یہ لفظ ''ذَریۃ'' ہونا چاہئے تھا لیکن اس کے شروع میں ''پیش'' آ گئی اور آخر میں ''ہمزہ'' آ گیا یعنی اس کی نسبت میں تبدیلی کی گئی۔

یہ قول کئی اعتبار سے ضعیف ہے۔

ایک وجہ یہ ہے کہ نسبت میں تبدیلی کا قاعدہ اس سے مختلف ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں ''ر'' کو ''ی'' سے تبدیل کیا گیا ہے۔جو قاعدے کے خلاف ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ''ذریت'' اور ''ذر'' کے درمیان صرف ایک چیز مشترک ہے ''ذ'' اور ''ر'' معنوی اعتبار سے ان دونوں الفاظ کے درمیان کوئی تعلق موجود نہیں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ''الذر'' مضاعف ہے جبکہ ''ذریت'' معتل یا مہموز ہے لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

(iii) یہ ''ذرا یذرو'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی علیحدہ کر دینا ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ (الکھف:۴۵)

''اسے ہوائیں اڑا کر لے جائیں۔''

اس اصول کے تحت یہ لفظ درحقیقت ''ذُرِّیَّۃ'' ہوگا اور اس کا وزن ''فُعْلِیَّۃ'' ہوگا یہ

"الذرو" سے ماخوذ ہوگا جس میں "ذ" کو "ی" سے تبدیل کر دیا گیا کیونکہ ان دونوں میں سے پہلا حرف ساکن تھا۔

پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کا اشتقاق اور اس کے معانی اسی بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اس کا اصل مادہ "الذرء" ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ (الشوریٰ:۱۱)

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑے بنائے ہیں اور جانوروں کے بھی جوڑے بنائے ہیں اور انہی میں سے تمہیں پھیلا دیا ہے۔"

ایک حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

اعوذُ بكلماتِ الله التاماتِ التی لا يُجاوزهنَّ برٌّ ولا فاجرٌ من شرِّ ما خلق وذرأ وبرأ

"(اللہ تعالیٰ نے) جو چیز پیدا کی اور جسے پھیلایا اور جسے آزاد کیا ان سب کے شر سے میں اللہ تعالیٰ کے ان مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں جنہیں کوئی نیک یا گنہگار پار نہیں کر سکتا۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ (الاعراف:۱۷۹)

"اور ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جنات اور انسان پیدا کئے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ (النحل:۱۳)

"اور اس نے تمہارے لئے مختلف رنگوں والی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں۔"

لہٰذا لفظ "ذرية"، "فُعلِيّة" کے وزن پر مفعول یعنی "مذروءة" کے معنی میں ہوگا جس کے ہمزہ کو تبدیل کیا گیا تو یہ "ذریۃ" بن گیا۔

دوسرا موضوع یہ ہے کہ اس لفظ کے معانی کیا ہیں؟

اس بارے میں اہل لغت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لفظ ذریت کا اطلاق چھوٹی اور بڑی ہر اولاد پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ (البقرہ:۱۲۴)

''اور جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے بعض امور سے متعلق آزمایا تو وہ اس آزمائش پر پورا اترا۔ (اس کے پروردگار نے) کہا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ (ابراہیم نے) کہا میری ذریت (یعنی اولاد) میں سے (بھی پیشوا پیدا کر)''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ لا ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْ ۢ بَعْضٍ (آل عمران:۳۳-۳۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم، نوح، ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو چن لیا۔ ان میں سے بعض دوسروں کی ذریت (اولاد) ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ج وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الانعام:۸۷)

''ان کے آباؤ اجداد، ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو ہم نے چن لیا اور ہم نے سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا ۝ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝

(الاسراء:۲-۳)

''ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے (چشمہ) ہدایت بنایا۔ تم میرے سوا کسی دوسرے کو وکیل نہ بناؤ۔ (وہ بنی اسرائیل) ان لوگوں کی ذریت ہیں جنہیں ہم نے ان کے ہمراہ (کشتی میں) سوار کروایا۔ بے شک وہ ہمارا شکر گزار بندہ تھا۔''

## کیا لفظ ''ذریت'' کا اطلاق آباؤ اجداد پر بھی کیا جا سکتا ہے؟

اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ایسا کہا جا سکتا ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (یٰس: ۴۱)

''اور ان کے لئے نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذریت (آباؤ اجداد) کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔''

علم لغت کے ماہرین کی ایک جماعت نے اس بات کا انکار کیا ہے۔ ان کے نزدیک لغوی اعتبار سے یہ بات جائز نہیں ہے۔ ذریت کا لفظ نسل کے لئے استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی آنے والی نسل کے لئے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ (الانعام: ۸۷)

''ان کے آباؤ اجداد، ان کی ذریت اور ان کے بھائی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسب کی تین جہات کا ذکر کیا ہے۔ اوپر والی (آباؤ اجداد)، نیچے والی (اولاد اور نسل) اور درمیان والی (یعنی بھائی)

یہ ماہرین کہتے ہیں آپ نے دلیل کے طور پر جو آیت پیش کی ہے اس سے آپ کے موقف کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ یہاں ''ذریت'' سے مراد نسل اور اولاد نہیں ہے۔ کیونکہ اس لفظ کی نسبت ان لوگوں کی طرف ایک اور اعتبار سے کی گئی ہے بعض اوقات کسی ادنیٰ سی مناسبت یا خصوصیت کی وجہ سے بھی نسبت کر دی جاتی ہے جیسے درجِ ذیل شعر میں شاعر نے لفظ ''کوکب'' کی نسبت کی ہے۔

اذا کوکب الخرقاء لاح بسحرةٍ سهیلٌ اَذاعت غزلها فی القرائب [1]

لہٰذا اس خاتون کی طرف ستاروں کی نسبت اس لئے کی گئی کیونکہ وہ خاتون اس وقت سوت کاتتی تھی جب ستارے نمودار ہوتے تھے۔

اسم کی نسبت دو مختلف اشیاء کی طرف، دو مختلف جہات سے کی جا سکتی ہے اور ان دونوں نسبتوں کا تعلق ایک دوسرے سے مختلف ہو گا جیسے جنابِ ابو طالب نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

---

[1] خزانۃ الادب 112/3

لقد علموا اَنَّ ابننا لا مکذبٌ لدینا و لا یعزی لقول الاَبَاطِل [1]

''سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے (یعنی نبی اکرم ﷺ) کو ہماری جانب سے کبھی جھٹلایا نہیں گیا اور نہ ہی ان کی طرف کبھی کسی باطل قول کی نسبت کی گئی ہے۔''

اس شعر میں نبی اکرم ﷺ کے لئے بیٹے ہونے کی جو نسبت بیان کی گئی ہے وہ اس نسبت سے مختلف ہے جس کے حوالے سے آپ حضرت عبداللہ (یعنی نبی اکرم ﷺ کے والد ماجد) کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

اسی طرح لفظ رسول کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی طرف کرتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلُنَا (المائدہ:۱۵)

''تحقیق تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا۔''

اور کبھی اس لفظ کی نسبتِ لوگوں کی طرف کر دیتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ (المؤمنون:۶۹)

''یا انہوں نے اپنے رسول کو اصول کو پہچانا ہی نہیں۔''

پس لفظ رسول کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی صورت میں اس لفظ کی نسبت اس ذات کی طرف ہو گی جس نے اس رسول کو مبعوث کیا ہے اور اس لفظ کی نسبت لوگوں کی طرف کرنے کی صورت میں یہ نسبت ان لوگوں کی طرف ہو گی جن کی طرف اس رسول کو مبعوث کیا گیا ہے۔

اسی طرح ''لفظ کتاب'' کا استعمال ہے کہ کبھی اسے اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کبھی اس کی نسبت بندوں کی طرف کی جاتی ہے جیسے کتاب اللہ یا کتابنا القرآن اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

اسی طرح مذکورہ بالا آیت میں لفظ ''ذریت'' کی ان لوگوں کی طرف نسبت اس جہت سے مختلف ہے جس جہت کے اعتبار سے اسے ان کے آباء کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ اس آیت میں لفظ ذریت سے مراد مطلقاً اولادِ

---

[1] سیرۃ النبویہ (280/1)

آدم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود لوگوں کی طرف اس کی نسبت مخصوص نہیں ہے بلکہ جن سے ''ذریت'' مراد ہے۔

ایک گروہ کے نزدیک اس سے مراد ذریت ہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اظہار اور اس کی نعمتوں کے شمار کے لئے نہایت بلیغ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی میں موجود ان کے آباؤ اجداد کی پشتوں میں ان کی ذریت کو سوار کیا تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی ذریت کو ہم نے اس کشتی میں سوار کیا حالانکہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں نطفے کی شکل میں موجود تھے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس موضوع پر ہم نے اپنی کتاب ''الروح والنفس'' میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔[1]

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ذریت سے مراد اولاد اور اولاد کی اولاد ہوتی ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا بیٹیوں کی اولاد بھی اس میں شامل ہے؟

اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔

امام احمد سے دو روایات منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق وہ شامل ہوں گے، امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور دوسری روایت کے مطابق وہ شامل نہیں ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

جن لوگوں کے نزدیک بیٹیوں کی اولاد ذریت میں شامل ہوگی وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تمام اہل ایمان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد نبی اکرم ﷺ کی اس ذریت میں شامل ہوگی جن پر درود شریف کے نزول کی دعا کی جاتی ہے۔

کیونکہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی کسی اور صاحبزادی کی اولاد باقی نہ رہی۔ اس لئے اب اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کی کسی صاحبزادی کے حوالے سے آپ سے کوئی تعلق قائم کرتا ہے تو وہ صرف سیّدہ فاطمۃ الزہراء خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایسا کرسکتا ہے۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

اِنَّ ابنی ھذا سیّدٌ

---

[1] ابن قیم، کتاب الروح (392-404)

"بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے۔" [1]

اس حدیث میں آپ نے حضرت حسن کو اپنا بیٹا کہا ہے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آیت مباہلہ نازل کی یعنی یہ آیت:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ (آل عمران: ۶۱)

"پس آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد بھی جو شخص اس کے بارے میں آپ سے بحث و تکرار کرتا ہے اس سے کہہ دو ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں (تم) اپنے بیٹوں کو (بلالو)"

اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ فاطمہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کو بلایا اور مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے۔

یہ حضرات یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ

(الانعام: ۸۵-۸۴)

"اور ان کی ذرّیت میں سے داوٗد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون (کو مرتبۂ نبوت سے سرفراز کیا) ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ (ان کے علاوہ) ذکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس (کو بھی یہ مقام عطا کیا)"

یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی حضرت ابراہیم کی طرف نسبت صرف ان کی والدہ سیّدہ مریم رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کی جا سکتی ہے۔

جن حضرات کے نزدیک بیٹی کی اولاد ذریت میں شامل نہیں ہوتی ان کی دلیل یہ ہے کہ بیٹیوں کی اولاد ان کے حقیقی آباؤ اجداد کی طرف منسوب ہوتی ہے جیسے ایک ہاشمی خاتون

---

[1] بخاری' ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (7109-3746-3629-2703) ابو داوٗد' سلیمان بن اشعث "السنن" (4662) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (3773) نسائی' احمد بن شعیب "السنن" (107/3)

کے ہاں ہذلی، تیمی یا عدوی شوہر سے بچے کی ولادت ہو تو اس بچے کو ہاشمی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ نسب میں بچہ باپ کے تابع ہوتا ہے۔ آزادی اور غلامی میں ماں کے تابع ہوتا ہے اور دین میں اسی کے تابع ہوگا جس کا دین زیادہ بہتر ہو۔

اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے:

بَنُونَا بَنُو اَبْنَائِنَا ، وَبَنَاتُنَا    بَنُوهُنَّ اَبْنَاءُ الرِّجَالِ الاَ بَاعِدِ

"ہماری اولاد وہ ہے جو ہمارے بیٹوں کی اولاد ہے اور ہماری بیٹیوں کی اولاد دوسرے لوگوں کی اولاد ہے۔"

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی قبیلے کے بارے میں کوئی وصیت کرے یا کوئی چیز وقف کر دے تو اس کے حکم میں اس قبیلے کی لڑکیوں کی وہ اولاد شامل نہیں ہوگی جو دوسرے قبیلوں کی اولاد ہے۔

جہاں تک سیّدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد کے نبی اکرم ﷺ کی ذریت میں شامل ہونے کا تعلق ہے تو یہ دراصل ان کے عالی وقار والد ماجد کے شرف اور فضیلت کی وجہ سے ہے جس کی برابری تمام جہانوں میں کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ کی عظمت شان، رفعت مکان اور بلند قدر و منزلت کی وجہ سے آپ کی صاحبزادی کی اولاد کو بھی آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ بادشاہ، امراء اور صاحب ثروت لوگ جن کے عزتِ شرف کو بارگاہِ رسالت کے مقابلے میں کوئی حیثیت حاصل نہیں وہ بھی (نرینہ اولاد کی عدم موجودگی میں) بیٹیوں کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیتے ہیں اور اس کے ساتھ سگے بیٹوں جیسا سلوک کرتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ کی نسبت اور تعلق کا عالم کیا ہوگا؟

جہاں تک حضرت مسیح کے حضرت ابراہیم کی ذریت میں شامل ہونے کا تعلق ہے تو اسے آپ دلیل کے طور پر پیش نہیں کر سکتے کیونکہ حضرت مسیح کے والد تھے ہی نہیں لہٰذا والد کی جانب سے ان کا نسب ثابت ہونا محال ہے۔ اس لئے ان کی والدہ، والد کے قائم مقام ہوں گی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی والدہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ دیگر حضرات کو ان کے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کیا ہے۔

اصول بھی یہی ہے کہ لعان وغیرہ کی وجہ سے جس شخص کا نسب منقطع ہو جائے اس کی

والدہ والد کی قائم مقام ہوتی ہے اور ایسی صورت میں صحیح قول کے مطابق اس کی والدہ ہی اس کا عصبہ بنے گی۔ امام احمد سے ایک یہ روایت بھی منقول ہے نصوص کا تقاضا بھی یہی ہے۔ حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابۂ کرام کا بھی یہی فتویٰ ہے قیاس کے اعتبار سے بھی یہی بات صحیح ثابت ہوتی ہے کہ نسب میں اصل باپ ہے لیکن اگر باپ کی طرف سے نسب منقطع ہو جائے تو ماں کی طرف لوٹے گا اور بالفرض اگر باپ کی طرف لوٹانے کی ضرورت پیش آ جائے تو ماں کی طرف سے ہٹ کے دوبارہ باپ کی طرف لوٹ جائے گا۔

اسی طرح ''ولاء'' کے بارے میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ باپ کے موالی کے لئے مخصوص ہوگا اگر ان کی طرف رجوع کرنا ممکن نہ ہو تو ماں کے موالی کے لئے ہو جائے گا اور بعد میں اگر باپ کے موالی کی طرف رجوع ممکن ہو جائے تو یہ دوبارہ باپ کے موالی کی طرف لوٹ جائے گا۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ ''ولاء''، ''نسب'' کی فرع ہے اور اسی کی مانند ہے لہٰذا جب ماں کے اثبات اس مولیٰ کے اثبات بن گئے جس کی عصبیت باپ کے موالی کی طرف سے منقطع ہو چکی ہے تو نسب میں باپ کی عصبیت کی عدم موجودگی میں ماں کی عصبیت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ حکم ولاء میں تو ثابت ہو لیکن نسب میں ثابت نہ ہو حالانکہ ولاء نسب کا فروعی مسئلہ ہے۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ صحیح قیاس کبھی بھی نص کا مخالف نہیں ہو سکتا اور اس کے ذریعے آپ کو یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ صحابۂ کرام کے علم میں کتنی گہرائی پائی جاتی تھی اور وہ اس بارے میں اس مقام تک پہنچ گئے تھے جہاں تک پہنچنا دوسروں کے لئے ممکن نہیں ہے۔

(ارشادِ باری تعالیٰ ہے)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الحدید: ۲۱)

''یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے اس کو یہ عطا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل کا مالک ہے۔''

## پانچویں فصل

# حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ

یہ لفظ سابقہ (زبان کا) نمونہ ہے۔ سریانی زبان میں ابراہیم کا مطلب مہربان باپ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بنی نوع انسان کے لئے تیسرا باپ بنایا۔ ہمارے پہلے باپ حضرت آدم تھے۔ دوسرے باپ حضرت نوح تھے۔ روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگ انہی کی اولاد ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ (الصافات:۷۷)

''اور ہم نے انہی کی ذریت کو باقی رکھا۔''

اس آیت کے ذریعے ان عجمی افتراپردازوں کے جھوٹ کا پردہ چاک ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت نوح یا ان کے صاحبزادے سے واقف نہیں ہیں اور نہ ہی یہ لوگ خود کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ اپنے بادشاہوں کو حضرت آدم کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنے نسب میں حضرت نوح کا ذکر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس موقف کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

تیسرے باپ حضرت ابراہیم ابوالآباء، جہان کا ستون، دین حنیف کی پیروی کرنے والوں کے پیشوا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا اور نبوت اور کتاب کو انہی کی اولاد کے لئے مخصوص کر دیا۔ وہ خلیل الرحمٰن ہیں۔ شیخ الانبیاء ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو اس نام سے یاد فرمایا ہے۔

جب نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ نے دیکھا کہ مشرکین نے وہاں حضرت ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل کی تصویر بنا رکھی ہے جس میں یہ

دونوں حضرات پانسہ کھیل رہے ہیں تو آپ نے فرمایا:

قَاتَلَهُمُ اللهُ، لَقَدْ عَلِمُوْا: اَنَّ شَيْخَنَا لَمْ يَكُنْ يَسْتَقسِمُ بِالاَزْلَامِ

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے یہ جانتے ہیں کہ ہمارے شیخ (حضرت ابراہیم ہیں) نے کبھی پانسہ نہیں پھینکا۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حضرت ابراہیم کے علاوہ کسی اور نبی کی ملت کی پیروی کا حکم نہیں دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (النحل: ۱۲۳)

''پھر ہم نے تمہاری طرف یہ بات وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو حق کی راہ پر گامزن تھے اور وہ مشرک نہیں تھے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی امت کو بھی یہی حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ (الحج: ۷۸)

''اس نے تمہیں چن لیا ہے اور دین میں تمہارے لئے کوئی تنگی نہیں کی۔ اپنے باپ ابراہیم کی ملت کی (پیروی کرو) اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں مسلمان کا خطاب دیا ہے۔''

اس آیت میں لفظ ملت سے پہلے ایک فعل محذوف ہے یعنی پیروی کرو یا لازم پکڑ لو۔ اس کی دلیل آیت کا سیاق کلام ہے جس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج: ۷۸)

''اللہ کی راہ میں اس طرح کوشش کرو جو کوشش کا حق ہے۔''

اسے اغراء کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ پر ''زبر'' مصدر کی وجہ سے آئی ہے اور اس کا عامل سابقہ عبارت کے ضمن میں موجود ہے۔

نبی اکرم ﷺ صحابۂ کرام کو یہ تلقین کیا کرتے تھے کہ وہ صبح و شام یہ دعا کریں۔

اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ، وَ دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ،

---

[1] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل، ''الجامع الصحیح'' (4288) احمد، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (365,334)

وَمِلَّةِ اَبِیْنَا اِبراهیم حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

''ہم فطرتِ اسلام، کلمہ اخلاص اپنے نبی حضرت محمد کے دین اور اپنے باپ حضرت ابراہیم جو راہِ حق پر گامزن مسلمان تھے اور مشرک نہیں تھے ان کی ملت پر (ثابت قدم) ہیں۔'' [1]

آپ ان الفاظ پر غور کریں کہ کس طرح اسلام کو فطرت کے مطابق قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو اسی فطرت کے مطابق پیدا کیا ہے اور کلمہ اخلاص سے مراد اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور ملت حضرت ابراہیم کی ہے کیونکہ وہی ملت والے ہیں اور وہ ملت توحید ہے یعنی صرف اللہ کی عبادت کرنا اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانا اور دین ہمارے نبی کا ہے جو کامل ترین دین ہے اور جن کی شریعت جامع ترین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو امام، کانت اور حنیف کے القابات کے ذریعے یاد کیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (البقرہ: ۱۲۴)

''اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بعض امور سے متعلق آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس آزمائش میں پورے اترے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں تو حضرت ابراہیم نے عرض کی میری اولاد میں سے بھی (امام پیدا کر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ (یعنی اس وعدے کا تعلق کفار و مشرکین کے ساتھ نہیں ہوگا)''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی کہ اس نے حضرت ابراہیم کو لوگوں کا امام بنایا ہے اور ان کی اولاد میں سے ظالم شخص امامت کے مرتبے پر فائز نہیں ہو سکے گا۔ ظالم سے مراد مشرک ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ امامت کے بارے میں اس کا عہد

---

[1] احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند'' (123/5, 408, 406/3) ابن سنی، عمل الیوم واللیلہ (34) نسائی، احمد بن شعیب عمل الیوم واللیلہ (61) ہیثمی، مجمع الزوائد (116/10)

مشرکین کے بارے میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَاٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (النحل: ۱۲۰-۱۲۲)

''بے شک ابراہیم اللہ کا فرمانبردار تھا، حق پر گامزن تھا، مشرک نہیں تھا، (اللہ کی) نعمتوں کا شکرگزار تھا، (اللہ تعالیٰ نے) اسے منتخب کیا اور سیدھے راستے کی طرف اس کی رہنمائی کی۔ ہم نے دنیا میں بھی اسے بھلائی دی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوگا۔''

اس آیت میں امت سے مراد وہ پیشوا ہے جو بھلائی کی دعوت دے۔ کانت سے مراد اللہ تعالیٰ کا ایسا فرمانبردار شخص ہے جو ہمیشہ اس کی فرمانبرداری میں مشغول رہے۔ حنیف سے مراد وہ شخص ہے جو ہر چیز سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے جن لوگوں نے اس لفظ کا مطلب مائل ہونا بیان کیا ہے انہوں نے لفظ کے موضوع کی بجائے اس کے معنی کے لازم کی تفصیل بیان کی ہے کیونکہ ''الحنف'' کا مطلب متوجہ ہونا ہے اور جو شخص کسی چیز کی طرف متوجہ ہوگا دوسری چیزوں سے لاپروا ہو جائے گا۔ اسی لفظ کی نسبت جب قدموں کی طرف کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (الروم: ۳۰)

''پس تم اپنا چہرہ دین حنیف کی طرف پھیر لو یہ اللہ کی مقرر کردہ فطرت ہے جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔''

اس آیت میں لفظ حنیف سابقہ جملے کا حال واقع ہو رہا ہے۔ اسی لئے اس کی تفسیر ''مخلص'' بیان کی گئی ہے گویا اس آیت میں صدق اور اخلاص دونوں کا حکم موجود ہے۔ دین کے لئے متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طلب میں ہر طرف سے منہ پھیر لیا جائے اور حنیف اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے معبود کی طرف متوجہ ہو اور کسی دوسرے کی طرف توجہ نہ کرے۔ صدق کا معنی یہ ہے کہ تمہاری طلب تقسیم نہیں ہونی چاہئے اور اخلاص کا معنی یہ ہے

کہ تمہارا مطلوب تقسیم نہیں ہونا چاہئے۔ گویا پہلی صورت میں طلب کو خالص کرنا مقصود ہے اور دوسری صورت میں مطلوب کو خالص قرار دینا مقصود ہے۔

گفتگو یہ چل رہی تھی کہ حضرت ابراہیم، ہمارے تیسرے باپ اور حنفاء کے پیشواء ہیں۔ اہل کتاب نے آپ کا نام ''عمود عالم'' (جہان کا ستون) رکھا ہے۔ تمام مذاہب کے لوگ آپ کی تعظیم، محبت اور بزرگی پر متفق ہیں۔

آپ کی اولاد میں سب سے بہتر اور اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد ﷺ بھی آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالک کے حوالے سے یہ روایت موجود ہے۔

**جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: یا خیر البریة! فقال رسولُ اللہ ﷺ: ''ذاك ابراهيم''**

''ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی ''یا خیر البر'' (اے مخلوق میں سب سے بہتر شخص) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ تو حضرت ابراہیم ہیں۔''[1]

نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ''شیخ'' (سردار یا بزرگ) کے نام سے بھی یاد کیا ہے جیسا کہ پہلے حدیث بیان کی جا چکی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔

**انکم محشورون حفاة ' عراةً غزلاً ' ثم قرأ: کما بدأنا اوّل خلق نعیده وعدًا علینا انا کنا فٰعلین (الانبیاء: ۱۰۴) واول من یکسی یوم القیامة ابراهیم**

''تمہیں قیامت کے دن ننگے پاؤں برہنہ بدن اور غیر مختون حالت میں زندہ کیا جائے گا۔''[2]

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے)

---

[1] مسلم (2369) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4672) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3352) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (184,178/3)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6525, 6524) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2860) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (3329) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (114/4) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (220/1) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (7322)

''جس طرح ہم نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح ہم تمہیں دوبارہ زندہ کریں گے یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم ایسا ضرور کریں گے۔''

(پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے سب سے زیادہ حضرت ابراہیم سے مشابہت رکھتے تھے جیسا کہ صحیحین میں یہ روایت موجود ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

**رایت ابراھیم' فاذا اقرب الناس شبھًا بہ صاحبکم**

''میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا ہے وہ سب سے زیادہ تمہارے صاحب (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ) سے مشابہت رکھتے ہیں۔'' [1]

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

**واما ابراھیم فانظروا الی صاحبکم**

''جہاں تک حضرت ابراہیم کا تعلق ہے تو تم اپنے صاحب (یعنی نبی اکرم ﷺ) کو دیکھ لو۔'' [2]

نبی اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ اپنے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین کو انہی الفاظ میں اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے جن الفاظ میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے۔

''نبی اکرم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین کو اللہ کی پناہ میں دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ تمہارے باپ (حضرت ابراہیم) حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو ان الفاظ میں اللہ کی پناہ میں دیتے تھے۔''

**اعوذ بکلمات اللہ التامۃ' من کل شیطان وھامۃ' ومن کل عین**

---

[1] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (167) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3649) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (334/3)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (3355) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (270/166) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (276/1)

لامة

''میں ہر شیطان اور غارت گر چیز اور نظر بد سے اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں۔''[1]

حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے مہمان نوازی کی روایت کا آغاز کیا آپ ہی نے سب سے پہلے ختنے کیے اور آپ ہی پر سب سے پہلے بڑھاپے کے آثار نمودار ہوئے۔ (جب آپ کے بال سفید ہوئے) تو آپ نے عرض کی، اے میرے پروردگار! یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وقار ہے آپ نے دعا کی اے میرے پروردگار! میرے وقار میں اضافہ کر۔

آپ ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مہمان نوازی کا واقعہ نقل کرتے ہوئے کس طرح آپ کی تعریف کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ (الذاریات: ۲۴-۲۷)

''کیا تم تک ابراہیم کے معزز مہمانوں کا واقعہ پہنچا ہے جب وہ مہمان اس کے پاس آئے تو ان سب نے سلام کیا۔ ابراہیم نے کہا تم پر بھی سلام ہو۔ تم کچھ نا مانوس محسوس ہو رہے ہو۔ پھر وہ اپنی اہلیہ کے پاس گیا اور ایک صحت مند بچھڑا (پکا ہوا) لے آیا اور اسے مہمانوں کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کیا آپ اسے کھائیں گے نہیں؟''

ان آیات میں جن اعتبارات سے حضرت ابراہیم کی تعریف موجود ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(i) اللہ تعالیٰ نے آپ کے مہمانوں کو معزز قرار دیا ہے اور ایک تفسیر کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے ان کی عزت افزائی کی تھی اور دوسری تفسیر کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز تھے، بہرحال دونوں تفسیروں کے

---

[1] بخاری' ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (3371) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4937) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (2060) نسائی' احمد بن شعیب' عمل الیوم واللیلہ (1006) ابن ماجہ' محمد بن یزید' السنن' (3525)

درمیان کوئی تضاد موجود نہیں ہے اور آیت کے الفاظ ان دونوں معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب وہ مہمان اس کے ہاں آئے اس آیت میں ان کے اجازت طلب کرنے کا ذکر نہیں ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی مشہور و معروف تھی۔ گویا آپ کا گھر ایک مہمان خانہ تھا جس میں داخل ہونے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ اندر چلے آنا ہی اجازت تھی ......اور یہ غایت درجے کی مہمان نوازی ہے۔

(iii) حضرت ابراہیم کے سلام کو حالت رفعی میں نقل کیا ہے جبکہ فرشتے کا سلام حالت نصبی میں ہے۔ رفعی حالت والا سلام زیادہ کامل ہے کیونکہ یہ جملہ اثنیاء پر دلالت کرتا ہے جو نبوت اور تجدد پر دلالت کرتا ہے جبکہ منصوب سلام جملہ مغلیہ پر دلالت کرتا ہے جس میں حذف اور تجدد پایا جاتا ہے لہٰذا حضرت ابراہیم کا ان پر سلام، ان کے سلام سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ ان کے سلام کا مطلب ہے ''ہم آپ کو سلام کرتے ہیں'' اور حضرت ابراہیم کے سلام کا مطلب ہے ''تم پر ہمیشہ سلامتی نازل ہو۔''

(iv) حضرت ابراہیم کے الفاظ ''قوم'' منکرون (نامانوس لوگ) میں مبتداء محذوف ہے۔ یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے انسیت محسوس نہ ہوئی تو آپ نے ایسے الفاظ کے استعمال سے گریز کیا جس سے مہمان الجھن محسوس کرے۔ اس لئے یہاں مبتداء کو محذوف کر کے کلام کو لطیف کر دیا۔

(v) آپ نے فعل کی بنیاد مفعول پر رکھی لیکن فاعل کو محذوف کرتے ہوئے کہا ''منکرون'' (یعنی تم لوگ نامانوس ہو) یہ نہیں فرمایا کہ میں تمہارا انکار کر رہا ہوں۔ ایسے موقع پر یہی کہنا بہتر ہے اور اس سے بدمزاجی یا نفرت کا اظہار نہیں ہو رہا۔

(vi) آپ اپنی اہلیہ کے پاس گئے تاکہ مہمانوں کے لئے کھانا لے کر آئیں۔ قرآن نے اس کے لئے ''راغ'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس طرح چپکے سے چلے جانا کہ مہمان کو محسوس بھی نہ ہو پائے۔ یہ چیز میزبان کی عظمت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مہمان کو اس بات کا احساس بھی نہ ہونے دے مبادہ کہ مہمان کو اس کی وجہ سے شرمندگی یا تکلیف کا احساس ہو۔ یعنی مہمان کو پتہ بھی نہ چلے اور کھانا اس کے سامنے آ

جائے۔ ایسا کرنا اس سے بہتر ہے کہ آپ مہمان سے کہیں کہ بھئی آپ بیٹھیں میں آپ کے لئے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ اس طرح مہمان کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(vii) آپ اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے اور کھانے کا سامان لے آئے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے گھر میں ہر وقت مہمانوں کے لئے کھانا تیار رہتا تھا اور مہمان نوازی کے لئے آپ کو پڑوسیوں کا دروازہ کھٹکھٹانے، بازار سے کوئی چیز خرید کر لانے یا کسی سے قرض مانگنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

(viii) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہ صحت مند بچھڑا (پکا ہوا) لے آیا۔'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ بذاتِ خود مہمان کی خدمت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ابراہیم نے کھانا لانے کا حکم دیا بلکہ آپ خود گئے اور خود کھانے کا سامان لے کر آئے۔ کسی خادم کے ہاتھ کھانا نہیں بھجوایا اور یہ غایت درجے کی مہمان نوازی ہے۔

(ix) آپ بعض کی بجائے مکمل بچھڑا لے کے آئے تھے اور یہ آپ کی عنایت ہے۔

(x) وہ بچھڑا صحت مند تھا، کمزور نہیں تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایسا جانور تھا جسے پالا پوسا جاتا ہے مگر آپ نے اسے مہمانوں کے لئے قربان کر دیا۔

(xi) آپ نے خود مہمانوں کے سامنے کھانا پیش کیا۔ خادم کو اس بات کا حکم نہیں دیا۔

(xii) آپ نے کھانا مہمانوں کے نزدیک کیا، مہمانوں کو کھانے کے نزدیک ہونے کے لئے نہیں کہا۔

اصلی خوبی بھی یہی ہے کہ جب مہمان بیٹھ جائے تو کھانے کو اس کے قریب کیا جائے۔ اس کے سامنے پیش کیا جائے نہ یہ کہ ایک کونے میں کھانا رکھ کے مہمان سے کہا جا رہا ہے آئیں صاحب کھالیں۔

(xiii) آپ نے فرمایا کیا آپ کھائیں گے نہیں؟ یہ کھانے کے لئے بلانے کا لطیف انداز ہے اور براہِ راست یہ کہنے سے زیادہ بہتر ہے کہ آ کے کھالیں یا ہاتھ بڑھائیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایسا کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی لئے ایسے مواقع پر کہا جاتا ہے بسم اللہ کریں، آپ مہربانی نہیں کریں گے، آپ زحمت کریں گے وغیرہ۔

(xiv) جب حضرت ابراہیم نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور آپ نے دیکھا کہ وہ کھانا

نہیں کھا رہے حالانکہ آپ کے مہمانوں کو کھانا شروع کرنے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ جیسے ہی ان کے سامنے کھانا رکھتے وہ کھانا شروع کر دیتے جب آپ نے دیکھا کہ یہ مہمان کھانا نہیں کھا رہے تو آپ نے پوچھا، ''آپ کھانا نہیں کھائیں گے؟'' اس لئے آپ نے الجھن محسوس کی لیکن اسے اپنے تک ہی رکھا۔ مہمانوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

(XV) جب ان مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا تو آپ کو الجھن محسوس ہوئی لیکن آپ نے اس کا اظہار مہمانوں کے سامنے نہیں کیا بلکہ فرشتوں نے خود ہی اندازہ کر کے کہا، آپ پریشان نہ ہوں اور پھر فرشتوں نے آپ کو صاحبزادے کی پیدائش کی خوشخبری دی۔

ان آیات میں ضیافت کے آداب اکٹھے ہو گئے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر تمام امور محض تکلفات ہیں جنہیں لوگوں نے اپنے اوپر عائد کر رکھا ہے۔ شرف اور فخر کے لئے یہی آداب کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے نبی حضرت ابراہیم، ان دونوں حضرات کی آل اور تمام انبیاء پر درود نازل کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ حضرت ابراہیم کو جو حکم دیا گیا انہوں نے اسے پورا کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ۝ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی (النجم:۳۶-۳۷)

''کیا انہیں خبر نہیں ملی کہ موسیٰ کے صحیفوں میں جو کچھ ہے اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے (اپنے پروردگار کے حکم کو) پورا کیا۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے تمام شرعی تعلیمات کو پورا کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو تبلیغ ان کے ذمے عائد کی تھی اسے پوری طرح ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (البقرہ:۱۲۴)

''اور جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے بعض امور کے متعلق آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس آزمائش میں پورا اترا تو پروردگار نے کہا میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں۔''

یعنی جب حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر پوری طرح عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کا امام بنا دیا اور ساری مخلوق آپ کی پیروی کرتی ہے۔

حضرت ابراہیم کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

**قلبه للرحمٰن ' وولده للقربان' وبدنهُ للنیران' وماله للضیفان**

''ان کا دل ایمان کے لئے ہے ان کی اولاد قربانی کے لئے ہے ان کا جسم آگ (میں بطورِ آزمائش ڈالے جانے) کے لئے ہے اور ان کا مال مہمانوں کے لئے مخصوص ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنالیا۔ خلیل کا مطلب کامل ترین محبوب ہے اور یہ ایسا مرتبہ ہے جس میں کوئی دوسرا شخص شریک نہیں ہوسکتا۔ اس وقت حضرت ابراہیم نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ وہ انہیں صالح اولاد عطا کرے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت اسماعیل کی نعمت عطا کی۔ جب ان کی محبت حضرت ابراہیم کے دل میں پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کا امتحان لیتے ہوئے انہیں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تاکہ بیٹے پر خلیل کی تقدیر کے ذریعے خلعت کا راز ظاہر ہوسکے جب حکم ربی کے سامنے آپ نے سر تسلیم خم کیا اور اپنے خلیل (یعنی اللہ تعالیٰ) کی محبت کو بیٹے کی محبت پر ترجیح دیتے ہوئے بیٹے کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کرتے ہوئے ایک عظیم قربانی کو اس کا فدیہ مقرر کیا کیونکہ ان کے پختہ ارادے کے ذریعے ذبح کا حکم دینے کی اصل مصلحت ظاہر ہو چکی تھی جب یہ مصلحت حاصل ہوگئی تو اب اس قربانی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اس لئے ان کے حق میں بیٹے کی قربانی کا حکم مخصوص کیا گیا اور قیامت تک کے لئے آپ کے پیروکاروں کے لئے یہ لازم قرار دیا گیا کہ ہر سال جانوروں کی قربانی پیش کرتے رہیں گے۔

آپ ہی نے سب سے پہلے اہل باطل و مشرکین سے مناظرہ کرنے اور ان کے دلائل کو غلط ثابت کرنے کا آغاز کیا۔ قرآن مجید نے نمرود کے ساتھ آپ کی بحث کرنے اور ان

کے دلائل کو غلط ثابت کرنے کا آغاز کیا۔ قرآن مجید نے نمرود کے ساتھ آپ کی بحث کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ آپ کی قوم کے مشرک لوگوں کے ساتھ آپ کے مناظرے کا ذکر بھی موجود ہے کہ کس طرح آپ نے ان دونوں فریقوں کے دلائل کا توڑ پیش کیا۔ آپ کے مناظرے کا طریقہ نہایت بہترین ہے جو فہم اور حصولِ علم کے زیادہ قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْنَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (الانعام: ۸۳)

"یہ ہماری محبت ہے جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی ہم جس کے چاہے درجات بلند کر دیتے ہیں۔"

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں یہاں محبت سے مراد علم ہے جب اللہ کے دشمن آپ کے ساتھ بحث کرتے ہوئے مغلوب ہو گئے اور ان کے خلاف اللہ کی محبت ظاہر ہو گئی تو آپ نے ان کے بتوں کو بھی توڑ دیا...... گویا آپ نے ایک طرف ان کی دلیلوں کا توڑ پیش کیا اور دوسری طرف ان کے معبودوں کو توڑ دیا۔ انہوں نے آپ کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا اور آپ کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ گمراہوں کی بھی فطرت ہے کہ جب وہ مغلوب ہو جائیں اور ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے تو وہ سزا دینے پر اتر آتے ہیں جیسے فرعون جب حضرت موسیٰ سے مغلوب ہوا اور اس کے خلاف حجت قائم ہو گئی تو وہ بولا۔

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (الشعراء: ۲۹)

"اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوں گا۔"

لہٰذا حضرت ابراہیم کی قوم کے لوگوں نے آگ بھڑکائی اور آپ کو منجنیق میں ڈال کر آگ میں پھینک دیا۔ منجنیق سے آگ کا یہ سفر نہایت عظیم، نہایت برکت والا، نہایت بلند مرتبہ تھا۔ اسی سفر کے دوران جبکہ آپ خلاء سے گزر رہے تھے حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور عرض کی، حضرت! آپ کو کوئی حاجت ہو تو حکم دیں آپ نے فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران:۱۷۳)

"وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ چند لوگ تمہارے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں تم ان سے ڈرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا اور انہوں نے یہ جواب دیا ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے جو بہترین کارساز ہے۔"

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں...... کہ تمہارے نبی بھی یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ) اور جب حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت انہوں نے بھی یہی کلمات پڑھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دیا۔ [1]

صحیح بخاری میں، سیدہ اُم شریک رضی اللہ عنہا کا یہ بیان موجود ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وزغ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم [2] (کے لئے جلائے جانے والی آگ) پر پھونک مار کر (اسے بھڑکانے کی کوشش کرتا تھا) حضرت ابراہیم ہی نے سب سے پہلے اللہ کا گھر بنایا اور لوگوں میں حج کا اعلان کیا لہٰذا اب جو بھی شخص حج یا عمرہ کرے گا تو اس کا ثواب حضرت ابراہیم کو ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (البقرۃ:۱۲۵)

"اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے رجوع کا مرکز بنایا اور امن (کا گھر) بنایا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس گھر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے ہٹ کے نہیں گزرتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (البقرۃ:۱۲۵)

"ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بنالو۔"

گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی پیروی کو واضح کرنے اور آپ کی یادگاروں کو باقی

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (4563)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (3359) مسلم' ابن الحجاج' "الجامع الصحیح" (2237)

رکھنے کے لئے اپنے پیارے نبی اور ان کی امت کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت ابراہیم کی جائے قیام پر نوافل ادا کیا کریں۔

اس عظیم پیشوا اور بزرگ ترین نبی کے مناقب ایک کتاب میں نہیں سما سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ہم صرف ان کے مناقب میں ایک مستقل کتاب تصنیف کریں گے جو ان کے فضائل کے سمندر کا ایک قطرہ بلکہ اس سے بھی کم ہو گی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں اور ان لوگوں میں شامل نہ کرے جو آپ کی ملت سے روگرداں ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابراہیم کا ایک بیان نقل کیا ہے جسے امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

لقیتُ ابراھیمَ لیلۃَ اُسریَ بی فقال: یا محمّدُ اقرئ اُمّتَکَ السّلامَ، وَاَخبرْھم: اَنَّ الْجنّۃَ طَیّبۃُ التُّربۃِ، عَذْبَۃُ الْمَآءِ، وانّما قِیعان، وَاَنَّ غراسَھا: سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ"

"معراج کی رات میری حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا اے محمد! اپنی امت تک میرا سلام پہنچا دیں اور انہیں یہ بتا دیں کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور اس کا پانی خوب میٹھا ہے اس کی زمین زرخیز ہے اور اس زمین کی پیداوار "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہے۔" [1]

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

---

[1] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3462)

## چھٹی فصل

# ایک اہم مسئلے کی وضاحت

نبی اکرم حضرت ابراہیم سے افضل ہیں پھر یہ دعا کیوں کی جاتی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم پر درود نازل ہو اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر بھی نازل ہو جبکہ اصول یہ ہے کہ مشبہ بہ پر کو مشبہ فوقیت حاصل ہوتی ہے تو ان دو متضاد امور کے درمیان کس طرح تطبیق کی جاسکتی ہے۔

یہاں ہم علماء کے مختلف اقوال نقل کریں گے اور ان میں سے صحیح اور فاسد کی وضاحت کریں گے۔

اہل علم کے ایک گروہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس درود شریف کی تعلیم دی تھی اس وقت ابھی آپ کو اس بات کا پتہ نہیں چلا تھا کہ آپ اولاد آدم کے سردار ہیں۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ جواب دینے والے حضرات اگر خاموش رہتے تو یہ ان کیلئے زیادہ بہتر اور مناسب ہوتا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درود شریف کی تعلیم اس وقت دی تھی جب انہوں نے آپ سے قرآن کی اس آیت کی تفسیر دریافت کی کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو۔ تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درود شریف پڑھنے کا طریقہ سکھایا اور اسے قیامت تک آنے والی امت کیلئے نماز میں مشروع کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ درود شریف کا حکم آنے سے پہلے اور آنے کے بعد ہمیشہ سے اولاد آدم سے افضل ہیں۔ پھر اس آیت کے نزول کے بعد بھی درود شریف کے الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی جو آپ نے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائے تھے۔ اسی طرح کسی اور احادیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ درود شریف کا دوسرا کوئی صیغہ منقول ہو۔ لہٰذا یہ جواب فاسد ترین جواب ہے۔

ایک گروہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ درود شریف کے الفاظ میں اس دعا کو اس لئے مشروع کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو بھی اسی طرح خلیل بنا لے جیسے اس نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تھا۔ اس کے جواب میں وہ حدیث پیش کی جا سکتی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَا وَاِنَّ صَاحِبَکُم خَلِیْلُ الرَّحْمٰن

"خبردار! تمہارے صاحب رحمٰن کے خلیل ہیں۔"[1]

یہاں بھی پہلے سا جواب دیا جا سکتا ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اپنا خلیل بنا لیا تو اب درود شریف کے یہ الفاظ مشروع نہیں رہنے چاہیں۔ اس لئے یہ جواب بھی باطل ہے۔

ایک اور گروہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس تشبیہ کا تعلق درود شریف پڑھنے والے شخص کے ساتھ ہے کہ اسے کس طرح خواب حاصل ہوتا ہے۔ گویا وہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیج کر بھی اس ثواب کے حصول کا طلبگار ہوتا ہے جو آل ابراہیم پر درود بھیج کر حاصل ہوتا ہے۔ اس تشبیہ کا تعلق نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ آپ کے لئے جس درود کی دعا کی جاتی ہے وہ دیگر تمام جہانوں پر لازم ہونے والے درود کے مقابلے میں زیادہ عظیم اور جلیل القدر ہے۔

یہ جواب بھی فاسد ہے کیونکہ اس تشبیہ کا درود شریف پڑھنے والے شخص کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اس ہستی کے ساتھ ہے جس پر درود بھیجا جا رہا ہے اور وہ نبی اکرم اور آپ کی آل ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ درود شریف کے الفاظ کا مطلب یہ ہے۔

"اے اللہ! نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا مجھے ثواب عطا فرما جیسے تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔"

تو اس نے کلمات میں تحریف کر دی۔ اور اس کا کلام باطل ہو گیا۔

مذکورہ بالا جوابات اگر بعض شارحین نے نقل نہ کئے ہوتے اور ان کے لیے صفحات سیاہ نہ کیے ہوتے اور اس کا نام تحقیق رکھ کے لوگوں کو الجھن کا شکار نہ کیا ہوتا تو زیادہ مناسب یہی ہوتا

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح" (7,6/2383) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3655) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (93)

کہ انہیں ذکر ہی نہ کیا جائے۔ کیونکہ کوئی بھی عالم یہ جوابات نقل کرنے اور ان کی تردید کرنے سے حیاء کرے گا۔

ایک گروہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس تشبیہ کا تعلق صرف آل کے ساتھ ہے۔ یعنی درود شریف کا مفہوم یہ ہوگا اے اللہ! تو حضرت محمد پر درود نازل فرما۔ پھر دوسرا جملہ یہ ہوگا اور ان کی آل پر اس طرح درود نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر نازل کیا ہے۔ لہٰذا آل محمد کیلئے جس درود کے نزول کی دعا مانگی جا رہی ہے اس کو تشبیہ اس درود سے دی گئی ہے جو آل ابراہیم پر نازل کیا گیا ہے۔

طبرانی نے امام شافعی کے حوالے سے یہ توجیہہ نقل کی ہے لیکن اس کی نسبت امام شافعی کی طرف کرنا غلط ہے کیونکہ وہ اتنے جلیل القدر عالم ہیں کہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ یہ توجیہہ ان کے علم اور وضاحت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اس میں بہت عامیانہ پن اور ضعف پایا جاتا ہے۔

ہم سابقہ صفحات میں بہت سی روایات نقل کر چکے ہیں جس میں درود شریف کے صرف یہ الفاظ ہیں۔

"اے اللہ! تو حضرت محمد پر اس طرح درود نازل کر جس طرح تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔"

پھر عربی زبان کے محاورے کے اعتبار سے یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ قانون یہ ہے کہ جب کسی عامل کا معمول ذکر کر دیا جائے اور پھر اس کے ساتھ حرف حطف کے ہمراہ کوئی اور چیز ذکر کی جائے اور پھر اسے ظرف جار مجرور، مصدر، یا صنعت مصدر کے ہمراہ مقید کر دیا جائے تو وہ معمول کی طرف رجوع کرے گا اور صرف حرف عطف کے ہمراہ جو نقل کیا گیا ہے اس کی طرف بھی رجوع کرے گا۔

عربی زبان میں اس سے ہٹ کر اور کوئی طرز نہیں ہے۔ جیسے آپ کہیں جمعے کے دن زید اور عمرو میرے پاس آئے تو آپ ان دونوں کی آمد کو ظرف (یعنی جمعہ کے دن) میں مقید کر دیا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جمعے کے دن صرف عمرو میرے پاس آیا۔ اس طرح کے دیگر جملے ہیں۔

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ یہ اس صورت میں ہوگا جب عامل کا ارادہ نہ کیا جائے۔ لیکن اگر عامل کا ارادہ کر لیا جائے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے آپ یہ کہیں سلم

علی زید وعلی عمرو اذ القیتہ (اگر زید سے ملاقات ہوتو اسے میرا اسلام کہہ دینا اور اگر عمر سے ملاقات ہوتو اسے بھی) اب اگر یہاں صرف عمرو مراد لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح ''علی آل محمد'' میں عامل کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال کا درود شریف والے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ مثال درود شریف کے مطابق اس وقت ہوگی جب آپ یہ کہتے۔

''زید پر اور عمر پر اس طرح سلام بھیجو جیسے تم اہل ایمان پر سلام بھیجتے ہو۔'' اور اس صورت میں آپ کا یہ دعویٰ غلط ہوگا کہ اس تشبیہ کا تعلق صرف عمرو پر سلام بھیجنے کے ساتھ ہے۔

ایک اور گروہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مشبہ بہ مشبہ سے اعلیٰ ہو۔ بلکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی مانند ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مشبہ مشبہ بہ سے اعلیٰ ہو۔

یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابراہیم سے جن اعتبارات سے افضل ہیں ان میں درود شامل نہیں ہے۔ درود شریف کے بارے میں یہ دونوں ایک دوسرے کی مانند ہیں۔

مشبہ کے مشبہ بہ کے افضل ہونے کی تائید میں یہ حضرات شاعر کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

بَنُوْنَا بَنُوْ اَبْنَائِنَا ، وَبَنَاتُنَا بَنُوْهُنَّ اَبْنَاءُ الرِّجَالِ الْاَبَاعِدِ

''ہماری اولاد، ہمارے بیٹوں کی اولاد ہے جبکہ ہماری بیٹیوں کی اولاد دوسروں کی اولاد ہے۔''

یہ جواب کئی اعتبار سے ضعیف ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ تشبیہ کے قاعدے کے خلاف ہے کیونکہ عرب ہمیشہ کسی ایسی چیز سے تشبیہ دیتے ہیں جو بلند مرتبے کی مانند ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود کا نزول بلند ترین مرتبہ و مقام ہے اور نبی اکرم ﷺ ساری مخلوق سے افضل ہیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ آپ پر نازل ہونے والا درود دیگر تمام مخلوق کو حاصل ہونے والے درود سے افضل ہو اور کوئی دوسرا اس بارے میں آپ کا شریک نہ ہو۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کا حکم دینے سے پہلے یہ اطلاع دی ہے کہ

وہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا۔ اور سلام بھیجنے کا حکم تاکید کے ہمراہ کیا۔ یہ خبر یا یہ حکم قرآن میں کسی اور کیلئے نہیں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

**اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ**

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر درود بھیجتے ہیں۔''[1]

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دے کر انہیں دنیا اور آخرت کے شر سے بچاتا ہے اور فلاح وسعادت کے حصول کا مستحق بناتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ اہل ایمان کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت نازل کرتے ہیں۔ لہٰذا جب بھلائی کی تعلیم دینے والے شخص کے عمل کے نتیجے میں لوگوں کو اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے رحمت ملتی ہے۔ تو اس معلم پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت نازل کرتے ہیں۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ بھلائی کا کوئی بھی معلم نبی اکرم ﷺ سے افضل نہیں ہے اور کسی بھی معلم کی تعلیمات نبی اکرم ﷺ سے زیادہ نہیں ہیں اور نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ اپنی امت کے خیر خواہ ہیں اور لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے میں سب سے زیادہ صبر کرنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی تعلیم کی بدولت آج آپ کی امت اس مرتبے پر فائز ہوئی جو دیگر امتوں کو نصیب نہیں ہو سکی۔

آپ کی تعلیم کی بدولت آپ کی امت کو وہ قانع اور صالح اعمال حاصل ہوئے جس کی بدولت آپ کی امت سب سے بہترین امت قرار پائی۔ تو بھلائی کی تعلیم دینے والے اس رسول پر نازل ہونے والا درود اس شخص پر نازل ہونے والے درود کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو اس تعلیم میں آپ کے مانند نہیں ہے۔

جہاں تک آپ کے پیش کردہ شعر کا تعلق ہے تو اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مشبہ بہ سے افضل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ شاعر کا یہ کہنا کہ ہمارے بیٹے، ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں۔ یا تو اس میں مبتداء موخر ہوگا اور خبر مقدم ہوگی اس صورت میں لوگوں کو بیٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے

---

[1] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2685) دارمی (97) طبرانی، معجم الکبیر، (7912)

اور معنی کے ظہور اور کسی التباس کی عدم موجودگی کی صورت ہی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے۔ اس صورت میں یہاں تشبیہ کا قاعدہ جاری ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہاں عکس تشبیہ کا قاعدہ جاری ہو جیسے چاند کو خوبصورت چہرے سے تشبیہ دی جاتی ہے یا شیر کو بہادر آدمی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ یا سمندر کو نمی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس میں آدمی کو فرع مشبہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں عکس تشبیہ جائز ہوتی ہے۔ اس اصول کے تحت شعر کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ شاعر نے پہلے اپنے پوتوں کو اپنے بیٹوں کا درجہ دیا بلکہ وہ پوتے اس کے نزدیک بیٹوں پر فوقیت رکھتے ہیں پھر اس نے اپنے بیٹوں کو پوتوں سے تشبیہ دی۔

علم معانی کے ماہرین نے یہ بات بیان کی ہے۔

میرے خیال میں شاعر کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے پوتوں اور نواسوں کے درمیان فرق کی وضاحت کرنا چاہتا ہے اور یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس کے نواسے اس کی نسل میں شامل نہیں ہیں بلکہ اس کے پوتے اس کی نسل مین شامل ہیں۔ اس لئے اس نے اپنے پوتوں کو بیٹوں کے یا اس کے برعکس تشبیہ کا ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کا مقصد وہی ہے جس کی ہم نے وضاحت کی ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔

ایک اور گروہ نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص درود کے برابر اور کوئی درود نہیں ہوسکتا اور اس میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں ہوسکتا۔ آپ پر جس درود کے نزول کی دعا مانگی جاتی ہے وہ اضافی درود ہے اور اس اضافی درود کو حضرت ابراہیم پر نازل ہونے والے درود کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور یہ بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں ہے کہ کسی فاضل کیلئے کسی ایسی فضیلت کا سوال کیا جائے جو کسی مفضول کو عطا کی جاچکی ہے اور مقصد یہ ہو کہ فاضل کی فضیلت میں مزید اضافہ ہو۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ کسی شخص کو بہت زیادہ مال عطا کرے اور دوسرے شخص کو اس سے کم مال عطا کرے۔ بادشاہ سے درخواست کی جائے کہ زیادہ مال حاصل کرنے والے شخص کو کم حاصل کرنے والے شخص کی مانند مزید مال دیا جائے۔ تا کہ یہ دونوں مال مل کر مجموعی طور پر اس مال سے زیادہ ہو جائیں جو پہلے اسے ملا تھا۔ اور اگرچہ دوسرے سے زیادہ تھا۔

یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ اطلاع دی ہے کہ وہ اور اس کے

فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور پھر آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے اسی درود کے نزول کا سوال کیا جا سکتا ہے جس کے اپنے طرف سے نزول کی اس نے اطلاع دی ہے۔ اس سے کم کا سوال نہیں کیا جا سکتا اور وہ کامل ترین اور راجح ترین درود ہے۔ مفضول یا مرجوع درود نہیں ہے۔ ان حضرات کے قول کے مطابق جس درود کیلئے دعا مانگی جاتی ہے وہ راجح کی بجائے مرجوع ہوتا ہے۔ اور وہ راجح اس وقت بنتا ہے جب اس دعا کے نتیجے میں مزید درود اس میں شامل ہو جاتا ہے اور اس قول کے فساد میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کی امت آپ کے پروردگار سے جس درود کا سوال کرتی ہے وہ سب سے زیادہ جلیل القدر اور افضل ہے۔

ایک اور گروہ اسی بات کا قائل ہے کہ اس تشبیہ کا تعلق درود کے ساتھ ہے۔ اس کی مقدار یا کیفیت کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لئے درود شریف پڑھنے والے کے سوال کا تعلق درود کی ہیئت کے ساتھ ہوگا اس کی مقدار سے نہیں ہوگا۔ اس کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں جیسے آپ کسی سے کہیں۔ اپنے بیٹے کے ساتھ اسی طرح اچھا سلوک کرو جیسے تم نے فلاں کے ساتھ کیا ہے تو آپ کا مقصد نفس احسان ہوگا۔ احسان کی مقدار مراد نہیں ہوگی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (القصص: ۷۷)

”جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے اس طرح تم بھی بھلائی کرو۔“

اور بلاشبہ کوئی بھی شخص اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ اس مقدار کے مطابق بھلائی کرے جس مقدار میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کی ہے آیت کا اصل مقصد نفس احسان ہے نہ کہ اس کی مقدار ہے۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْ م بَعْدِهٖ (النساء: ۱۶۳)

”بے شک ہم نے تمہاری طرف وحی نازل کی جیسے ہم نے نوح اور بعد میں آنے والے انبیاء پر نازل کی۔“

یہاں نفس وحی کے نزول میں تشبیہ دی گئی ہے۔ وحی کی مقدار یا جس ذات کی طرف وحی نازل کی گئی ہے اس کی فضیلت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَلْيَأْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (الانبیاء:۵)

''پس وہ ہمارے پاس نشانی لے کر آئے جیسے پہلوں (یعنی پہلے والے انبیاء کو نشانیوں کے ہمراہ) بھیجا گیا۔''

اس آیت میں بھی نشانی سے مراد اس کی نظیر نہیں بلکہ اس کی جنس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (النور:۵۵)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ضرور بالضرور انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اس نے ان سے پہلے والے لوگوں کو بنایا تھا اور ضرور بالضرور ان کے اس دین کو غالب کر دے گا جس سے وہ راضی ہوئے''۔

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ لوگوں کو خلافت ارضی عطا کرنے کی کیفیات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور سابقہ تمام امتوں کے مقابلے میں زیادہ کامل خلافت عطا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرة:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔''

یہاں تشبیہ صرف نفس روزہ سے متعلق ہے۔ اس کی تائید مقدار یا کیفیت سے تشبیہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (الاعراف:۲۹)

''جیسے اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔''

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ پہلی مرتبہ پیدا ہونے اور دوسری بار پیدا ہونے میں فرق ہے۔ پہلی پیدائش مبدا ہے اور دوسری پیدائش معاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّـآ اَرْسَلْنَـآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمل ۱۵)

"بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے۔ جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول کو بھیجا تھا۔"

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ یہاں تشبیہ صرف رسول کو مبعوث کرنے کے بارے میں ہے جو دونوں رسولوں کے درمیان تماثل کا تقاضا نہیں کرتی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

لَو تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لرَزَقَكُم كَمَا يَرزُقُ الطَّيرَ، تَغدُو خِمَاصًا، وَتَرُوحُ بِطَانًا

"اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جو توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندے کو رزق عطا کرتا ہے جو صبح بھوکا گھونسلے سے نکلتا ہے اور شام کو سیر ہو کر گھر آتا ہے۔"[1]

یہاں بھی مقدار یا کیفیت کی بجائے نفس رزق میں تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

یہ جواب بھی کئی اعتبار سے ضعیف ہے۔

آپ نے جو پہلی مثال بیان کی اس کا استعمال ادنیٰ، اعلیٰ اور مساوی درجے کے افراد کیلئے کیا جا سکتا ہے جیسے آپ یہ کہیں کہ تم اپنے والد یا اپنی اہلیہ کے ساتھ اسی طرح اچھا سلوک کرو جیسے تم نے اپنی سواری یا اپنے خادم کے ساتھ کیا ہے۔ تو یہ درست ہوگا۔

اب اگر اس بات کو درست جان لیا جائے کہ تشبیہ صرف نفس درود میں ہے تو آپ کیلئے یہ کہنا جائز ہوگا۔

---

[1] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، "الجامع الصحیح" (2344) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، "السنن"، (4164) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (5230) عبد بن حمید (10) ابویعلیٰ، احمد بن علی، المسند ر (247)

''اے اللہ! حضرت محمد پہ اس درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابواوفی کی آل پر درود نازل کیا۔ یا جیسے تو کسی ایک مسلمان پر درود نازل کرتا ہے...... یا جیسے تو نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ھود اور حضرت لوط پر درود نازل کیا۔''

کیونکہ یہاں تشبیہ صرف نفس درود کے بارے میں ہے اس کی مقدار یا ضعف کے بارے میں نہیں ہے اور اس اعتبار سے ان تمام حضرات اور حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔ تو پھر حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے بطور خاص ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ بلکہ یہاں تو صرف یہ کہنا بھی کافی ہوگا۔

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر۔''

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے جتنی بھی مثالیں پیش کی ہیں وہ درود شریف کی نظیر نہیں ہیں۔ ان تمام مثالوں کی دو بنیادی قسمیں ہیں۔ درجہ بندی کی ہے۔ خبر اور طلب۔

جن مثالوں کا تعلق خبر کے ساتھ ہے وہاں تشبیہ کا مقصد بات کو سمجھانے کیلئے دلیل پیش کرنا ہے اور اس خبر کو مزید پختہ کرتا ہے کہ کسی بھی عقلمند کو اس کے انکار کا چارہ نہ رہے۔ جیسے تشبیہ کا انکار نہیں کرسکتا۔ یعنی تم دوبارہ زندہ ہونے کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟ جبکہ تم پہلی پیدائش کا اعتراف کرتے ہو اور دوسری دوبارہ زندہ ہونا بھی پہلی تخلیق کی نظیر ہے۔ لہٰذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیدا ہونے کی دلیل کے طور پر پہلی پیدائش کا یہاں کئی مقام پر ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (الاعراف: ۲۰۹)

''جیسے اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا اسی طرح تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۝ (الانبیاء: ۱۰۴)

''جیسے ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح ہم انہیں دوبارہ زندہ کریں گے۔''

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ (یٰس: ۷۸-۷۹)

''اور وہ ہمارے لئے مثال بیان کرتا ہے اور اپنی تخلیق کو بھول گیا۔ وہ یہ پوچھتا

ہے کہ جب اس کی ہڈیاں مٹی میں مل جائیں گی تو کوئی انہیں زندہ کرے گا۔ تم فرمادو! انہیں وہی ذات زندہ کرے گی جس نے انہیں پہلے پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق سے واقف ہے۔“

قرآن میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

اسی طرح آپ نے جو یہ آیت پیش کی:

**اِنَّـآ اَرۡسَلۡنَـآ اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا شَاهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا** (المزمل:۱۵)

”بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے۔ جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔“

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم کیسے اس کی رسالت کا انکار کر سکتے ہو بلکہ اس سے پہلے بھی میری طرف سے تمہارے پاس رسول آ چکے ہیں۔ جو خوشخبری سناتے اور ڈراتے تھے۔ اور تم یہ جانتے ہو کہ جس نے میرے رسول کی نافرمانی کی اس پر ہم نے کیسی گرفت کی۔

اسی طرح آپ نے یہ آیت پیش کی:

**اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ** (النساء:۱۶۳)

”بے شک ہم نے تمہاری طرف وحی نازل کی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد والے انبیاء پر نازل کی۔“

آپ کا مطلب یہ ہے کہ تم پہلے رسول نہیں ہو جنہیں لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے بلکہ تم سے پہلے بھی رسول تشریف لا چکے ہیں۔ اور میں نے جس طرح تمہاری طرف وحی نازل کی اسی طرح ان کی طرف بھی وحی نازل کی تھی۔

قرآن اسی مضمون کو ایک اور مقام پر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

**قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ** (الاحقاف:۹)

”تم فرمادو! میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔“

یہ ان لوگوں کی تردید اور انکار ہے جو نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے بھی دیگر انبیاء و مرسلین انہیں مخصوص نشانیوں کے ہمراہ تشریف لا چکے ہیں۔ باوجودیکہ نبی اکرم ﷺ جس نشانی کے ہمراہ تشریف لائے وہ پہلے انبیاء کی نشانیوں سے

زیادہ عظیم ہے تو تم کس طرح ان کی رسالت کا انکار کر سکتے ہو؟ لہٰذا روئے زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں انبیاء و مرسلین تشریف نہ لائے ہوں اور یہ رسول بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ یہ پہلا شخص نہیں ہے جس نے دعویٰ رسالت کیا ہے۔

اسی طرح آپ نے قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵۵)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے بارے میں اپنی سنت اور اپنی اس حکمت کا ذکر کیا ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی کہ جو شخص ایمان لائے گا اور نیک اعمال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے زمین میں اقتدار عطا کرے گا اور اسے خلیفہ بنائے گا۔ اسے ہلاکت کا شکار نہیں کرے گا اور اس طرح رسوا نہیں کرے گا جیسے انبیاء و مرسلین کو جھٹلانے والے کو ذلیل و رسوا کر کے ہلاکت کا شکار کیا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں اپنی حکمت اور معاملہ بیان کیا ہے جو اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گا جو سابقہ زمانے میں دیگر انبیاء کے پیروی کرنے والوں کے ساتھ کیا۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان آپ نے پیش کیا:

لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لرزقكم كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ

''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جو اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا کرے گا جیسے وہ پرندے کو رزق عطا کرتا ہے۔''[۱]

اس میں نبی اکرم ﷺ نے اس بات کی اطلاع دی ہے کہ جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے رزق کے حصول کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اسے رزق سے محروم نہیں رکھتا۔ جیسے تم پرندوں کو دیکھتے ہو کہ وہ صبح کے وقت اپنے

---

[۱] احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (1/30) ترمذی' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ'' الجامع الصحیح (2344) ابن ماجہ' ابو عبد [illegible] ''السنن'' (4164)

گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں رزق عطا فرماتا ہے اور جب وہ شام کو واپس لوٹتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ دیگر تمام حیوانات اور پرندوں کے مقابلے میں تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ برگزیدہ ہو۔ اگر تم اس پر توکل کرو گے تو وہ تمہیں وہاں سے رزق عطا کرے گا جس کا تمہیں گمان بھی نہیں ہوگا اور وہ تم میں سے کسی ایک کو بھی رزق سے محروم نہیں رکھے گا۔ یعنی اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ایک حقیقت کی اطلاع دی ہے۔

آپ نے دلیل کے طور پر جو مثالیں پیش کی ہیں اس کی دوسری قسم کا تعلق طلب اور عمل کے ساتھ ہے جس کا مقصد حکم کی علت کی تشبیہ کرتا ہے۔ کہ جزا کا تعلق بھی عمل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ (القصص:۷۷)

''اور اسی طرح بھلائی کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔''

یہ اور اس طرح کی دیگر مثالیں ہیں جیسے آپ یہ کہیں اسی طرح سکھاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے اور اسی طرح معاف کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کیا ہے۔ یہ اور اس نوعیت کے دیگر کلمات کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب کی توجہ ان نعمتوں کی طرف مبذول کروائی جائے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہیں۔ اور مخاطب کو یہ ترغیب دی جائے کہ وہ اسی طرح کی بھلائی اور حسن سلوک دوسروں کے ساتھ کرے کیونکہ نعمت کا بدلہ بھی اسی نعمت کی مانند ہونا چاہئے۔

اب یہ طے ہے کہ درود شریف کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت یہ معنی مراد نہیں لئے جاسکتے اور نہ ہی یہ اللہ کی شان کے لائق ہیں۔ تو اس صورت میں درود شریف میں تشبیہ کا ذکر لغو ہوگا جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور یہ بات درست نہیں ہے۔

(iii) جب درود پڑھنے والا یہ لفظ کہتا ہے۔ کما صلیت علی آل ابراہیم تو یہ مخدوف مصدر کی صفت ہے اور اصل جملہ یوں ہوگا صلوٰۃ مثل صلاتک علیٰ آل ابراہیم اس کلام کی حقیقت یہ ہے کہ یہ درود اس درود کی مانند ہے جس کے ساتھ تشبیہ دی جا رہی ہے۔ اس لئے یہاں کلام کے حقیقی معنی سے روگردانی کرنا درست نہیں ہے۔

ایک اور گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اس تشبیہ کا تعلق صرف درود پڑھنے والے کے درود کے ساتھ ہے۔ یعنی جب بھی کوئی شخص درود شریف پڑھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر اسی طرح درود بھیجے جو درود آل ابراہیم پر بھیجا گیا تھا اور اس میں

کوئی شبہ نہیں ہے کہ جب ہر نمازی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے گا کہ نبی اکرم ﷺ پر اسی طرح درود بھیجا جائے جس طرح آل ابراہیم پر بھیجا گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ کو بے حد وشمار درود حاصل ہوں گے اور اس صورت میں (آل ابراہیم یا) کوئی اور نبی اکرم ﷺ سے زیادہ یا برابر ہونا تو کجا آپ کے قریب بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں جیسے ایک بادشاہ کسی شخص کو ایک ہزار درہم دے اور پھر اس کی رعایا کا ہر شخص یہ درخواست پیش کرے کہ دوسرے شخص کو ایک ایک ہزار درہم پیش کئے جائیں تو جب ہر شخص کی درخواست کی وجہ سے اسے ایک ہزار درہم ملیں گے تو درخواست گزاروں کی تعداد کے برابر ہزاروں کی تعداد میں اسے درہم مل جائیں گے۔

پھر یہ جواب دینے والے صاحبان خود ہی یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ جب اس تشبیہ کا تعلق مطلوبہ درود کی اصل کے ساتھ ہوگا اور اس کے ہر فرد کا ساتھ ہوگا تو پھر اشکال تو اپنی جگہ برقرار رہے گا۔ اس کی تکریر یہ ہے کہ فاضل شخص کو ملنے والے عطیہ کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ مفضول کو ملنے والے عطیے سے افضل ہو۔ لہٰذا جب فاضل کے مرتبے سے کم تر عطیے کی درخواست کی جائے گی تو یہ اس کے منصب کے شایان نہیں ہوگا۔

وہ خود اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ اشکال اس وقت وارد ہوگا جبکہ عمل کا تعلق تکرار کے ساتھ نہ ہو لیکن جب عمل کا تعلق تکرار کے ساتھ ہوگا۔ تمام امت سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ بار بار درود شریف پڑھتے رہیں یعنی یہ دعا مانگتے رہیں کہ جو درود حضرت ابراہیم کو نصیب ہوا اسی کے مانند نبی اکرم ﷺ کو عطا کیا جائے۔ اس صورت میں درودوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی جو حضرات ابراہیم کو حاصل ہے۔

لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ یہاں تشبیہ اس درود میں واقع ہو رہی ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عطا کے ساتھ ہے حالانکہ ہمارا موضوع بحث وہ درود شریف ہے جو انسان پڑھتا ہے۔ اور جس کا معنی یہ ہے کہ ''اے اللہ! نبی اکرم ﷺ کو وہ چیز عطا کر جو اس چیز کی مانند ہو جو تو نے حضرت ابراہیم کو عطا کی۔'' لہٰذا سوال کو جتنی مرتبہ مرضی دہرایا جائے اصل معنی تو برقرار ملے گا۔ تو گویا ہر درود پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر وہ درود نازل کرے جو آپ کے استحقاق سے کم ہے۔ لہٰذا یہی سوال تکرار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ اشکال مزید قوی ہوتا چلا جائے گا۔

پھر یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ تشبیہ نفسِ درود اور اس کے تمام افراد میں واقع ہوئی ہے اس لئے محض تکرار کا ذکر کر کے آپ جواب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تکرار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مشبہ بہ کی طرف شبہ کی طرف سے زیادہ مضبوط ہے جیسا کہ تشبیہ کا بنیادی قاعدہ ہے اگر تکرار سے یہ فائدہ حاصل ہو سکتا تو جواب کو درست تسلیم کیا جا سکتا تھا۔ مگر یہ تکرار تو مشبہ کی قوت اور فضیلت میں مزید اضافہ کا باعث بن رہی ہے تو اس صورت میں کسی کم تر سے کیسے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ یوں اس جواب کا ضعف ظاہر ہو جاتا ہے۔

ایک اور گروہ اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ آل ابراہیم میں انبیاء کرام شامل ہیں جبکہ آل محمد میں ایسا نہیں ہے لہٰذا جب حضرت محمد اور ان کی آل کیلئے، حضرت ابراہیم اور ان کی آل، جس میں انبیاء شامل ہیں، کی مانند درود کے نزول کی دعا کی جاتی ہے۔ تو آل محمد کو ان کے مرتبے کے مطابق درود نصیب ہوگا کیونکہ وہ مرتبہ نبوت تک نہیں پہنچ سکتے اور باقی بچ جانے والا اضافہ، جو حضرت ابراہیم جو حضرت ابراہیم سمیت دیگر انبیاء کے درود میں شامل ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کو عطا کر دیا جائے گا۔ یوں آپ کو وہ نعمت حاصل ہوگی جو دیگر حضرات کو حاصل نہیں ہے۔

اس کی تقدیر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل، جس میں انبیاء کرام بھی شامل ہیں پر نازل ہونے والے درود کو حضرت محمد اور ان کی آل میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آل محمد کو وہی درود حاصل نہیں ہو سکتا جو آل ابراہیم کو حاصل ہوا تھا کیونکہ اس میں انبیاء شامل تھے۔ بلکہ آل محمد کو ملنے والا درود ان کے مرتبے کے مطابق ہوگا۔ لہٰذا آل محمد کے مرتبے سے فاضل درود اور نبی اکرم کا مخصوص حصہ یہ دونوں نبی اکرم ﷺ کو مل جائیں گے۔ لہٰذا ان دونوں کا مجموعہ اس درود سے افضل اور زیادہ ہوگا جو حضرت ابراہیم کو حاصل ہوا۔

سابقہ تمام جوابات کی بہ نسبت یہ جواب زیادہ بہتر ہے اور اس سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں جواب دیا جائے کہ حضرت محمد، بذات خود آل ابراہیم میں شامل ہیں بلکہ آپ آل ابراہیم کا بہترین ترین فرد ہیں۔ جیسا کہ علی بن طلحہ نے قرآن مجید کی درج ذیل آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

(آل عمران: ۳۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم، نوح آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے۔''

حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں حضرت محمد آلِ ابراہیم میں شامل ہیں۔

یہ صریح نص ہے کیونکہ جب حضرت ابراہیم کی اولاد میں شامل دیگر انبیاء آپ کی آل میں شامل ہو سکتے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ بدرجہ اولیٰ ان میں شامل ہوں گے۔ لہٰذا ہمارا یہ کہنا کہ اے اللہ! تو حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کر۔ اس دعا میں نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابراہیم کی آل میں شامل دیگر انبیاء پر درود کی درخواست شامل ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ پر اور آپ کی آل پر بطور خاص درود بھیجیں۔ اس درود کی مقدار کے مطابق جو ہم نے عمومی طور پر آپ پر آل ابراہیم میں شامل دیگر تمام افراد کے ہمراہ بھیجا تھا۔ کیونکہ آپ انہی میں شامل ہیں اور آپ کی آل کو ان کے مرتبے کے برابر درود نصیب ہوگا اور درود کا بقیہ حصہ آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔

اس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ پہلے انسان بطور خاص نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتا ہے اور آپ کیلئے اس درود کی دعا کرتا ہے جو آل ابراہیم پر نازل کیا گیا حالانکہ آپ خود ہی آل ابراہیم میں شامل ہیں اور بلاشبہ آل ابراہیم پر درود نازل ہو چکا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ بھی ان کے ہمراہ شامل ہیں۔ اور آل ابراہیم کو حاصل ہونے والا یہ درود اس درود سے زیادہ کامل ہے جو ان کی بجائے صرف آپ کو حاصل ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کیلئے اس درود کی دعا مانگی جاتی ہے جو اس درود سے افضل ہو جو حضرت ابراہیم کو قطعی طور پر حاصل ہے۔

یہاں تشبیہ کا فائدہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کا اصول بھی برقرار رہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کیلئے جس درود کی دعا مانگی جاتی ہے وہ ان تمام درودوں سے بہتر ہے جو دوسروں کیلئے مانگے جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر درود شریف سے متعلق دعا کا تعلق مشبہ کی مثل سے ہو تو آپ کو اس سے زیادہ حصہ نصیب ہوا ہے۔ گویا یہ مشبہ حضرت ابراہیم اور دیگر تمام حضرات کو حاصل ہونے والے درود سے زیادہ ہے۔ اور اس میں وہ درود بھی شامل ہو جائے گا جو مشبہ بہ میں سے آپ کو حاصل ہوگا اور آپ کا مخصوص حصہ ہوگا۔

اس سے حضرت ابراہیم اور آپ کی ساری آل، جس میں انبیاء کرام بھی شامل ہیں، ان سب پر نبی اکرم ﷺ کا شرف اور فضیلت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ درود نبی اکرم ﷺ کی

فضیلت پر بھی دلالت کرے گا اور فضیلت کے توابع، تقاضوں اور موجبات پر بھی دلالت کرے گا۔

پس اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر درود نازل کرے اور بہت سا سلام نازل کرے اور آپ کو ہماری طرف سے وہ جزا عطا کرے جو کسی بھی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی گئی۔

اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے اور حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو حمد ﷺ کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔

## ساتویں فصل

# آل پر درود بھیجنے کا مفہوم

اکثر صحیح اور حسن روایات میں بلکہ تقریباً تمام روایات میں حضرت محمد ﷺ کے ساتھ آپ کی آل پر بھی درود بھیجنے کا ذکر موجود ہے۔ لیکن مشبہ بہ یعنی حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض روایات میں صرف آل ابراہیم کا ذکر ہے اور حضرت ابراہیم کا نہیں ہے۔ جبکہ بعض روایات میں حضرت ابراہیم کا ذکر ہے اور ان کی آل کا نہیں ہے۔ کسی ایک صحیح حدیث میں حضرت ابراہیم اور ان کی آل دونوں کا ذکر ایک ساتھ موجود نہیں ہے[1]۔ جیسا کہ بہت سی مستند روایات میں حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل دونوں کا ذکر ایک ساتھ موجود ہے۔

### آل پر درود سے متعلق احادیث

اب ہم اس بارے میں منقول احادیث نقل کریں گے اور ان کے اسرار کی وضاحت کریں گے۔

اس بارے میں صحیح احادیث چار طرح سے منقول ہیں۔

اس میں سب سے زیادہ مشہور حدیث عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: حضرت کعب بن عجرہ مجھ سے ملے تو فرمانے لگے کیا میں تمہیں ایک تحفہ نہ دوں۔ ایک دن جب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی ہم آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سیکھ چکے ہیں آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ — وَفِیْ لفظ: وَبَارِكْ — عَلٰی

---

[1] نسائی، احمد بن شعیب "السنن" (73/3) احمد، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (244/4)

مُحَمَّدٍ! کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ' اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! (اور اک روایت کے مطابق ''اے اللہ! کے بغیر) تو حضرت محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل کی بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد نے نقل کیا ہے۔ صرف ترمذی کے الفاظ...... ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ! وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ' کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم پر درود نازل کیا۔''

یعنی درود اور برکت دونوں میں صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے۔ ان کی آل کا ذکر موجود نہیں ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

ایک روایت میں درود میں صرف ''ال ابراہیم'' کا ذکر ہے۔ اور برکت میں صرف ''آل ابراہیم'' کا ذکر ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوحمید ساعدی کے حوالے سے یہ روایت موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ! وَعَلٰی اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ' کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ' وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ' اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد، ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔ اور حضرت محمد، ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل کی۔ بے شک

تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔"

بعض روایات میں یہاں آل ابراہیم کی بجائے صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ! سلام کا طریقہ تو ہمیں پتہ چل چکا ہے آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ! عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

"اے اللہ! تو نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر درود نازل کر جیسے تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔ اور حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل کر جیسے تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل کی۔"

صحیح مسلم میں ہے حضرت ابومسعود انصاری فرماتے ہیں:

نبی اکرم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم اس وقت حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بشیر بن سعد نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں۔ حضرت ابومسعود کہتے ہیں اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش انہوں نے یہ سوال نہ کیا ہوتا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم یوں درود پڑھو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ! وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

"اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔ اور حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے تمام جہانوں میں آل ابراہیم پر برکت نازل کی۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔"

(پھر آپ نے فرمایا) سلام بھیجنے کے طریقے سے تم واقف ہو۔

ایک اور روایت کے مطابق اس حدیث میں ''آل ابراہیم'' کے بجائے صرف ''ابراہیم'' کا ذکر موجود ہے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق درود والے جملے میں صرف حضرت ابراہیم کا ذکر موجود ہے اور برکت والے جملے میں صرف آل ابراہیم کا ذکر موجود ہے۔

یہ مشہور احادیث کے مشہور الفاظ ہیں۔ جس میں سے اکثر میں دونوں مقامات پر آل ابراہیم کا لفظ موجود ہے جبکہ بعض روایات میں دونوں مقام پر صرف لفظ ابراہیم منقول ہے۔ بعض روایات میں درود والے جملے میں ''ابراہیم'' اور برکت والے جملے میں ''آل ابراہیم'' منقول ہے۔ بعض روایات میں اس کے برعکس بھی منقول ہے۔

جس روایت میں ''ابراہیم'' اور ''آل ابراہیم'' دونوں کا ذکر ایک ساتھ موجود ہے اسے امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جب تم نماز میں تشہد پڑھ لو تو یوں (درود) پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، وبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، وارحم مُحَمَّدًا وآلَ محمدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ وبارکت وترحمت عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نزول کر۔ حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر۔ حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر رحم فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود، برکت اور رحمت نازل کی۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کے لائق ہے۔''

اس روایت کو دار قطنی نے حضرت ابو مسعود انصاری کے حوالے سے نقل کیا ہے اس میں درود شریف کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النبی الامی، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ النبی الامی، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، علٰی اٰلِ

اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! تو امی نبی حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ اور امی نبی حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے۔''[1]

دار قطنی کہتے ہیں اس کی سند ''حسن'' اور ''متصل'' ہے۔

نسائی، حضرت طلحہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔ اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''[2]

امام نسائی نے ایک مقام پر اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے اور دوسرے مقام پر ان کی نقل کردہ روایت میں صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے۔ (آل ابراہیم کا ذکر نہیں ہے)

ابن ماجہ نے ایک اور روایت نقل کی ہے جو حضرت ابن مسعود پر موقوف ہے۔ اس میں بھی ''ابراہیم'' اور ''آل ابراہیم'' کا ذکر موجود ہے۔

آپ ''سنن'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

---

1. دار قطنی (354/1) ابن خزیمہ ابو بکر محمد بن اسحٰق ''الصحیح'' (711) حاکم المستدرک (268/1)

2. نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (48/3)

''جب تم بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود پیش کرو تو عمدہ الفاظ استعمال کرو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہارا یہ درود نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے''۔ آپ کے شاگردوں نے عرض کی آپ ہمیں درود شریف پڑھنے کا طریقہ سکھائیں۔ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

**اَللّٰھُمَّ اجعل صلواتك ورحمتك' وبركاتك على سيد المرسلين' وامام المتقين' وخاتم النبيين' محمدعبدك ورسولك' امام الخير' وقائد الخير' ورسولِ الرحمة' اَللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يغبطه به الاوَّلُوْنَ وَالْاٰخرون' اَللّٰھُمَّ ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ' كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ' واٰلِ اِبْرَاهِيْمَ' اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ' اَللّٰھُمَّ ! بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ' كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ' وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ**

''اے اللہ! تو اپنا درود، رحمت اور برکتیں رسولوں کے سردار، پرہیزگاروں کے پیشوا، سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل کر جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں، بھلائی کے پیشوا ہیں، بھلائی کے قائد ہیں، رحمت والے رسول ہیں۔ اے اللہ! انہیں اس مقام محمود پر فائز کر جس پر اگلے پچھلے سب لوگ رشک کریں گے۔ اے اللہ! حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔

یہ روایت موقوف ہے۔

''صحاح'' اور ''سنن'' میں منقول عام روایات میں درود اور برکت دونوں مقامات پر یا تو صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے یا صرف آل ابراہیم کا یا دونوں میں سے ایک مقام پر صرف ابراہیم کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر صرف ''آل ابراہیم'' کا۔ جب کہ کتاب کے آغاز میں حضرت ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول روایات نقل کی گئی ہیں۔

جس روایت میں دونوں مقامات پر صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دراصل درود حضرت ابراہیم پر بھیجا گیا۔ ان کی آل کا ذکر تبعاً کیا گیا ہے۔ اور چونکہ متبوع کا ذکر تابع کے ذکر پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ان کی آل بھی اس میں شامل ہوگی اور اسے علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور جہاں صرف آل ابراہیم کا ذکر ہو وہاں حضرت ابراہیم خود بھی اس میں شامل ہوں گے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا ''آل ابراہیم'' کا لفظ ذکر کرنے کے بعد لفظ ''ابراہیم'' الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

جس روایات میں (درود اور برکت میں سے) ایک مقام پر صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر صرف ان کی آل کا ذکر ہے وہاں ان دونوں اصولوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یعنی متبوع کو ذکر کیا گیا کیونکہ وہ اصل ہے۔ یا صرف اتباع کا ذکر کیا گیا کیونکہ وہ اس میں شامل ہوگا۔

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

اب یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ عام روایات میں کسی ایک پر اکتفا کرنے کی بجائے، حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل دونوں کا ذکر موجود ہے تو حضرت ابراہیم یا ان کی آل میں سے کسی ایک کے ذکر پر کیوں اکتفا کیا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر بھیجے جانے والے درود کا تعلق دعا کے ساتھ ہے جبکہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر بھیجے جانے والے درود کا ذکر خبر کے طور پر ہے۔ یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی یہ جملہ طلبیہ (دعائیہ) ہے اور کما صلیت یہ جملہ خبر یہ ہے تو جب جملہ طلبیہ دعا اور سوال کے لئے استعمال ہو تو زیادہ مناسب یہ ہے کہ حذف اور اختصار کے بجائے اسے تفصیل سے پڑھا جائے۔ اسی لئے درود شریف کو تکرار کے ساتھ پڑھنا مشروع ہے کیونکہ یہ ایک دعا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح کو پسند کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ نبی اکرم سے منقول بہت سی دعاؤں میں وسیع الفاظ موجود ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر لفظ اپنے معانی پر صراحتاً دلالت کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک معنی پر دلالت کیلئے کوئی دوسرا لفظ استعمال کیا جائے۔ اس کے ثبوت میں وہ دعا پیش کی جا سکتی ہے جسے امام مسلم نے حضرت علی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

**اَللّٰھُمَّ اغفرلی ما قدمت، وما اخرت، وما اسررت، وما اعلنت، وما**

انت اعلم به منی ' انت المقدم ' وانت المؤخر ' لا اله الا انت

''اے اللہ! میرے اگلے پچھلے، ظاہر اور پوشیدہ سب معاف کردے تو میرے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو پہلے لانے والا ہے تو ہی آخر میں لانے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''[1]

اور یہ بات واضح ہے کہ اگر یہ کہا جاتا کہ میرا ہر عمل معاف کردے، تو یہ زیادہ مختصر ہوتا۔ لیکن حدیث کے یہ الفاظ دعا، گریہ وزاری، عاجزی و بندگی کا اظہار کے طور پر نقل ہیں۔ لہٰذا وہ تمام صورتیں جس کے ذریعے بندگی کا اظہار ہوتا ہے ایسے موقع پر انہیں تفصیلی طور پر ذکر کرنا ایجاز اور اختصار کی بہ نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ! اغفر لی ذنبی کله ' دقه وجله سره وعلانیته ' اوله وآخره

''اے اللہ! میرے چھوٹے بڑے، ظاہر و پوشیدہ، اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دے۔''[2]

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ ! اغفرلی خطیئتی ' جھلی ' واِسرافی فی امری ' وما انت اعلم به منی ' اَللّٰھُمَّ اغفرلی جدی ' وھزلی ' وخطئی ' وعمدی ' وکل ذلك عندی

''اے اللہ! میری خطائیں، جہالت، زیادتی معاف کردے۔ اس کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! میری کوشش، مذاق، غلطی سے سرزد ہونے والے اور جان بوجھ کر کئے جانے والے اور ہر خامی جو میرے اندر موجود ہے ان سب کو معاف کردے۔''[3]

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (771) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (760) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3421) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (1054) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (1/-94 -90)

[2] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (483) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (878)

[3] بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6398) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2719)

## ماثور دعاؤں کا اسلوب

ماثور دعاؤں میں بیشتر اسی نوعیت کی ہیں کیونکہ دعا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندگی، محتاجی اور عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے انسان جس قدر کثرت سے اور جتنی طویل دعا کرے گا اسے دہرائے گا۔ پھر مانگے گا۔ طرح طرح سے مانگے گا تو بندگی محتاجی اور عاجزی زیادہ بلیغ انداز میں بیان ہوگی اور اسے اپنے پروردگار کا زیادہ قرب حاصل ہوگا اور زیادہ اجروثواب کا مستحق قرار پائے گا۔ مخلوق کا معاملہ اس سے مختلف ہے کیونکہ آپ اگر کسی انسان سے بکثرت مانگیں، بار بار اس کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار کریں، تو وہ آپ سے ناراض ہوگا۔ الجھن اور بوجھ محسوس کرے گا اور اگر آپ اس سے کوئی تقاضا نہیں کریں گے تو وہ آپ کو پسند کرے گا اور اس کے نزدیک آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ آپ اس سے جتنا مانگیں گے اتنے ہی اس کے مقرب اور محبوب بن جائیں گے۔ اور جب آپ اپنی دعا میں عاجزی و انکساری کا اظہار کریں گے اتنا ہی وہ آپ سے محبت کرے گا اور جو شخص اس سے کچھ نہیں مانگتا، وہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اسی شاعر نے کہا ہے:

فَاللّٰہُ یَغْضَبُ اِنْ ترکتَ سؤالَہ     وَبُنَیُّ آدمَ حِیْنَ یُسْأَلُ یَغْضَبُ

''اگر تم اللہ سے مانگنا چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور اگر کسی انسان سے کچھ مانگ لوگے تو وہ ناراض ہو جائے۔''

گویا طلب کی زیادتی، مطلوب میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور طلب کی کمی، مطلوب میں کمی کا باعث بنتی ہے۔

جہاں تک خبر کا تعلق ہے تو خبر ایسے واقع کو کہتے ہیں جو رونما ہو کر ختم ہو جائے۔ اس میں کسی کمی و بیشی کا احتمال موجود نہ ہو۔ اس لئے اس میں الفاظ کا اضافہ کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ بطور خاص ایسی صورت میں جبکہ کسی بات کی وضاحت کرنا یا مخاطب کو کچھ سمجھانا مقصود ہو۔ ایسے موقع پر مختلف اور جامع گفتگو کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی لئے درود شریف میں کبھی صرف ''ابراہیم'' منقول ہے اور کبھی، صرف ''آل ابراہیم'' منقول ہے کیونکہ یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ گویا ایجاز و اختصار کے طور پر ان دونوں الفاظ کے ذریعے ایک ہی معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ صل علی محمد تو اس میں آپ کی آل پاک پر درود کے نزول کی دلالت موجود نہیں ہے کیونکہ ان الفاظ اور اس ترکیب کے ذریعے دعا مانگی گئی ہے۔ کسی ایسے واقعے کی خبر نہیں دی گئی جو رونما ہو چکا ہو۔ اور اگر صرف یہ پڑھا جائے ''صل علی آل محمد'' تو نبی اکرم ﷺ پر عمومی طور پر درود ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے ''علی محمد وعلی آل محمد'' تو اس صورت میں نبی اکرم ﷺ پر بطور خاص بھی درود بھیجا جائے گا اور آل میں آپ کی شمولیت کے باعث عمومی طور پر بھی درود شامل ہوگا۔

## اہلِ علم کی دو آراء

یہاں اہل علم کے دو طریقے ہیں:

ایک قول کے مطابق آپ کے انفرادی ذکر کے ساتھ، آل کے ذکر میں بھی آپ شامل ہوں گے۔ اس لحاظ سے درود شریف میں آپ کا دو مرتبہ ذکر ہوگا۔ ایک مرتبہ بطور خاص اور دوسری مرتبہ بطور عام، اسی اصول کے تحت آپ پر دو مرتبہ، عمومی اور خصوصی طور پر درود بھیجا جائے گا۔ یہ رائے اس اصول کے پیش نظر دی گئی ہے کہ جب خاص کے بعد عام ذکر کیا جائے تو اس عام میں وہ خاص بھی شامل ہوتا ہے۔ یوں خاص کا ذکر دو مرتبہ ہوگا۔ ایک مرتبہ عام کے ضمن میں اور دوسری مرتبہ انفرادی طور پر۔

اسی طرح اگر خاص کے بعد عام ذکر کیا جائے تو بھی یہی حکم ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:۹۸)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل ومیکائیل کا دشمن ہوگا تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔''

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ (الاحزاب:۷)

''اور جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے بھی اور نوح سے بھی۔''

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ خاص کے ذریعے آپ کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ آپ لفظ عام کے مفہوم میں شامل نہیں ہیں۔ لہٰذا خصوصیت کے ساتھ آپ کا ذکر اس بات سے بے نیاز

کر دیگا کہ اسے عام کے ضمن میں بھی شامل کیا جائے۔اس طریقے میں درج ذیل فوائد ہیں۔

جب آپ عام کے سب سے معزز ترین فرد ہیں تو آپ کا الگ سے ذکر کیا گیا تاکہ آپ کی خصوصیت پر دلالت کرے گا گویا آپ ایک الگ قسم کی حیثیت رکھتے ہیں اور بقیہ تمام افراد سے ممتاز ہیں۔ گویا اس صورت میں آپ کو عام کے دیگر تمام افراد سے نمایاں اور ممتاز کر دیا جائے گا۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس صورت میں اس بات کی تنبیہہ موجود ہوگی کہ دراصل درود آپ پر بھیجا گیا ہے آپ کی آل کا ذکر تبعاً کیا گیا ہے اور آپ کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ اس کے مستحق قرار پائے ہیں۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آپ کو الگ ذکر کرنے سے آپ سے تخصیص کا وہم اٹھ جائے گا اور یہ بات جائز نہیں ہے کہ لفظ عام کے مخصوص فرد کے طور پر آپ کا ذکر کیا جائے۔

## آٹھویں فصل

# برکت کی تحقیق

برکت کی حقیقت ثابت ہونا، لازم ہونا اور پختہ ہونا، جیسے ''برک البعیر'' کا مطلب اونٹ زمین پر بیٹھ گیا۔ اسی سے لفظ مبرک ماخوذ ہے جس کا معنی بیٹھنے کی جگہ ہے۔ ''صحاح'' کے مصنف کہتے ہیں کوئی بھی شے جب ثابت اور قائم ہو جائے تو اس کے لیے ''برک'' استعمال کیا جاتا ہے۔ بہت سے اونٹوں کو ''برک'' کہتے ہیں۔ ''برک'' کا مطلب مرض ہے اور اس کی جمع ''برک'' آتی ہے۔ جوہری نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ حوض کو ''برکہ'' اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ پانی اس میں ٹھہر جاتا ہے۔ ''برکاء'' کا مطلب جنگ میں ثابت قدم وضابطہ کوشش کرتا ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

وَلاَ یُنْجِی من الْغَمَرَاتِ اِلا بَرَاکَاءُ الْقِتالِ اَو الفِرَارُ

''تنگیوں سے کون سی چیز نجات دی جاتی ہے؟ جنگ میں ثابت قدم رہنا یا فرار اختیار کرنا۔''[1]

برکت کا مطلب کسی چیز کا زیادہ ہونا اور بڑھنا ہے اور تبرک کا مطلب کسی کو برکت کی دعا دینا ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ بارکہ اللہ، وبارک فیہ، وبارک علیہ، وبارک لہ۔

قرآن میں بھی موجود ہے:

اَنْ م بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا (النمل:۸)

''اسے برکت عطا کی گئی جو آگ میں ہے اور جو اس کے اردگرد ہے۔''

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا:

وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحَاقَ (الصافات:۱۱۳)

''ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی۔''

---

[1] معجم مقاییس اللغۃ (1/230-231)

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَبَارَكْنَا فِيهَا (الانبیاء: ۱۱۳)

''ہم نے اس میں برکت رکھی ہے۔''

ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے:

وَبَارِكْ لي فيما اَعطيت

''تو جو رزق عطا کرتا ہے اس میں میرے لئے برکت رکھ دے۔''[1]

حضرت سعد کی حدیث میں ہے:

بارك الله لكَ فِي اَهْلِكَ وَمَالِكَ

''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے۔''[2]

مبارک اس شخص کو کہتے ہیں جسے اللہ نے برکت عطا کی ہو۔

جیسے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قول (قرآن نے نقل کیا) ہے۔

وَجَعَلَنِي مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ (مریم: ۳۱)

''اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے۔''

اللہ کی کتاب بھی مبارک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (الانبیاء: ۱۱۳)

''یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (الانبیاء: ۱۱۳)

''جو کتاب میں نے تمہاری طرف نازل کی ہے وہ مبارک ہے۔''

اور وہ کتاب اس بات کی حقدار ہے کہ اسے مبارک کہا جائے کیونکہ اس میں بکثرت خیر

---

[1] ابو داؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1425) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ'' الجامع الصحیح'' (464) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (248/3) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (1178) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (200, 199/1)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح'' (5072) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ'' الجامع الصحیح'' (1933) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (137/6) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' المسند'' (270' 190/3)

اور منافع موجود ہے اور برکت کی بہت سی صورتیں اس میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ مبارک استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اس کیلئے لفظ ''تبارک'' استعمال ہوگا۔

علم لغت کے بعض ماہرین جن میں جوہری بھی شامل ہیں، اس بات کے قائل ہیں کہ ''تبارک'' کا معنی وہی ہے جو ''بارک'' کا ہے جیسے قاتل اور تقاتل۔ فرق یہ ہے کہ فاعل کے وزن پر آنے والا فعل متعدی ہوتا ہے اور تفاعل کے وزن پر آنے والا فعل متعدی نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات محققین کے نزدیک غلط ہے۔

لفظ ''برکت'' سے تفاعل کے وزن پر تبارک بنے گا اور اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ تعریف ایسے وصف کے ہمراہ ہے جو تفاعل کے وزن پر ہے۔ اسی لئے ان دونوں الفاظ کو ایک ساتھ استعمال کرتے ہوئے ''تبارک وتعالیٰ'' کہا جاتا ہے۔ دعائے قنوت میں بھی ''تبارک وتعالیت'' کے الفاظ موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے مقابلے میں ان کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ ہماری بھلائی کی اسی کے دست قدرت میں ہے۔ ہر بھلائی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تمام صفات، صفاتِ کمال ہیں اور اس کے تمام افعال میں حکمت، رحمت، مصلحت اور بھلائی پائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے۔

''شر تیری طرف نہیں آسکتا۔''[1]

بلکہ شر اللہ تعالیٰ کے مفعولات اور اس کی مخلوقات میں واقع ہوتا ہے۔ اس کے فعل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا جب خیر اور منافع کی کثرت کے باعث کسی انسان یا دوسری مخلوق کو ''مبارک'' کہا جاسکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے ''متبارک'' کہا جائے یہ ایسی تعریف ہے جس کے نتیجے میں اللہ کی عظمت رفعت اور وسعت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے ''تعاظم وتعالیٰ'' یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی بھلائی کی کثرت اور دوام اور صفات کمال کے اس کی ذات میں جمع ہوجانے کی دلیل ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جہان میں کسی کو بھی جو بھی فائدہ حاصل ہوا ہے اور جو بھی فائدہ حاصل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہوگا۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کی شان کی بلندی پر دلالت کرتی ہے۔ اسی

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (771) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (760) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3422) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (2/129- 130)

لئے اللہ تعالیٰ جہاں اپنے جلال، عظمت اور کبریائی کا ذکر کرتا ہے اس کا آغاز اسی بات سے ہوتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف:۵۴)

''بے شک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر اس نے عرش پر استوا کیا۔ وہ رات کے ذریعے دن کو ڈھانپ لیتا ہے اور رات بہت تیزی سے دن کے پیچھے آتی ہے۔ سورج، چاند اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں۔ صفت خلق اور صفت امر سے وہ متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان:۱)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا تاکہ وہ وہ جہان والوں کو ڈرا سکے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا (فرقان:۶۱)

''بابرکت ہے وہ ذات ہے جسے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی بادشاہی حاصل ہے اور اسی کو قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرُ (الملک:۱)

''بابرکت ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں بادشاہی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے سات مراحل کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ (المؤمنون: ۱۴)

''بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہترین خالق ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر اپنی ذات کے بابرکت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جہاں اس کی ذات کی عظمت وجلال اور اس کے ان افعال کی تعریف کرنا مقصود ہو جو اس کی ربوبیت الٰہیت حکمت اور دیگر تمام صفات کمال پر دلالت کرتے ہیں جس میں قرآن کا نزول، جہانوں کی تخلیق، آسمان میں بروج، سورج اور چاند کی تخلیق، اپنی بادشاہی اور قدرت کے کمال کا ذکر شامل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''تبارک'' کا مطلب ''تعالیٰ'' ہے۔

ابوالعباس فرماتے ہیں۔ ''تبارک'' کا مطلب ''بلند ہونا'' ہے اور ''تبارک'' اس ذات یا چیز کو کہتے ہیں جو بلند ہو۔

ابن الانباری کہتے ہیں ''تبارک'' کا مطلب ''تقدس'' ہے۔

حسن فرماتے ہیں ''تبارک'' کا مطلب وہ ذات ہے جس کی طرف سے برکت حاصل ہو۔

ضحاک فرماتے ہیں: ''تبارک'' کا مطلب ''تعاظم'' (وہ عظمت کا مالک ہے)

خلیل بن احمد فرماتے ہیں اس کا مطلب ''تمجد'' (وہ بزرگی کا مالک ہے)

حسین بن فضل فرماتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں برکت والا ہے اور اپنی مخلوق میں جسے چاہے برکت عطا کر سکتا ہے اور یہ سب سے بہترین قول ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذات اور فعل دونوں کی صفت کے طور پر لفظ ''تبارک'' استعمال ہوگا جیسا کہ حسین بن فضل نے بیان کیا ہے۔

اس کی وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ ''تبارک'' کی نسبت اپنے اسم کی طرف بھی کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ اسۡمُ رَبِّكَ ذِى الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ (الرحمن: ۷۸)

''جلال اور اکرام والے تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے۔''

حدیث استفتاح میں ہے۔

تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ

''تیرا نام بابرکت ہے اور تیری بزرگی بلند ہے۔''[1]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ''تبارک'' ''بارک'' کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ جوہری نے بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو برکت دینا لفظ کے مفہوم کے جزو کے طور پر ہے نہ کہ اس کے معنی کے کمال کے اعتبار سے ملے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں اس کا معنی عظیم ہونا اور اس کی برکات کا کثیر ہونا ہے اور اس لفظ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کو مخصوص کیا جا سکتا ہے[2]۔ عربی لغت میں اس لفظ کے صیغے تبدیل نہیں ہوتے اور اس کے ذریعے فعل مضارع یا فعل امر نہیں بنتا۔ اس کی علت یہ ہے کہ جب لفظ ''تبارک'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو یاد نہیں کیا جا سکتا تو اب یہ لفظ مستقبل کا تقاضا نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ازل سے برکت کا مالک ہے۔

شیخ ابوعلی القالی اس بات میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ ان سے دریافت کیا گیا ''تبارک'' کا مضارع کیا ہوگا تو انہوں نے کہا یہ ''تبارک'' ہوگا۔ حالانکہ عرب یہ لفظ استعمال نہیں کرتے۔[3]

ابن قتیبہ کہتے ہیں۔ لفظ ''تبارک'' تفاعل کے وزن پر برکت سے ماخوذ ہے جیسے کہا جاتا ہے ''تعالیٰ اسمک'' اس میں لفظ ''تعالیٰ'' علو سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ تیرے نام میں برکت پائی جاتی ہے یا جس چیز پر تیرا نام لیا جائے اس میں برکت پائی جاتی ہے۔

علم لغت کے کسی ماہر نے مجھے ایک شعر سنایا تھا جس کا دوسرا مصرعہ یاد رہ گیا۔

اِلَى الْجِذْعِ جِذْعِ النَّخْلَةِ الْمُتَبَارَكِ

''درخت کی طرف جاؤ، کھجور کے بابرکت درخت کی طرف (جاؤ)۔''

ابن قتیبہ کا یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرے نام میں بھی برکت پائی جاتی ہے اور جس چیز پر تیرا نام لے لیا جائے اس میں بھی برکت پائی جاتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ

---

1. ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (775) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (242) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (2/ 131-132) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (804) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (776) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (223) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (806)

2. روح المعانی (8/ 138-139)

3. تفسیر الطبری (95/27)

وہ اس ذات کی صفت ہے جس کو برکت حاصل ہے۔ یعنی نام کی برکت اس ذات کی برکت کے تابع ہوگی جس کا یہ نام ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (الحاقۃ: ۵۲)

''اپنے عظیم پروردگار کے نام کے ہمراہ اس کی تسبیح کرو۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح زیادہ بہتر طریقے سے کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ کیونکہ نام کی تسبیح ذات کی تسبیح کے تابع ہے۔

زمخشری کہتے ہیں اس لفظ میں دو معانی پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس ذات کی بھلائی زیادہ کثیر ہے یا وہ ہر شے سے زائد ہے اور دوسرا یہ کہ انہی صفات اور افعال میں ہر شے سے بلند ہے۔

ہمارے خیال میں ان دونوں معانی کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے جیسا کہ حسین بن فضل اور دیگر حضرات نے اس کی وضاحت کی ہے۔

نظر بن شمیل کہتے ہیں میں نے خلیل بن احمد سے ''تبارک'' کا مطلب دریافت کیا ہے تو انہوں نے فرمایا ''تمجد'' (وہ بزرگی کا مالک ہے)

دونوں معانی کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ ''مجد'' (بزرگی) کا تعلق اس کی ذات کے ساتھ ہوگا اور مخلوق کو اس بزرگی کا فیضان اس برکت کی شکل میں ملے گا کیونکہ یہی ''مجد'' کی حقیقت ہے۔ ''مجد'' کا معنی وسیع ہونا ہے۔ جب کوئی چیز پھیل جائے تو اس کیلئے ''مجد'' اور ''استجد'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ عرش کو اس کی وسعت کی وجہ سے ''مجید'' کہا جاتا ہے۔

بعض مفسرین نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ''تبارک'' ''بروک'' سے ماخوذ ہو۔ اس وقت ''تبارک'' کا مطلب کسی چیز کا ثابت ہونا ہو۔ ہمیشہ سے لے کر ہمیشہ تک کیلئے۔ تو اس سے لازم آئے گا کہ وہ ذات واجب الوجود ہو۔ کیونکہ جس کا وجود تمیز کا محتاج ہوگا۔ وہ ازلی نہیں ہوسکتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معنی کا جزو ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ان تمام معانی کو جمع کرے جس میں اس کے وجود کا دوام، اس کی بھلائی کی کثرت، اس کی بزرگی، بلند، مرتبت، عظمت، پاکی، ہر بھلائی کا اسی سے حاصل ہونا اور اس کا مخلوق کو برکت دینا سب شامل ہوں گے۔ قرآن کے الفاظ ان تمام معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ لہٰذا بعض الفاظ

کے ذریعے ان میں سے بعض معانی کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جس کی وضاحت ہم نے کسی اور مقام پر کی ہے۔

اصل مقصد یہ تھا کہ درود شریف کے الفاظ میں ''وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراہیم'' کی وضاحت کی جائے کیونکہ یہ دعا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اس عطا کا ذکر ہے جو اس نے آل ابراہیم کو عطا کی اور اسے ثابت اور برقرار رکھا۔ اسے دگنا کیا، بلکہ اس میں اضافہ کیا اور یہی برکت کی حقیقت ہے۔

## آلِ ابراہیم کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

**وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحَاقَ** (الصافات: ۱۱۲-۱۱۳)

''اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو نبی ہے اور صالحین میں سے ہے اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل بیت کے بارے میں یہ فرمایا ہے۔

**رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ** (ھود: ۷۳)

''اے اہل بیت!! اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکت تم پر نازل ہو بے شک وہ حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

آپ غور تو کریں کہ قرآن نے کس طرح یہ کہا جائے کہ ہم نے اس (ابراہیم) اور اسحاق پر برکت نازل کی اور یہاں حضرت اسماعیل کا ذکر نہیں کیا۔

جبکہ تورات میں حضرت اسماعیل پر برکت کے نزول کا ذکر ہے اور حضرت اسحاق کا ذکر نہیں ہے۔ تورات میں حضرت اسماعیل پر برکت کے نزول کا ذکر ہے۔ تاکہ یہ بتایا جاسکے کہ آپ کی اولاد کو جو عظیم بھلائی اور برکت حاصل ہوگی جس میں بطور خاص سب سے عظیم اور جلیل القدر برکت نبی اکرم ﷺ کا وجود مسعود ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی کہ آپ کی اولاد میں وہ عظیم برکت ظاہر ہوگی جبکہ ہمیں قرآن میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق پر برکت نازل کی تاکہ ہمیں یہ تنبیہ کی جاسکے۔ کہ حضرت اسحاق کی اولاد میں حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام کی نبوت کی برکت، ان پر نازل ہونے والی کتابیں اور ان پر ایمان لانے والوں

کی برکت شامل ہے۔ تاکہ ہم سے اس عالی شان گھرانے کی تعظیم وتکریم میں کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو۔ لہٰذا کوئی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ یہ تو بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ہم پر ان انبیاء کا احترام، ان کی تعظیم، ان پر ایمان، ان کی صحبت اور ان کی تعریف لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر درود وسلام نازل کرے۔

## آلِ ابراہیم کی خصوصیات

جب یہ مبارک گھرانہ علی الاطلاق دنیا کا بزرگ ترین گھرانہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے چند خصوصیت بھی عطا کی ہیں۔

ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نبوت اور کتاب اسی گھرانے سے مخصوص ہوگئیں۔ حضرت ابراہیم کے بعد آنے والا ہر نبی، آپ ہی کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے افراد کو پیشوا بنایا ہے جن کی قیامت تک پیروی کی جاتی رہے گی لہٰذا ان کے بعد آنے والا جو بھی شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ان کے طریقے اور دعوت پر عمل کرنے کے نتیجے میں جنت میں داخل ہوگا۔

تیسری خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خانوادے میں دو حضرات کو اپنا خلیل بنایا۔ ایک حضرت ابراہیم اور دوسرے حضرت محمد ﷺ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (النساء: ۱۲۵)

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِن اللهَ اتَّخذنی خَلِيْلاً كَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً

''اللہ تعالیٰ نے مجھے ابھی اسی طرح خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا تھا۔''[1]

یہ اس گھرانے کی بنیادی خصوصیت ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے بزرگ کو تمام جہانوں کا پیشوا بنایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (532)

اِمَامًا (البقرة:۱۲۴)

''اور جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند امور کے متعلق آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس آزمائش میں پورا اترا (تو اس کے پروردگار نے) کہا۔ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔''

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ انہی کے ہاتھوں سے اپنے گھر کی تعمیر کروائی جسے لوگوں کے قیام کا مرکز بنایا۔ ان کا قبلہ بنایا، حج کا مقام بنایا، گویا بیت اللہ کی تعمیر اسی معزز گھرانے کے افراد کے ہاں ظہور پذیر ہوئی۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا کہ اس گھرانے کے افراد پر درود بھیجیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی اس گھرانے کے افراد اور ان کے پیش رو افراد جو حضرت ابراہیم اور ان کی آل ہیں پر درود بھیجا ہے اور یہ انہی کی خصوصیت ہے۔

ساتویں خصوصیت اللہ تعالیٰ نے اسی گھرانے میں دو امتیں پیدا کیں جو اس کے علاوہ کسی اور گھرانے میں پیدا نہیں ہوئیں۔ اور وہ حضرت موسیٰ کی امت اور حضرت محمد ﷺ کی امت ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی امت، سابقہ ستر امتوں کے برابر ہے۔ اور ان سب سے بہتر ہے اور اللہ کی بارگاہ میں ان سب سے زیادہ معزز ہے۔ [۱]

آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے افراد پر سچی بات اور عمدہ تعریف کو باقی رکھا۔ اسی لئے ان کا تذکرہ ہمیشہ اچھے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے اور ان پر درود وسلام بھیجا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ (الصافات:۱۰۸-۱۱۰)

''اور ہم نے اس کی تعریف بعد والوں میں باقی رکھی۔ ابراہیم پر سلام ہو ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔''

دسویں خصوصیت یہ ہے [۲] کہ اس گھرانے کے افراد کو لوگوں کے درمیان فرق کرنے والا

---

۱۔ ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3001) ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (4288,2487)

۲۔ احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (5/5, 447/4) عبد بن حمید (411, 409)

بنایا ہے لہٰذا ان کے پیروکار اور ان کے محبین خوش بخت ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے اور ان سے منہ پھیرنے والے اور ان کے دشمن بد بخت ہیں۔

گویا جنت ان کے اور ان کے پیرکاروں کیلئے اور جہنم ان کے دشمنوں اور مخالفین کیلئے ہے۔

گیارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنے ذکر کے ہمراہ کیا ہے۔ لہٰذا حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ، اللہ کا رسول اور اس کا نبی کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کا نبی اور خلیل کہا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ اور اللہ کا رسول کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو اس نعمت کی یاد دلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح: ۴)

''اور ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (آیت کا مفہوم یہ ہوگا) کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا۔ تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا اور کہا جائے گا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔'' کلمے میں اذان میں، خطبے میں، تشہد میں، غرضیکہ ہر جگہ جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تمہارا بھی ذکر ہوگا۔

بارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے افراد کے ذریعے مخلوق کو دیتا اور آخرت کی بدبختی سے نجات عطا کی۔ بنی نوع انسان پر اس گھرانے کے احسانات بے شمار ہیں۔ ان کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا۔ اگلوں پچھلوں میں جتنے بھی نیک لوگ ہیں ان سب پر اسی گھرانے کے افراد کی مہربانی ہے۔

تیرھویں خصوصیت یہ ہے کہ دنیا میں جو بھی نیک کام کیا جائے گا۔ اللہ کی جو اطاعت کی جائے گی، ہر آسائش اور نفع پر عمل کرنے والوں کے ثواب کے برابر اس گھرانے کے افراد کو ثواب ملے گا۔ پس اللہ کی ذات پاک ہے جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے فضل کیلئے مخصوص کر لیتی ہے۔

چودھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور جہان کے درمیان تمام راستے بند کر دیئے ہیں اور اس گھرانے کے علاوہ دیگر تمام دروازے بھی بند کر دیئے ہیں۔ اب ان کے طریقے اور دروازے کے علاوہ اور کسی راستے سے (معرفت نصیب نہیں ہو سکتی)

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول سے یہ بات کہہ دی ہے:

وَعِزَّتِی وَجَلالِی! لو اَتونی من کلِّ طریقٍ، اَو اسْتَفْتَحُوا مِنْ کُلِّ بَابٍ، لَمَا فتحتُ لَهُمْ حَتّٰی یَدْخُلُوا خَلْفَكَ

''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! یہ لوگ کسی بھی راستے سے اور کسی بھی دروازے سے (میری بارگاہ تک پہنچنا) چاہیں تو میں اسی وقت تک ان کیلئے (راستہ یا دروازہ) نہیں کھولوں گا جب تک وہ تمہارے پیچھے چل کر نہیں آتے۔

پندرہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کو علم کے اس مرتبے پر فائز کیا ہے جو دنیا میں اور کسی گھرانے کو نصیب نہیں ہوا۔لہٰذا ان کے مقابلے میں کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ، اس کے اسماء صفات، احکام وافعال، ثواب و اقاب، شریعت، اس کی رضا اور ناراضی، اس کے فرشتوں اور دیگر مخلوقات کے بارے میں زیادہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ پس اللہ کی ذات پاک ہے جس نے ان کے لئے اولین اور آخرین کے علوم جمع کر دیئے ہیں۔

سولہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور خاص انہیں اپنی توحید محبت اور قرب سے نوازا ہے اور یہ خصوصیت کسی اور گھرانے کو حاصل نہیں ہے۔

سترہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی اور مدد کی اور انہیں اپنے اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی عطا کی اور یہ تائید ان کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

اٹھارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے جس قدر شرک اور گمراہی کے آثار کو مٹایا ہے اور اپنے ناپسندیدہ آثار کو مٹایا ہے۔ اتنا کسی اور کے ذریعے نہیں مٹایا ہے۔

انیسویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کی محبت اور تعظیم وتکریم جس قدر لوگوں کے دل میں داخل کی ہے۔اتنی قبولیت کسی اور گھرانے کو نصیب نہیں ہوئی۔

بیسویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ان کے آثار کو دنیا کی بقاء اور حفاظت کا سبب بنایا ہے جب تک ان کے آثار باقی رہیں گے۔ دنیا باقی رہے گی اور جب ان کے آثار دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو یہیں سے دنیا کی خرابی کا آغاز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ وَالْھَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ (المائدہ:۹۷)

’’اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرمت والا گھر بنایا ہے اور لوگوں کے قیام کی جگہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینے، اور قلائد (قربانی کے جانور مقرر کئے ہیں)‘‘

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اگر سب لوگ حج کرنا بند کر دیں تو آسمان زمین پر گر جائے گا اور آپ فرماتے ہیں کہ اگر سب لوگ حج کرنا بند کر دیں تو ان کی طرف نظر رحمت نہیں کی جائے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس بات کی اطلاع دی ہے کہ آخری زمانے میں اللہ کے گھر کو زمین سے اٹھا لیا جائے گا۔ اور اس کے کلام صحیفوں اور لوگوں کے سینوں سے اٹھا لیا جائے گا۔ لہٰذا روئے زمین پر نہ تو بیت اللہ بچے گا جس کا حج کیا جا سکے گا اور نہ ہی قرآن بچے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔ یہیں سے قیامت قریب آ جائے گی۔

آج بھی لوگ نبی کے احکام اور اس کی شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ اپنے معاملات اور مختلف امور کی انجام دہی کیلئے بلاؤں اور باعث شرم باتوں کو ٹالنے کیلئے نبی کی تعلیمات پر ہی عمل کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس وقت ہلاکت اور رسوائی کا شکار ہوں گے اور اس وقت آزمائش اور شر میں گھر جائیں گے جب وہ معطل ہو جائے گا اور اس سے منہ پھیر لیا جائے گا اور اس کے علاوہ کسی اور کو حکم نہ لایا جائے اور کسی اور کو پکڑ لیا جائے گا۔

جو شخص اس بات پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کس طرح اپنے دشمنوں کو مسلط کرتا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہو جائے گا۔ اس کا سبب یہی ہے کہ لوگ اپنے نبی کے دین اس کی سنت اور شریعت کو معطل کر دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیتا ہے جو انہیں ہلاک کرتے ہیں اور ان سے انتقام لیتے ہیں یہاں تک کہ جس جگہ پر اللہ کے رسول کے آثار، آپ کی سنت اور شریعت جس قدر موجود ہوں گے اسی قدر وہ جگہ ہلاکت و بربادی سے محفوظ ہو گی۔

یہ تمام خصوصیت اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ خصوصیت، اللہ تعالیٰ کی اس رحمت و برکت کا نتیجہ ہیں جو اس نے اس خانوادے پر نازل کیں۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ پر، آپ کی آل پر اسی طرح برکت نازل کرے جیسے اس عظیم گھرانے پر نازل کی تھی۔ ان سب پر اللہ کا درود و سلام نازل ہو۔

اس گھرانے کے افراد کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا تمہارا اور آخرت کی

برکتیں ان کے ہاتھوں جتنی زیادہ ظاہر کی ہیں اتنی کسی اور گھرانے کے افراد کے ہاتھوں ظاہر نہیں کی تھیں۔

ان کی برکت اور خصوصیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو خصوصیت عطا کی ہیں وہ دوسرے کسی گھرانے کو نصیب نہیں ہوئی ہیں۔ اسی گھرانے کے ایک فرد کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا، ایک کو ذبیح بنایا، ایک کو شرف ہم کلامی عطا کیا۔ ایک کو انتہائی قرب عطا کیا ایک کو بے انتہا حسین وجمیل بنایا اور اسے لوگوں کے نزدیک معزز ترین فرد بنایا۔ ایک فرد کو ایسی بادشاہی عطا کی جو کسی اور کو عطا نہیں کی۔ ایک فرد کو بلند مقام عطا کیا۔ جب اللہ تعالیٰ اس گھرانے کا ذکر کرتا ہے تو یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اس گھرانے کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

اس گھرانے کی خصوصیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت اور بعثت کی وجہ سے اہل زمین سے عام عذاب اٹھالیا ہے۔ سابقہ انبیاء کی امتوں کے بارے میں سنت الٰہیہ یہ تھی کہ جب وہ لوگ اپنے نبی کو جھٹلاتے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب کے ذریعے ہلاکت کا شکار کر دیتا جوان سب کو اپنی لپیٹ مین لے لیتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت لوط کی قوم کو عذاب کا شکار کیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل اور قرآن نازل کیا تو اہل زمین سے عام عذاب کو اٹھالیا اور جھٹلانے والے مخالفین کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔ گویا اب ان لوگوں کو اللہ کی مدد انہی کے ذریعے حاصل ہوئی ہے۔ جس کے نتیجے میں ان کے سینوں کو شفا ملتی یہ لوگ مرتبہ وشہادت پر فائز ہوتے۔ ان کے دشمن ان کے ہاتھوں ہلاک ہوتے جس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی محبت حاصل ہوئی۔

اس عالی وقار گھرانے کے افراد اس بات کے حقدار ہیں کہ درود وسلام کے ذریعے، تعریف وتوصیف کے ذریعے ان کی عظمت کے گن گائے جائیں، دلوں میں ان کی محبت احترام اور تعظیم گھر کر جائے اور ان پر درود بھیجنے والے کو اس بات سے آگاہ ہو جانا چاہئے۔ کہ اگر ہر سانس کو ان پر درود بھیجنے کیلئے مخصوص کر دیا جائے تو بھی ان کا تھوڑا سا تھ بھی ادا نہیں ہو سکے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی جانب سے انہیں بہترین جزا عطا کرے اور انہیں میں ان کی عظمت، شرف اور بزرگی میں اضافہ کرنے اور ان پر ایسا درود نازل کرتا رہے جس میں کوئی انقطاع نہ ہو اور خوب سلام نازل کرے۔

## نویں فصل

# حمید و مجید کی تشریح

حمید، فعیل کے وزن پر حمد سے ماخوذ ہے جس کا معنی ''محمود'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بیشتر اسماء جو ''فعیل'' کے وزن پر ہیں وہ فاعل کے معنی میں ہیں جیسے سمیع، بصیر علیم، قدیر، علی حکیم۔ اسی طرح ''فعول'' کے وزن پر آنے والے اسماء بھی فاعل کے معنی میں ہیں جیسے غفور، شکور، صبور۔

الودود کے بارے میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ فاعل کے معنی میں ہے یعنی وہ ذات جو اپنے انبیاء، مرسلین، اولیاء اور مومن بندوں سے محبت کرتی ہے۔ دوسرا مفعول کے معنی میں یعنی وہ محبوب جو یہ استحقاق رکھتا ہے کہ صرف اسی سے محبت کی جائے اور وہ بندے کے نزدیک اس کی سماعت، بصارت، اس کی اپنی جان اور اس کی تمام محبوب چیزوں سے زیادہ محبوب ہو۔

حمید صرف محمود کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور محمود کی بہ نسبت یہ لفظ زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ جب ''فعیل'' پر آنے والے اسم کو مفعول معنی میں استعمال کیا جائے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ صفت اس ذات میں رچی بسی ہوئی ہے۔ جیسے آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص ظریف ہے، شریف ہے یا کریم ہے۔ عام طور پر یہ فعل سے بنتا ہے اور اس قدر ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ لازمی، ذات اور خصوصیات کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے کبر (وہ بوڑھا ہو گیا) صغرا (وہ چھوٹا ہو گیا) حسن (وہ خوب صورت ہے)، لطف (وہ مہربان ہے) وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ حبیب، محبوب سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حبیب اس ذات کو کہا جائے گا جس میں وہ خدمات اور افعال موجود ہوں جن کی دل سے محبت کی جاتی ہے پس وہ فی نفسہ

محبوب ہوگا۔ اگر چہ یہ فرض کرلیا جائے کہ کوئی بھی شخص اس سے محبت نہیں کرتا۔ اپنے شعور کی کمی کی وجہ سے یا کسی اور عارضے کی وجہ سے لیکن محبوب اس ذات کو کہتے ہیں جس سے محبّ، محبت کرتا ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا شخص اس سے محبت کرتا ہے اس لئے اسے محبوب کہا جاتا ہے۔ لیکن حبیب وہ شخص ہوتا ہے جس کی ذات اور صفات، محبت کے لائق ہوں خواہ کوئی اس سے محبت کرے یا نہ کرے۔ حمید اور محمود میں یہی فرق ہے۔

حمید وہ ذات ہوگی جس میں ایسی صفات موجود ہوں جو اس کے محمود ہونے کا تقاضا کریں اگر چہ کوئی اس کی حمد نہ بھی کرے تو بھی وہ فی نفسہ حمید ہوگا۔ لیکن محمود وہ ذات ہوگی کہ حمد کرنے والے جس کی حمد کریں۔ مجید اور ممجد، کبیر اور حکیم، عظیم اور معظم کے درمیان یہی فرق ہوگا۔

حمد اور مجد ایسی خوبیاں ہیں کہ تمام تر کمالات انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ حمد کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ محمود کی تعریف بھی کی جائے اور اس سے محبت بھی کی جائے۔ اگر آپ کسی سے محبت کریں لیکن اس کی تعریف نہ کریں تو آپ کو حامد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح اگر کسی وجہ سے اس کی تعریف کریں اور اس سے محبت نہ کرتے ہوں تو بھی آپ کو اس کا حامد قرار نہیں دیا جاسکتا تاوقتیکہ آپ اس کی تعریف کے ہمراہ اس سے محبت بھی کریں۔ یہ تعریف اور محبت چند اسباب کے تابع ہے۔ یعنی محمود میں کامل صفات موجود ہوں، اس کا رعب و دبدبہ ہو اور اس نے کسی دوسرے پر احسان کیا ہو تو محبت کے بنیادی اسباب یہی ہیں۔ یہ صفات جتنی زیادہ جامع اور کامل ہوں گی۔ محبت اتنی ہی زیادہ اور عظیم ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق طور پر کمال سے متصف ہے۔ اس میں کوئی نقص موجود نہیں ہے۔ تمام تر احسانات اسی کے ہیں۔ اسی لئے وہ ہر طرح کی حمد اور ہر اعتبار کی محبت کا استحقاق رکھتا ہے۔ وہ اس بات کا اہل ہے کہ اس کی ذات، صفات، افعال، اسماء، احسانات بلکہ اس سے صادر ہونے والی ہر شے سے محبت کی جائے۔

''مجد'' کا تعلق عظمت، وسعت اور جلال کے ساتھ ہے۔ حمد اکرام والی صفات پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام ہے۔ جب بندہ لا الہ اللہ واللہ اکبر کہتا ہے تو اس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ لا الہ الا اللہ، باری تعالیٰ کی الوہیت اور الوہیت میں اس کی یکتائی پر دلالت کرتا ہے اور اس کی الوہیت کو تسلیم کرنے کے نتیجے میں اس کی کامل محبت لازم آتی

ہے۔ پھر جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اس کی عظمت، بزرگی اور کبریائی لازم آتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقام پر ان موزوں اقسام کو جمع کر دیا ہے۔ جیسے:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود:۷۳)

''اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو بے شک وہ حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا (الاسراء: ۱۱۱)

''تم فرما دو! تمام تر تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور جس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کر سکتا ہے۔ تم اس کی کبریائی کا چرچا کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد اور تکبیر کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن:۷۸)

''جلال واکرام والے تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن:۲۷)

''جلال واکرام والے تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی۔''

''مسند'' اور ''صحیح ابی حاتم'' حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

اَلِظُّوا بِيَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

''یاذوالجلال والاکرام کا ورد کیا کرو۔''

یہ جلال اور اکرام، حمد اور مجد ہیں۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

فَاِنَّ رَبِّىْ غَنِىٌّ كَرِيْمٌ (النمل:۴۰)

''بے شک میرا پروردگار غنی اور کریم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا (النساء: ۱۴۹)

''بے شک اللہ معاف کرنے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

وَّاللّٰهُ قَدِيرٌ وَّاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (الممتحنة: ۷)

''اللہ قدیر ہے اور اللہ بخشش کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (البروج: ۱۴-۱۵)

''وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے اور بزرگ عرش کا مالک ہے۔''

قرآن میں اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

صحیح حدیث میں پریشانی کے وقت مانگی جانے والی دعا ان الفاظ میں منقول ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے جو عظمت کا مالک اور بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو عظیم عرش کا پرودگار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور زمین کا پروردگار ہے اور معزز عرش کا پروردگار ہے۔''[1]

یہ دونوں اسماء، یعنی حمید و مجید، درود شریف کے آخر میں منقول ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہیں۔

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ (هود: ۷۳)

''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت تم پر نازل ہو۔ بے شک وہ حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

---

[1] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل، ''الجامع الصحیح'' (6345) مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (2730) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''الجامع الصحیح'' (3435)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ نبی اکرم پر درود نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرے۔ آپ کی بزرگی میں اضافہ کرے۔ آپ کے ذکر کو بلند کرے۔ آپ کی محبت کو زیادہ کرے اور آپ کو مزید قرب عطا کرے۔ لہٰذا یہ درود، حمد اور مجد، دونوں پر مشتمل ہوگا۔ گویا درود شریف پڑھنے والا شخص اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ وہ نبی اکرم کی حمد اور مجد میں اضافہ کرے۔ کیونکہ آپ پر درود بھیجنا بھی ایک اعتبار سے حمد اور بزرگی کا ذکر کرنے کے مترادف ہے۔

درود شریف کی حقیقت یہی ہے اسی لئے درود شریف میں استعمال کرنے کیلئے ایسے دو اسماء کی ضرورت پیش آئی جو درود شریف سے مناسبت رکھتے ہوں اور دونوں اسماء حمید و مجید ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ دعا کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے اسم کا ذکر کیا جائے جو دعا سے مناسبت رکھتا ہو یا اس اسم کے ذریعے دعا کا آغاز کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پہلے بھی نقل کیا جا چکا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف: ۱۸۰)

"اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں ان کے ذریعے اسے پکارو۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی (جس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہے)

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (ص: ۳۵)

"اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کو نہ مل سکے۔ بے شک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔"

حضرت ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل نے یہ دعا کی تھی جسے قرآن نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرہ: ۱۲۸)

"اے میرے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمارے ذریعے ان میں اپنی فرمانبردار امت پیدا کر اور ہمیں (حج کے) مناسک سکھا۔ ہماری توبہ قبول کر

بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"
نبی اکرم ﷺ ایک نشست میں 100 مرتبہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ التَّوَّابُ الْغَفُوْر

"اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، میری توبہ قبول کر، بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔"[1]

ایک مرتبہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے دریافت کیا، اگر مجھے لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ تو آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ ! اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

"اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ پس تو مجھے معاف کردے۔"[2]

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ سے دریافت کیا کہ میں نماز میں آپ سے کیا دعا مانگوں تو آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا ، وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ ، وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

"اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی دوسرا، گناہ معاف نہیں کرسکتا پس تو اپنی جانب سے مجھے مغفرت عطا کردے اور مجھ پر رحم کر۔ بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"[3]

اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب "الروح والنفس" میں نقل کیا ہے۔

---

[1] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "السنن" (1516) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3434) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (3814) بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، الادب المفرد (618) نسائی، احمد بن شعیب، عمل الیوم واللیلہ (458) ابن سنی، عمل الیوم واللیلہ (370) ابن حبان (927)

[2] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3513) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (3850) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (171/6, 183, 208, 258) نسائی، عمل الیوم واللیلۃ (872، 873)

[3] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل "الجامع الصحیح" (834) مسلم بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح" (2705) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3531) نسائی، احمد بن شعیب "السنن" (53/3)

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہ کہیں گے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(المائدہ: ۱۱۸)

''(اے اللہ!) اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔''

وہ یہ نہیں کہیں گے کہ بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم نے کہا تھا۔

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ابراھیم: ۳۶)

''جو میری پیروی کرے گا وہ میرے حلقے میں شامل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

پس جب نبی اکرم ﷺ کے لئے یہ دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حمد اور مجد کے ہمراہ آپ پر درود نازل کرے تو اس دعا کو اللہ تعالیٰ کے دو اسماء حمید اور مجید پر ختم کیا جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کیلئے اسی حمد اور مجد کے حصول کی دعا کی جاتی ہے۔ جو آپ کو پہلے سے حاصل ہے اس لئے اس کا اختتام اس اطلاع کے ذریعے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں صفات سے بدرجہ اولیٰ متصف ہے۔ کیونکہ جب بندے کا کوئی بھی کمال نقص کو لازم نہیں آنے دے گا تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کر آپ کیلئے حمد اور مجد کا سوال کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں آپ کی تعریف لازم آتی ہے تو اب اس دعا کو اس ذات کی تعریف پر ختم کیا جا رہا ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کو حمد اور مجد کے ہمراہ معبوث کیا۔ لہٰذا یہ دعا ایک طرف نبی اکرم ﷺ کیلئے حمد اور مجد کے حصول کے سوال پر مشتمل ہوگی اور دوسری طرف اس بات کی اطلاع پر مشتمل ہوگی کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں۔

دسویں فصل

# مسنون دعاؤں واذکار کا قاعدہ

اس میں وہ الفاظ بھی شامل ہوں گے جو درود شریف کے بارے میں منقول ہیں۔
بعض متاخرین نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ دعا مانگنے والا یہ کہے کہ یہ مستحب ہے کہ وہ ان مختلف الفاظ کو اکٹھا کر دے۔ان کے نزدیک ایسا کرنا افضل ہے۔
لہٰذا دعا مانگنے والے کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا کے ان الفاظ میں دعا مانگنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا

''اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے۔''

جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے والے کو اس طرح درود شریف پڑھنا چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ ' وارحم مُحَمَّدًا وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ ' کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ '

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر اور ان کی ازواج پر اور ان کی ذریت پر بھی اور حضرت محمد، ان کی آل، ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر رحم کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر درود نازل کیا۔''

درود شریف کی رحمت اور برکت والے حصے میں بھی اسی طرح دعا مانگی جائے۔
استخارے کی دعا یہ مانگنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ ! ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیرٌ لی فی دینی ومعاشی وعاقبة

غور نہیں کیا؟ اس روایت میں سلام پھیرنے کا ذکر نہیں ہے حالانکہ وہ بھی فرض ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی فرضیت سے واقف تھے۔ لہٰذا اس کی فرضیت کا دوبارہ تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس کی تائید اس حدیث کے ذریعے ہوتی ہے جس کے مطابق نبی اکرم نے صدقہ کے بارے میں فرمایا۔

**انها تؤخذ من اغنيائهم ' فترد على فقرائهم**

''اسے اغنیاء سے وصول کر کے فقراء کو دیا جائے گا۔''[1]

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ فقراء کے ہمراہ مستحق قرار دیئے گئے ہیں انہیں بھی دیا جاسکتا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے اور ان کی آٹھ قسمیں ہیں۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق جلدی میں نماز ادا کرنے والے شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اسے صرف وہی امور بجالانے کا حکم دیا جنہیں اس نے ادا نہیں کیا تھا یا مکمل طور پر ادا نہیں کیا تھا۔

لیکن اس روایت میں تشہد یا سلام پھیرنے کا ذکر نہیں ہے۔[2] (کیونکہ وہ شخص ان کی فرضیت سے واقف تھا۔)

(نمازی کی جلد بازی سے متعلق اس روایت کے علاوہ دوسری حدیث ہے جو تشہد کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کے وجوب پر دلائل کرتی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد کی اسی طرح تعلیم دی تھی جیسے آپ انہیں قرآن کی سورت سکھاتے تھے اور انہیں بتایا تھا کہ یہ تشہد نماز میں پڑھنا ہے۔ اس طرح ایک اور دلیل (یعنی حدیث) کے ذریعے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سلام پھیرنے کے ذریعے نماز ختم ہوگی۔ اس کے علاوہ کس اور طریقے سے نہیں ہوگی۔ اسی طرح ایک اور حدیث کے ذریعے یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی پڑھا جائے گا۔

جس طرح یہ جائز ہے کہ حضرت ابن مسعود کی اس حدیث کے تحت تشہد کو فرض قرار دیا جائے اور جو شخص اس کی فرضیت کا مخالف ہو اور اس بات کا قائل ہو کہ جو شخص تشہد کی مقدار کے

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (7372) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (19)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (793) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (397)

مطابق بیٹھا رہے اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس کے تشہد نے کلمات نہ پڑھے ہوں، تو حضرت ابن مسعود کی حدیث کے ذریعے اس کی تردید کی جائے اور اسی حدیث کے ذریعے اس شخص کے قول کی بھی تردید کی جائے جو اس بات کا قائل ہو کہ نمازی جب دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اس کی نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ اور ان دونوں کی تردید میں یہ دلیل پیش کی جائے کہ اس روات کے مطابق حضرت ابن مسعود نے نماز کی تکمیل کو تشہد کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ (لہٰذا یہ دونوں آراء غلط ہیں)

اسی طرح یہ بھی درست ہوگا کہ جن احادیث کے ذریعے درود کا وجوب ثابت ہوتا ہے ان کے ذریعے درود شریف کا وجوب ثابت کیا جائے۔ اس صورت میں درود کے وجوب کی نفی کرنے والوں کے مقابلے میں ان احادیث کی وہی حیثیت ہوگی جو تشہد یا قعدہ کے وجوب کی نفی کرنے والوں کے مقابلے میں حضرت ابن مسعود سے منقول تشہد والی حدیث کو حاصل ہے۔

بلکہ درود شریف کے وجوب کے قائلین یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا استدلال تمہارے استدلال سے زیادہ مضبوط ہے کیونکہ ہم اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت، اور ہر زمانے میں امت کے عمل سے استدلال حاصل کرتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ استدلال تشہد کے وجوب سے متعلق استدلال سے زیادہ قوی نہ بھی ہو تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔ اور اگر اس بارے میں بعض فقہاء کی رائے حکم سے منتخب ہے تو اس کی مثال بالکل اسی طرح ہوگی جیسے تشہد کے وجوب کے بارے میں بعض فقہاء کی رائے آپ سے مختلف ہو۔ اب صرف دلائل کا جائزہ لیا جائے گا کہ کس کے کیا دلائل ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس اصل کے ذریعے ہمارے خلاف دلیل نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ نہ تو مرفوع ہے اور نہ ہی موقوف ہے اگر کوئی شخص اس کو بطور دلیل پیش کرتا ہے تو اس سے یہ سوال کیا جائے گا۔

"جب تم نے یہ پڑھ لیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگی۔"

اس جملے کا مطلب کیا ہے صرف تشہد پڑھ لینے سے نماز پوری ہو جاتی ہے یا تشہد کے ہمراہ دیگر واجبات کی ادائیگی بھی ضروری ہے؟ پہلا قول محال اور باطل ہے اور دوسرا حق ہے لیکن پھر بھی اس قول کے ذریعے کسی ایسی چیز کے وجوب کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ جس کے

وجوب کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کے ذریعے درود شریف کے وجوب کی نفی کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک نماز مکمل کرنے کے لئے سلام پھیرنا واجب ہے۔ اسی طرح تشہد میں بیٹھنا واجب ہے مگر اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی پر سجدہ سہو واجب ہو جائے تو اس کا تذکرہ بھی نہیں ہے حالانکہ ایسی صورت میں سجدہ سہو کیے بغیر نماز مکمل نہیں ہوگی۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تشہد پڑھنا فرض نہیں ہے بلکہ اگر نمازی تشہد کی مقدار کے برابر (خاموش) بیٹھا رہے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی جب کہ مذکورہ بالا حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ تشہد کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔

لہٰذا آپ کا یہ استدلال کہ حضرت ابن مسعود نے کیونکہ نماز کی تکمیل کو تشہد سے منسلک کیا ہے اس لئے تشہد کے بعد درود شریف کو واجب قرار دینا درست نہیں ہے۔ تو یہ بات خود آپ کے خلاف حجت ہوگی کیونکہ آپ کے نزدیک تشہد پڑھنا واجب ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود نے نماز کی تکمیل کو تشہد پڑھنے سے متعلق کیا ہے۔ جبکہ آپ کے فتویٰ کے مطابق فرض بھی نہیں ہے۔ اگرچہ اس طرح سے استدلال کرنا درست نہیں ہے مگر اس کے ذریعے آپ کے وجوب کے دلائل کے انکار سے معارضہ کیا جاسکتا ہے اور آپ کا درود شریف کے وجوب کی نفی کرنے کو بھی باطل قرار دیا جاسکتا ہے لہٰذا دونوں مفروضہ صورتوں میں آپ ہی کی رائے غلط ثابت ہوگی۔

اگر آپ یہ جواب دیں۔

"جب تم نے یہ پڑھ لیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔"

اس جملے سے ہماری مراد یہ ہے کہ تمہاری نماز مستحب طور پر مکمل ہوئی ہے۔ محض بیٹھنے سے واجب ادا ہو گیا تھا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاویل ان حضرات کے نظریے کے مطابق فاسد ہوگی جو درود شریف کے وجوب کی نفی کرتے ہیں اور وہ بھی اسے واجب قرار دیئے ہیں۔ اس لئے کہ جو حضرات اس کے وجوب کی نفی کرتے ہیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ درود شریف کے ذریعے بھی نماز کو مکمل کرنا مستحب ہے۔ یعنی نماز اس وقت تک مستحب طریقے سے مکمل نہیں ہوگی جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے۔ اور جو حضرات درود شریف کے وجوب کے قائل

ہیں ان کے نزدیک نماز واجب طریقے سے اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی۔ جب تک درود شریف نہ پڑھ لیا جائے۔ بہرحال دونوں مفروضہ صورتوں میں آپ حضرات اس حدیث کے ذریعے استدلال نہیں کرسکتے۔

یہ کہنا کہ امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق۔

''جب نمازی سجدے سے سر اٹھالے گا تو اس کی نماز مکمل ہوجائے گی۔''[1]

اس کے بھی کئی جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث معلول ہے اور اس کی علتیں درج ذیل ہیں۔

پہلی علت یہ ہے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں اس کی سند قوی نہیں ہے بلکہ مضطرب ہے۔

دوسری علت یہ ہے کہ یہ روایت عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی سے منقول ہے جسے بہت سے ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تیسری علت یہ ہے کہ اس روایت کو بقر بن سوادہ نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے حالانکہ ان کی ملاقات حضرت عبداللہ بن عمرو سے نہیں ہوئی۔ گویا یہ روایت منقطع ہے۔

چوتھی علت یہ ہے کہ اس کی سند میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ امام ترمذی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں علت یہ ہے کہ اس کے متن میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

''جب نمازی سجدے سے سر اٹھائے تو اس کی نماز مکمل ہوجائے گی۔''

یہ امام ابوداؤد کی روایت کے الفاظ بھی ہیں۔

امام ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

''جب نمازی آخری قعدہ میں بیٹھا ہو اور سلام پھیرنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز جائز ہوگی۔''

یہ الفاظ امام طحاوی کے نقل کردہ الفاظ سے مختلف ہیں جو یہ ہیں۔[2]

---

[1] ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (617) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (408)

[2] طحاوی شرح معانی الآثار (1638)

"جب امام نماز مکمل کر کے قعدہ اخیرہ میں بیٹھ جائے اور پھر سلام پھیرنے سے پہلے امام یا مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس روایت کا مضمون سابقہ روایت سے مختلف ہے۔

طحاوی کہتے ہیں یہی روایت دوسرے الفاظ میں یوں منقول ہے۔

"جب نمازی، نماز کے آخری (سجدے سے) سر اٹھائے اور تشہد پورا پڑھ لے اور پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔"

ان تمام روایات کا مدار افریقی پر ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ان کے حافظے کی خرابی کا نتیجہ ہوں۔

حضرت علی کا جو یہ قول پیش کیا گیا تھا۔

"جب نمازی تشہد کی مقدار کے برابر بیٹھا رہے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔"

اس کا جواب یہ ہے علی بن سعید بیان کرتے ہیں۔ میں نے امام احمد بن حنبل سے اس شخص کا حکم دریافت کیا جو تشہد کے کلمات نہیں پڑھتا۔ تو انہوں نے جواب دیا وہ اپنی نماز دہرائے گا۔ میں نے کہا حضرت علی سے یہ بات منقول ہے کہ جو شخص تشہد کی مقدار کے برابر بیٹھا رہے اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا یہ روایت درست نہیں ہے۔ بلکہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول روایات کے برعکس احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا جو بیان نقل کیا گیا ہے کہ نمازی کو اختیار ہے اور اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں درود شریف کے وجوب کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ مگر ان روایات کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا جن سے وجوب ثابت ہوتا ہے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید کے حوالے سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جو بظاہر درود شریف کے عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فضالہ کی حدیث اس مسئلے میں ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ نبی اکرم نے انہیں تشہد میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا اور آپ کے حکم کے ذریعے وجوب ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی نظیر آپ کا تشہد کا حکم دینا ہے لہٰذا جب آپ کا حکم دونوں چیزوں میں شامل ہے تو دونوں کے حکم کے درمیان فرق کرنا غلط ہوگا۔

اگر آپ یہ کہیں کہ ہمارے نزدیک تشہد بھی واجب نہیں ہے۔تو ہم یہ جواب دیں گے کہ یہ حدیث (درود اور تشہد) دونوں مسئلوں میں آپ کے خلاف ہماری حجت ہے اور دلیل کی پیروی کرنا واجب ہے۔

یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس نمازی کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ اگر درود شریف فرض ہوتا تو آپ نماز کے اعادہ کا حکم دیتے۔جیسا کہ آپ نے جلد بازی میں نماز پڑھنے والے کو اعدے کا حکم دیا تھا۔

اس کے بھی کئی جواب ہو سکتے ہیں۔

ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ شخص درود شریف کے وجوب سے ناواقف ہو اور اس نے یہ سوچ کر درود نہ پڑھا ہو کہ یہ کون سا واجب ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے اسے اعادہ کا حکم نہیں دیا مگر آئندہ پڑھنے کی تاکید کر دی اور آئندہ پڑھنے کی تاکید کرنا اس کے وجوب کی دلیل ہے۔جبکہ نماز کے اعادہ کا حکم نہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے وجوب سے اس کی بدعلمی کے باعث آپ نے اسے مغرور قرار دیا۔یہ باطل اسی طرح ہے جیسے نبی اکرم ﷺ نے جلد بازی میں نماز پڑھنے والے شخص کو سابقہ نمازیں دہرانے کا حکم نہیں دیا اور یہ بتا دیا کہ اس نے دیگر نمازوں میں کوئی اچھا عمل نہیں کیا۔ یوں آپ نے اس کی لاعلمی کے باعث اسے مغرور سمجھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے نبی اکرم ﷺ نے اس نماز کو دہرانے کا حکم کیوں دیا اور اس نماز کے معاملے میں اس کی لاعلمی کے باعث اسے مغرور کیوں نہیں سمجھا؟

تو ہم یہ جواب دیں گے کہ اس نماز کا وقت بھی باقی تھا، لہٰذا اب وہ نماز کے فرائض سے واقف ہو چکا تھا۔لہٰذا اس کے لئے واجب تھا کہ وہ ان کی پاسداری کرے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو نماز کے اعادہ کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح درود شریف ترک کرنے والے کو اسی نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔

ہم اس کا یہ جواب دیں گے نبی اکرم ﷺ کا اسے درود پڑھنے کا حکم دینا واضح طور پر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس بات کا امکان موجود ہے کہ جب اس شخص نے آپ کا یہ حکم سنا تو نبی اکرم ﷺ کے اعادہ کا حکم دینے سے پہلے ہی وہ خود دوبارہ نماز پڑھنے چلا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نوافل ادا ادا کر رہا ہو جن کا اعادہ واجب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور احتمال

بھی ہوسکتا ہے لیکن آپ کے حکم کے ظاہری معنوں کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ ایک ممکن دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جبکہ نمازی کی کیفیت میں کئی احتمالات یا امکانات پائے جا سکتے ہیں۔

لہٰذا حضرت فضالہ کی یہ حدیث دونوں معنی پر برابر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا اس میں آپ کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ مگر اس میں ہمارے مؤقف کی تائید پر توجیہی دلالت موجود ہے جیسا کہ ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ مگر آپ کے مؤقف کی تائید میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے دونوں مفروضہ صورتوں میں آپ اسے بطور دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

یہ کہنا کہ نماز میں غلطی کرنے والے شخص کو نبی اکرم ﷺ نے درود شریف کی تعلیم نہیں دی اگر یہ فرض ہوتا تو آپ اسے اس کی بھی تعلیم دیتے۔

اس کے بھی کئی جواب دیئے جا سکتے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں مواخرین نماز کے کسی بھی واجب کے، اس حدیث کے ذریعے نفی کر سکتے ہیں اور اسے ان تمام امور تک پھیلا سکتے ہیں جس کے وجوب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

لہٰذا جو شخص سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے بطور دلیل پیش کر سکتا ہے۔

جو تشہد کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے پیش کر سکتا ہے۔

جو سلام پھیرنے کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے پیش کر سکتا ہے۔

جو درود شریف پڑھنے کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے پیش کر سکتا ہے۔

جو رکوع اور سجود کی تسبیحات یا ان میں اعتدال کی نفی کرنا چاہے وہ اسے پیش کر سکتا ہے۔

جو ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت کہی جانے والی تکبیروں کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے بطور ثبوت پیش کر سکتا ہے۔

اس لئے یہ خوامخواہ کی حیثیت اختیار کر جائے گی۔ وگرنہ تحقیقی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو اس روایت کے ذریعے ان میں سے کسی ایک چیز کے وجوب کی بھی نفی نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ اس کا زیادہ سے زیادہ مفہوم یہ ہوگا کہ اس حدیث میں کسی چیز کے وجوب یا کسی چیز کے وجوب کی نفی کے بارے میں کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ اس لئے دیگر احادیث کے ذریعے ثابت ہونے

والی کسی حدیث کواس کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے ایک چیز کا حکم دیا اور دوسری کا حکم دینے کی بجائے خاموش رہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دوسری چیز واجب نہیں ہے۔ اگر چہ اسے بیان کرنے کی ضرورت کے وقت کسی ضروری چیز کو بیان نہ کرنا بالا تفاق درست نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل غلط ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ تشہد، جلوس، سلام، نیت، سورۃ فاتحہ پڑھنا اور ہر وہ چیز جس کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے۔ وہ سب واجب نہیں ہیں۔ مزید برآں یہ کہ قبلے کی طرف رخ کرنا بھی واجب نہیں ہے۔ اسی طرح وقت پر نماز پڑھنا بھی واجب نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں چیزوں کا حکم نہیں دیا۔ لیکن کوئی بھی شخص یہ بات نہیں کہے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے صرف ان امور کی تعلیم دی جس میں اس نے غلطی کی تھی جبکہ نماز کے وقت یا قبلے کی طرف رخ کرنے میں اس نے کوئی غلطی نہیں کی تھی؟

تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ پھر اس کے جواب میں آپ اسی پر قناعت کریں ان تمام مسئلوں میں جس کے وجوب کی آپ نے اس حدیث کی روشنی میں نفی کی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے نبی اکرم ﷺ نماز کے اجزاء سے متعلق جس امور کا حکم دیں وہ وجوب کے واضح دلیل ہیں اور آپ نے جن باتوں کا حکم نہیں دیا اس میں کئی اختلاف پائے جا سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ اس کی غلطی کا تعلق ان امور کے ساتھ نہیں تھا۔

دوسرا یہ کہ وہ حکم اس کے بعد واجب ہوا ہو۔

تیسرا یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے اہم اور بنیادی ارکان سکھا دے اور بقیہ اراکین کے بارے میں سوچا کہ وہ خود نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر انہیں سیکھ لے گا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی سکھا دے گا۔

کیونکہ عام طور پر نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہی یہ تاکید کیا کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کو کچھ سکھا دے لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے یہ تمام معمول کی بات تھی کہ وہ کسی ناواقف کو کچھ سکھا دیں یا کسی گمراہ کی راہنمائی کریں۔ گویا اس میں کیا برائی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی کو بعض مسائل کی تعلیم دے دیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس شخص کو بقیہ مسائل کی

تعلیم دیں۔ لہٰذا جب یہ احتمال موجود ہوگا تو اس مشتبہ روایت کو ان دلائل کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا جو نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں یا دیگر احادیث پر دلالت کرتی ہیں چہ جائیکہ اس روایت کو ان دلائل پر مقدم کیا جائے کیونکہ یہ ایک طے شدہ اصول ہے کہ کسی بھی صریح اور محکم حکم کو مشتبہ اور مجمل حکم پر مقدم کیا جائے گا۔

یہ کہنا کہ فرائض ایسی صحیح دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جس کے مقابلے میں اس کے پائے کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ یا پھر اجماع سے ثابت ہوتے ہیں۔

ہم یہ جواب دیں گے کہ اب آپ ہمارے وجوب کے دلائل ملاحظہ کریں۔

پہلی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ٥ (الاحزاب: ۵۶)

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔"

اس میں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا مطلق حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے تا وقتیکہ کوئی ایسی دلیل سامنے نہ آ جائے جس سے عدم وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی درود کو پڑھنے کا طریقہ دریافت کیا تھا۔ جس کے جواب میں آپ نے انہیں درود ابراہیمی کی تعلیم دی اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس درود کی تعلیم دی تھی۔ اس سے مراد وہ سلام ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا درود اور سلام دونوں کے حکم، تعلیم اور محل کا تعلق ایک ہی چیز کے ساتھ ہے۔

اس کی مزید وضاحت اس بات سے ہوتی ہے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے انہیں تشہد پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں سلام بھی شامل تھا۔ پھر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درود پڑھنے کا طریقہ دریافت کیا تو آپ نے انہیں درود پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ پھر آپ نے اس درود کو اس سلام کے مشابہ قرار دیا جسے صحابہ رضی اللہ عنہم پہلے سیکھ چکے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث میں جس درود اور سلام کا ذکر ہے اس سے مراد نماز والا درود وسلام ہے۔

اس کی مزید وضاحت یوں کی جائے گی کہ اگر اس درود وسلام سے مراد نماز کے بجائے نماز والا درود وسلام ہے تو پھر ہر صحابی کیلئے یہ لازم ہونا چاہئے تھا کہ وہ جب بھی نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے تو ہمیشہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہے۔ مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ صحابہ کرام عام سلام میں مخصوص الفاظ کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والا کوئی شخص السلام علیکم کہتا تھا کوئی السلام علی رسول اللہ کہتا تھا، کوئی السلام علیک یا رسول اللہ کہتا تھا اور اسی طرح کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے۔ ابتدائے اسلام ہی سے اس طرح سلام کرنے کا رواج تھا۔ جس سلام کا طریقہ انہوں نے سیکھا تھا اس کا تعلق نماز کے ساتھ ہے۔ ہ

اس کی مزید وضاحت ابن اسحاق کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

کَیفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا فِیْ صَلَاتِنَا

''نماز کے دوران ہم آپ کی خدمت میں درود کس طرح بھیجیں؟''[1]

ان الفاظ کو محدثین کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے جس میں ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور بیہقی شامل ہیں۔ ان روایات کی سند میں موجود علت اور اس کا جواب کتاب کے آغاز میں بیان کیا جا چکا ہے۔

جب یہ طے ہو گیا کہ جس درود کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا اس سے مراد وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے کہ اس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن میں جس درود کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد یہی درود ہے۔ اور یوں اس کا وجوب بھی ثابت ہو جائے گا۔ اگر اس میں نبی اکرم ﷺ کے حکم کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو دلیل پختہ ہو جائے گی۔ شاید اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل نے کہا:

''پہلے میں اس بارے میں ہیبت کا شکار تھا مگر پھر میرے سامنے یہ واضح ہو گیا کہ یہ واجب ہے۔''

یہ حکایت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

اس استدلال پر کچھ اشکالات واجب ہوتے ہیں۔

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (405) احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (274/5) ابو داؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (980) ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2220) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (1284)

پہلا اشکال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ سلام کا طریقہ تم سیکھ چکے ہو۔ اس میں احتمال پائے جاتے ہیں۔

ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سلام ہوگا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سلام ہو جس کے ذریعے نماز ختم ہوتی ہے۔ یہ بات ابن عبدالبر نے بیان کی ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ آپ کی تمام تر گفتگو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب درود کا تعلق سلام کے ساتھ ہے اور سلام تشہد میں واجب ہے تو اسی طرح درود بھی واجب ہونا چاہئے۔ یہ دلیل کمزور ہے۔

تیسرا اشکال یہ ہے کہ درود کی طرح ہم سلام کے وجوب کے بھی قائل نہیں ہیں۔ یہ صرف آپ کا استدلال ہے وہ بھی اس وقت درست تسلیم کیا جائے گا۔ جب سلام کا وجوب ثابت ہو جائے گا۔

ان اشکالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

پہلا اشکال انتہائی فاسد ہے کیونکہ حدیث میں یہ بات موجود ہے جو اسی کو باطل کرتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کہا تھا۔

''یارسول اللہ! اس سلام کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟''

امام بخاری کی ہدایت کے الفظ وہ ہیں جو حضرت ابوسعید کے حوالے سے منقول ہے۔

ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے درود وسلام دونوں کا طریقہ دریافت کیا تھا۔ جس کا تذکرہ آیت کریمہ میں موجود ہے۔ انہوں نے نماز میں سلام کی کیفیت کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔

دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ شاہد آپ ہمارا مؤقف نہیں سمجھ سکے چونکہ ہم دلالت اکثرانی کے ذریعے دلیل پیش نہیں کرر ہے بلکہ ہم قرآن کے حکم سے استدلال کرر ہے ہیں اور ہم نے صرف یہ بات واضح کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے جس درود کے بارے میں سوال کیا تھا اس کا تعلق نماز کے ساتھ تھا۔

تیسرا اشکال انتہائی فاسد ہے کیونکہ کتاب سے ثابت ہونے والے دلائل پر کسی کی ذاتی اختلافی رائے کی وجہ سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ کسی ایسے مسئلے میں آپ کے اختلاف رائے

کی کیا حیثیت ہوگی جس میں آپ کے مقابل کے پاس شرعی دلیل موجود ہو ایسی صحیح دلیل جس کے مقابل کوئی دلیل موجود نہ ہو اسے کسی دوسرے مسئلے کے ذریعے باطل قرار دینا درست ہے؟ کیا یہ اہل علم کے طریقہ کار کے برعکس نہیں ہے۔

کیونکہ شرعی دلائل اختلافی اقوال کو باطل قرار دیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ مجتہدین کے اقوال کو ان شرعی دلائل کے مقابلے میں پیش کیا جائے اور وہ اقوال ان دلائل سے ثابت ہونے والے مسائل کو غلط ثابت کر دیں اور ان اقوال کو ان دلائل پر ترجیح دی جائے۔

پھر یہ حدیث ان دونوں مسئلوں میں آپ کے خلاف حجت ہے۔ کیونکہ یہ درود وسلام کے وجوب کے اثبات کیلئے یہ حدیث دلیل ہے لہٰذا اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ تشہد میں اسے پڑھا کرتے تھے اور آپ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم آپ کی طرح نماز ادا کریں لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں جو عمل کیا ہے ہمارے لئے ویسا کرنا واجب ہے۔ یہ کہ کسی دلیل کے ذریعے یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔

یہاں دو مقدمے ہیں۔

پہلا مقدمہ یہ ہے جسے امام شافعی نے سند کے ہمراہ حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے۔ نبی اکرم نماز میں یہ درود پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ

اس روایت کی سند میں اگرچہ ابراہیم بن ابو یحییٰ ہیں مگر ایک جماعت نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے جس میں امام شافعی، ابن اصفہانی، ابن عدی، ابن عقدہ شامل ہیں۔ جبکہ دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسرا مقدمہ وہ روایت ہے جسے امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت مالک بن جریر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اَتینا النبی ﷺ ونحن شببة متقاربون، فاقمنا عنده عشرین لیلة، فظن انا اشتقنا الی اھلنا، وسألنا عمن ترکنا فی اھلنا؟ فاخبرناه،

وكان رفيقاً رحيماً فقال: "ارجعوا الى اهليكم فعلموهم ومروهم، وصلوا كما رأيتيموني اصلي، واذا حضرتِ الصلاة فليؤذن لكم احدكم، وليؤمكم اكبركم

"ہم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ہم نوجوان تھے۔ ہم عمر تھے۔ ہم آپ کے ہاں بیس دن رہے۔ تو آپ نے یہ محسوس کیا کہ اب ہم گھر جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے ہم سے یہ بھی دریافت کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہیں۔ تو ہم نے آپ کو بتایا آپ بہت نرم مزاج اور رحمدل تھے۔ آپ نے فرمایا: اپنے گھر واپس جاؤ اور انہیں تعلیم دو اور انہیں بتاؤ اور اسی طرح نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب نماز کا وقت ہو تو تم میں سے کوئی ایک شخص اذان دے اور تمہارا سب سے زیادہ سن رسیدہ شخص نماز پڑھائے۔[1]

اس استدلال پر کچھ اشکالات اور اعتراضات وارد ہوئے ہیں جو کسی اور مقام پر نقل کئے جائیں گے۔

تیسری دلیل حضرت فضالہ بن عبید کے حوالے سے منقول حدیث ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے انہیں یا کسی اور شخص کو یہ حکم دیا۔

اذا صلّٰی احدکم فلیبدأ بتحمیدِ الله، والثناء علیه، وَالصَّلاة ثم لیصلِّ علي النبی ﷺ، ثم لیدعُ بما شآءَ

"جب کوئی شخص نماز پڑھنے لگے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے۔ نبی اکرم پر درود بھیجے پھر اپنی خواہش کے مطابق دعا کرے۔"

یہ روایت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔ امام احمد اور اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے ابن خزیمہ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس استدلال پر بھی چند اعتراضات کئے گئے ہیں۔

پہلا یہ کہ نبی اکرم نے اس نمازی کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

دوسرا یہ کہ اس دعا کا تعلق نماز کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ یہ نماز ختم ہونے کے بعد مانگی گئی

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل "الجامع الصحیح" (628) مسلم بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح" (674)

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام ترمذی نے اپنی ''جامع'' میں نقل کیا ہے۔

**بینا رسولُ اللہ ﷺ قاعدٌ ' اذ دخل رجلٌ فصلّٰی ' فقال: اَللّٰھُمَّ اغفرلی وارحمنی ' فقال رسولُ اللہ ﷺ : ''عجلت ایھا المصلی ' اذا صلیت ' فقعدت ' فاحمدِ اللہ بما ھو اھلہ ' وصل علیّ ' ثم ادعہٗ**

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اس نے نماز ادا کی اور یہ دعا مانگی۔اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے نمازی! تو نے جلد بازی کا مظاہر کیا ہے۔ جب تم نماز پڑھ لو تو بیٹھے رہو اور اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی تعریف بیان کرو اور مجھ پر درود بھیجو پھر دعا مانگو۔''

اس کے کئی جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے ایک راوی رشدین کو حافظ ابوزرعہ اور دیگر حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اگر اس بارے میں صرف یہی روایت منقول ہوگی تو بھی اسے بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا تھا جبکہ یہاں اس کے مقابلے میں چند راویوں سے منقول روایات موجود ہیں۔ کیونکہ اس حدیث کی ہر روایت میں یہی الفاظ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو سنا جو اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رشدین نے اپنی حدیث مین کہیں بھی یہ بات بیان نہیں کی کہ اس شخص نے نماز مکمل ہو جانے کے بعد یہ دعا مانگی تھی اور نہ ہی روایت کے الفاظ اس معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ اس نے نماز پڑھی اور یہ دعا کی اے اللہ! مجھے بخش دے۔ یہ الفاظ اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ اس نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا مانگی تھی۔ بلکہ نفس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا نماز میں مانگی گئی۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا جب کوئی شخص نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد سے آغاز کرے۔ اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مراد نماز سے فراغت کے بعد نہیں بلکہ نماز کے دوران ہی پر عمل کرنا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جبکہ نبی اکرم ﷺ سے منقول دعائیں عام طور پر نماز کے بارے میں منقول ہیں نہ کہ نماز کے بعد جب کہ حضرت ابوہریرہ، حضرت علی، حضرت ابوموسیٰ، حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حزیفہ، حضرت عمار اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں احادیث منقول ہیں۔ کسی ایک صحابی سے بھی کوئی ایک ایسی صحیح روایت منقول نہیں ہے جس میں نماز کے بعد دعا کا ذکر ہو۔ جب حضرت ابو بکر صدیق نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں دعا مانگنے کا طریقہ دریافت کیا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا مانگنا اور نہ ہی مذکورہ بالا نمازی سے یہ کہا تھا کہ سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا مانگنا۔ بطورِ خاص اس صورت میں جبکہ نمازی نماز کے دوران اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مناجات کر رہا ہوتا ہے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے لہٰذا اس مناجات سے فارغ ہونے اور نماز ختم کرنے کے بعد دعا مانگنے کے مقابلے میں یہ زیادہ مناسب ہے۔ کہ وہ نماز کی حالت میں اپنے پروردگار سے دعا کرے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد بیان کرو اس کا تعلق قعدہ اخیرہ میں تشہد کے الفاظ کے ساتھ ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو بیٹھ جاؤ یعنی تشہد میں بیٹھ جاؤ اور پھر آپ نے اسے اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد اس شخص کو درود بھیجنے اور دعا مانگنے کا جو حکم دیا ہے وہ معین نہیں ہے۔ پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس کا تعلق تشہد کے بعد سے ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں صرف ایک رکن ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی جا سکتی ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جا سکتا ہے پھر دعا مانگی جا سکتی ہے اور وہ رکن آخری تشہد ہے۔ کیونکہ بالاتفاق قیام، رکوع یا سجدہ کی حالت میں یہ تینوں عمل نہیں کئے جا سکتے۔ پتہ چل گیا کہ اس سے مراد قعدہ اخیرہ میں بیٹھنا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو درود شریف کے بعد دعا مانگنے کا حکم دیا اور دعا مانگنا واجب نہیں ہے لہٰذا درود شریف کا بھی یہی حکم ہوگا۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ بات ناممکن نہیں ہے کہ آپ ایک ساتھ دو چیزوں کا حکم دیں اور ان میں سے ایک چیز واجب نہ ہو اور یہ بات دلیل سے ثابت ہو جائے مگر دوسری اپنی اصل کے اعتبار سے وجوب کے حکم میں برقرار رہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں جس حمد وثناء کا ذکر ہے دعا سے پہلے اسے پڑھنا واجب ہے کیونکہ اس سے مراد تشہد کے کلمات ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کی اطلاع دی ہے کہ یہ ان پر فرض ہے۔ لہٰذا اس کے ہمراہ دعا کا ذکر کرنے کیلئے ثابت نہیں ہوگا کہ تشہد کا وجوب ساقط ہو گیا ہے۔ لہٰذا درود شریف کا بھی یہی حکم ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ دعا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ بعض دعائیں واجب ہیں جس میں توبہ، گناہوں سے بخشش، ہدایت کا حصول، معافی کا حصول وغیرہ کی دعائیں شامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

من لم یسالِ اللہ یغضب علیہ

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔''[1]

کیونکہ غضب صرف اسی وقت ہوتا ہے جب کسی واجب کو ترک کیا جائے یا کسی حرام کام کا ارتکاب کیا جائے۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اگر نماز میں درود شریف پڑھنا فرض ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اس کے ذکر میں تاخیر نہیں کرتے۔ بلکہ جب آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے نماز میں اسے نہیں پڑھا تو آپ نے اس وقت اسے ٹوکا۔ وگرنہ دوسری صورت میں اس سے پہلے دوسری روایات کے ذریعے اس کا وجوب ثابت ہو جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے ہم یہ کب کہہ رہے ہیں کہ درود شریف پڑھنا امت پر اسی حدیث کے ذریعے واجب ہوا ہے۔ بلکہ اس نمازی نے تو درود شریف نہیں پڑھا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت کے مطابق اسے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے ایک شخص نے نماز میں (جلد بازی کرتے ہوئے) صحیح طریقے سے نماز ادا نہیں کی۔ کیونکہ رکوع وسجود کی اطمینان سے ادائیگی کا وجوب، امت کیلئے۔ اسی روایت سے ثابت نہیں ہوا۔ ایسا نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس دیہاتی کے واقعے تک اس

---

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3373) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (3827) بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الادب المفرد (658) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (442/2) حاکم' ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (491/1)

حکم کو بیان نہیں کیا۔ آپ نے اس دیہاتی کو اس طریقے کے مطابق نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا جو اس سے پہلے امت کیلئے شروع ہو چکا ہے۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ امام ترمذی اور ابوداؤد، جنہوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔ یعنی حضرت فضالہ والی روایت اس میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسی شخص سے ''یا'' کسی اور سے فرمایا۔

اگر ایسا کرنا پھر مکلف شخص کیلئے واجب ہوتا تو روایت میں یہ الفاظ ہوتے کہ اس شخص یا کسی اور شخص سے فرمایا۔

یہ اعتراض کئی اعتبار سے فاسد ہے۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ ''صحیح'' روایات ہیں جنہیں ابن خزیمہ اور ابن حبان نے نقل کیا ہے ان میں ''یا'' کی بجائے ''اور'' کے الفاظ ہیں۔ امام احمد، دار قطنی، بیہقی اور دیگر محدثین نے اس طرح روایت کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ''او (یا)'' تخییر کی بجائے تقسیم کیلئے ہے اور عبادت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو نمازی بھی نماز پڑھے اور یہ پڑھنا چاہئے خواہ وہ یہی شخص ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور شخص ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا اَوْ كَفُوْرًا (الدھر: ۲۴)

''ان میں سے کسی گناہگار یا ناشکرے کا کہنا نہ مانیں۔''

اس سے مراد تخییر نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ان دونوں میں سے جو بھی ہو، خواہ وہ ہو یا یہ ہو، ان کی بات نہ مانیں۔

تیسرا جواب یہ ہے حکم کے عموم کے بارے میں حدیث کے الفاظ صریح ہیں۔

''جو شخص بھی نماز پڑھنے لگے وہ پہلے حمد پڑھے۔''

چوتھا جواب ہے کہ نسائی اور ابن خزیمہ کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہلے ہی اس کی تعلیم دے چکے تھے۔ (پھر یہ روایت ہے) یہ عام ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ تین احادیث ہیں۔ جن میں سے کوئی ایک انفرادی طور پر حجت بن سکتی مگر جب انہیں اکٹھا کیا جائے۔ تو یہ ایک دوسرے کو تقویت دے سکتی ہیں۔

پہلی حدیث وہ ہے جسے دار قطنی نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت بریدہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

**یا بریدة! اذا جلست فی صلاتك فلا تترکن التشهد ' وَالصَّلاة علی ' فانها زکاة الصلاة' وسلم علی جمیع انبیاء الله ورسله' وسلم علی عبادِ الله الصالحین**

''اے بریدہ! جب تم نماز میں (قعدہ اخیر میں) بیٹھ جاؤ تو تشہد پڑھنا اور درود پڑھنا ہرگز ترک نہیں کرنا۔ کیونکہ یہ نماز کی زکوۃ ہے اور تمام انبیاء و مرسلین پر سلام پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام بھیجنا۔''[1]

دوسری روایت کو بھی دار قطنی نے اپنی سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

**لا یقبل اللهُ صلاة الا بطهور وبالصلاة علی**

''اللہ تعالیٰ وضو اور درود کے بغیر پڑھی جانیوالی نماز کو قبول نہیں کرتا۔''[2]

پہلی روایت عمرو بن شمر کے حوالے سے جابرؓ سے منقول ہے۔ ان دونوں کی روایات کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا تاہم جابر، عمرو سے بہتر ہے۔

تیسری روایت بھی دار قطنی نے، اپنی سند کے ہمراہ، حضرات سہیل بن سعد کے حوالے سے نقل کی ہے۔ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے۔

**لا صلاة لمن لم یصل علی نبیه ﷺ**

''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو (نماز میں) نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھے۔''[3]

اس روایت کو طبرانی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ اس کے ایک راوی عبدالمہیمن مستند نہیں ہیں۔ البتہ ان کے بھائی ''ابی'' ثقہ ہیں۔ جن سے امام بخاری نے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ حدیث عبدالمہیمن کی روایت کے طور پر مشہور ہے۔ طبرانی نے اسے دو سندوں کے

---

[1] دار قطنی' ابوالحسن علی بن عمر ''السنن'' (355/1)

[2] دار قطنی' ابوالحسن علی بن عمر ''السنن'' (355/1)

[3] بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (379/2) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (269/1) دار قطنی' ابوالحسن علی بن عمر ''السنن'' (355/1)

ہمراہ نقل کیا ہے مگر دونوں مستند نہیں ہیں۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ نماز میں درود شریف پڑھنے کا وجوب حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کا بھی قول منقول نہیں ہے۔ کہ یہ واجب نہیں ہے۔ اور اصول یہ ہے کہ قول صحابی کے مدمقابل جب کوئی دلیل شرعی موجود نہ ہو تو وہ قول حجت ہوتا ہے۔ اہل مدینہ اور اہل عراق بطور خاص اس اصول کے قائل ہیں۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا یہ معمول ہے۔ اگر درود شریف پڑھنا واجب نہ ہوتا تو تمام .......... میں لینے والی امت اس کی پابندی نہ کرتی۔

مقاتل بن حیان "اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ" کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔

"انت صلٰوۃ سے مراد نماز کو اس کے مخصوص اوقات میں باقاعدگی سے ادا کرنا ہے۔ قیام، رکوع، سجود، تشہد اور آخری تشہد میں درود شریف کے ہمراہ ادا کرنا ہے۔"

امام احمد فرقاتے ہیں۔ لوگ علم تفسیر میں مقاتل کے عیال (محتاج) ہیں۔

یہ حضرات کہتے ہیں۔ اقامت نماز کا حکم دیا گیا ہے (اور مقاتل کی تفسیر کے مطابق) درود شریف اس میں شامل ہے لہٰذا یہ بھی واجب ہوگا۔

اس مؤقف کے قائلین نے اور بھی قیاسی دلائل بیان کیے ہیں جنہیں یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ حضرات کہتے ہیں ہم اپنے مخالفین سے یہ پوچھنا چاہیں گے۔ آپ نے خود بہت سے امور کو بغیر کسی دلیل کے واجب قرار دیا ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہ "وتر" کو واجب قرار دیتے ہیں۔ درود شریف کے وجوب کے مقابلے میں وتر کے وجوب کی کیا حیثیت ہے؟ اسی طرح (احناف) ایک حدیث مرسل کے باعث نماز میں قہقہہ لگانے کے باعث وضو ٹوٹ جانے کا حکم دیتے ہیں اور یہ دلیل ہمارے ان دلائل کی ہم پلہ نہیں ہوسکتی جو ہم درود شریف کے وجوب کے بارے میں پیش کی ہیں۔ اسی طرح احناف قے اور پچھنے لگوانے کے باعث وضو ٹوٹنے کے دلائل ہمارے ان دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ [1]

---

[1] شافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام (117/1)

امام مالک فرماتے ہیں نماز میں بعض امور فرض تو نہیں ہیں مگران کا مرتبہ فرض اور مستحب کے درمیان ہے مگران کی فضیلت مستحب سے زیادہ ہے۔ اسے ان کے صحابہ نے ''سنن'' کا اصطلاحی نام دیا ہے۔ جیسے سورۃ فاتحہ، تکبیرات، پہلا قعدہ، سری یا جہری قرأت، اور وہ ان کو ترک کرنے پر سجدہ سہو کو لازم قرار دیتے ہیں۔ جس کی تفصیلات فقہ مالکی کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

امام احمد انہیں ''واجبات'' قرار دیتے ہیں اور ان کے ترک پر سجدہ سہو کو لازم قرار دیتے ہیں۔

ایسی نماز میں درود شریف پڑھنے کو واجب قرار دینا اگران سے قوی نہیں ہے تو ان سے کم تر بھی نہیں ہے۔

بہر طور اس مسئلے کے بارے میں فریقین کے یہ دلائل تھے۔

اس بحث کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں امام شافعی پر تنقید کرنا باطل ہے کیونکہ اس کے بارے میں احادیث وآثار موجود ہیں۔ جن کی پیروی کرنے والے پر تنقید نہیں کی جاسکتی۔ واللہ اعلم۔

فصل: دوسرا مقام

# پہلا تشہد

اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی ''الام'' میں تحریر کرتے ہیں۔ پہلے تشہد میں بھی نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے گا۔ یہ امام شافعی کا مشہور مذہب ہے اور ان کی جدید رائے ہے۔ تاہم یہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ ان کی قدیم رائے یہ تھی کہ پہلے قعدہ میں صرف تشہد پڑھا جائے گا۔ یہ روایت مزنی نے ان سے نقل کی ہے۔ امام احمد، ابوحنیفہ، مالک اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شافعی کے جدید موقف کی تائید میں دلیل کے طور پر وہ حدیث پیش کی جاتی ہے جسے دارقطنی نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان کے طور پر نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ ہمیں تشہد کے یہ الفاظ سکھایا کرتے تھے۔

**اَلتَّحِيَّاتُ ، اَلطَّيِّبَاتُ ، اَلزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ**

''اور پھر درود شریف پڑھتے تھے''۔[1]

(دوسری دلیل) دارقطنی ، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت بریدہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**یا بریدۃُ! اذا جلست فی صلاتك فلا تترکن الصلاۃ علی ، فانها زکاۃ الصلاۃ**

---

[1] دارقطنی' ابوالحسن علی بن عمر''السنن''(351/1)

''اے بریدہ! جب تم نماز میں بیٹھو تو مجھ پر درود بھیجنا ترک نہ کرنا کیونکہ یہ نماز کی زکوٰۃ ہے۔''

یہ روایت پہلے بھی نقل کی جا چکی ہے۔

(امام شافعی کے مؤقف کے مریدین) کہتے ہیں یہ حکم عام ہے اور اس میں پہلا اور دوسرا قعدہ شامل ہیں۔

تیسری دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر درود اور سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح آپ پر سلام بھیجنا مشروع ہے اسی طرح درود بھیجنا بھی مشروع ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درود کی کیفیت کی بابت سوال کرتے ہوئے عرض کی تھی۔

''آپ کی خدمت میں سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں۔ درود کن الفاظ میں بھیجیں؟''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ درود، سلام کے ساتھ منسلک ہے اور یہ طے ہے کہ نمازی پہلے قعدہ میں سلام بھیجتا ہے لہٰذا درود بھیجنا بھی مشروع ہونا چاہیے۔

(شافعی کے مریدین) کہتے ہیں قعدہ ایک ایسا مقام ہے جس میں تشہد اور سلام پڑھنا مشروع ہے لہٰذا اس میں درود پڑھنا بھی مشروع ہونا چاہئے جیسا کہ قعدہ اخیرہ میں (تشہد اور سلام کے ہمراہ درود شریف بھی پڑھا جاتا ہے۔)

(وہی حضرات یہ بھی) کہتے ہیں پہلے تشہد میں اللہ کے رسول کا ذکر کرنا مستحب ہے لہٰذا اس میں درود پڑھنا بھی مستحب ہے جو کہ آپ کے ذکر مبارک کو مکمل کر دے گا۔

(یہی حضرات یہ بھی) کہتے ہیں محمد بن اسحاق کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں (کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی تھی) ہم نماز میں جب بیٹھ جائیں تو آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟

دیگر حضرات (جو پہلے قعدہ میں درود شریف پڑھنے کے قائل نہیں ہیں وہ یہ کیسے کہتے ہیں۔ پہلا قعدہ درود شریف کا محل نہیں ہے۔ امام شافعی کا قدیم قول یہی ہے اور آپ کے بہت سے اصحاب نے اسی کو درست قرار دیا ہے کیونکہ پہلے تشہد میں تھوڑی دیر کیلئے بیٹھنا مشروع ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے) آپ پہلے تشہد میں یوں بیٹھتے تھے جیسے تپتے

ہوئے پتھروں پر بیٹھے ہیں۔

یہ بات آپ سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے کبھی پہلے تشہد میں درود شریف پڑھا ہو یا آپ نے اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی ایک کے بارے میں بھی یہ بات منقول نہیں ہے کہ وہ اسے مستحب سمجھتے ہوں۔ اگر آپ کے بیان کے مطابق اسے مشروع قرار دیا جائے تو دوسرے قعدے کی طرح اس میں بھی درود شریف پڑھنا واجب ہونا چاہئے۔ کیونکہ دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ نیز اگر پہلے قعدہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا مستحب ہوتو آپ کی آل پر درود بھیجنا بھی مستحب ہوگا۔ کیونکہ آپ نے درود پڑھنے کا حکم دیتے وقت اپنی آل کو بھی اس کے الفاظ میں شامل کیا تھا۔ نیز اگر اس موقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہوگا تو اس میں حضرت ابراہیم اوران کی آل کا ذکر بھی مشروع ہونا چاہئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس درود کی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی تھی اس میں ان کا ذکر بھی شامل تھا۔ پھر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اگر یہاں درود شریف پڑھنا مشروع ہو تو دعا مانگنا بھی مشروع ہونا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت فضالہ کی ہی نقل کردہ روایت سے ثابت ہے اور یوں پہلے اور دوسرے قعدہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔

جہاں تک آپ کی پیش کردہ روایات کا تعلق ہے تو اگرچہ ان کے راویوں میں ضعیف پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی یہ آپ کے مؤقف پر دلالت نہیں کرتی ہے کیونکہ ان میں سے پہلے کی بجائے دوسرے قعدہ کا ذکر ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی دلائل کے ہمراہ اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

## فصل: تیسرا مقام

# قنوت کے آخر میں درود پڑھنا

امام شافعی اور ان کے موافقین کے نزدیک دعائے قنوت میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ امام حسن کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے ان الفاظ میں وتر کی دعا سکھائی۔

اَللّٰھُمَّ ! اھدنی فیمن ھدیت، وبارك لی فیما اعطیت، وتولنی فیمن تولیت، وقنیی شر ما قضیت، فانك تقضی ولا یقضی علیك، وانه لا یذل من والیت، تبارکت ربنا وتعالیت، وصلی اللہ علی النبی

''اے اللہ! مجھے ہدایت عطا کر کے ان لوگوں میں (شامل کر) جنہیں تو نے ہدایت عطا کی ہے جو تو عطا کرے گا اس میں میرے لئے برکت شامل کر دے اور تو میرا نگہبان بن کر مجھے ان لوگوں میں (شامل کر دے) جن کا تو نگہبان ہے۔ اور مجھے اس چیز کے شر سے محفوظ رکھ جو تو نے فیصلہ کیا ہے۔ بے شک تو ہی فیصلہ کرتا ہے۔ تیرے مقابلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا جس کا تو نگہبان ہو وہ شخص کبھی رسوا نہیں ہوتا۔'' اے ہمارے پروردگار! تو برکت والا اور عظمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر درود نازل کرے۔''[1]

یہ وتر کی نماز کی دعائے قنوت ہے جسے قیس کے مطابق فجر کی نماز کی دعائے قنوت میں منتقل کر دیا جائے جیسا کہ اصل دعا کو فجر میں منتقل کیا گیا ہے۔

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1425) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ'' الجامع الصحیح'' (464) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (248/3) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (1178)

ابواسحاق اپنی سند کے ہمراہ حضرت امام حسن کے حوالے سے یہی کلمات نقل کرتے ہیں تاہم آپ نے اس کے آخر میں درود شریف کا ذکر نہیں کیا۔

رمضان کے مہینے میں دعائے قنوت میں بھی درود شریف پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ ابن وہب اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عروہ بن زبیر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری، حضرت عمر کے عہد خلافت میں حضرت عبداللہ بن ارقم کے ہمراہ بیت المال کے نگران تھے۔ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں رات کے وقت حضرت عمر نکلے۔حضرت عبدالرحمٰن بھی ان کے ہمراہ تھے۔آپ نے مسجد کا ایک چکر لگایا۔ ہر شخص انفرادی طور پر عبادت میں مشغول تھا۔ بہت سے لوگ تنہا،تنہا نماز پڑھ رہے تھے۔حضرت عمر بولے۔ خدا کی قسم !اگر میں ان سب کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کردوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔پھر حضرت عمر نے اس کا عزم کیا اور حضرت ابی بن کعب کو یہ حکم دیا کہ وہ رمضان کے مہینے میں لوگوں کو (تراویح کی) نماز پڑھایا کریں گے۔

پھر دوبارہ ایک مرتبہ حضرت عمر مسجد تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ باجماعت نماز تراویح ادا کررہے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

نعمت البدعة هذه (یہ کتنی بہترین ''بدعت'' ہے)

''(اور پھر بولے) جو لوگ سو چکے ہیں وہ ان جاگنے والوں سے افضل ہیں۔''

حضرت عمر کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ رات کے ابتدائی حصے میں نوافل ادا کررہے ہیں ان سے وہ لوگ زیادہ بہتر ہیں جو رات کے آخری حصے میں اٹھ کر (تہجد) ادا کریں گے۔

یہ حضرات درمیان میں کفار کیلئے ان الفاظ میں بددعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ ! ایاك نعبد ' ولك نصلی ونسجد ' والیك نسعٰی ونحفدُ ' نرجوا ' رحمتك ' ونخافُ عذابك الجدَّ ' ان عذابك لمن عادیت ملحقٌ

''اے اللہ! جو کفار دوسروں کو تیرے راستے میں روکتے ہیں۔ تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ تیرے وعدے پر ایمان نہیں لاتے۔ ان کو رسواء کر، ان کے درمیان اختلاف ڈال دے۔ان کے دلوں میں رعب بھر دے اور ان پر اپنا عذاب اور سختی نازل کر۔اے حقیقی معبود۔

(راوی کہتے ہیں) جب وہ کفار کو بد دعا دیتے اور نبی اکرم پر درود پڑھ لیتے، مسلمانوں کیلئے بخشش کی دعا کر لیتے اور اپنے لئے دعا کر لیتے تو پھر یہ دعا پڑھتے۔

**ان السنة فی الصلاة علی الجنازة ان یکبر الامامُ' ثم یقرأ بفاتحة الکتاب بعد التکبیرة الاولٰی سرًّا فی نفسه ' ثم یصلی علی النبی ﷺ ' ویخلص الدعاء للجنازة فی التکبیرات لا یقرأُ فی شیءٍ منهن ' ثم یسلم سرا فی نفسه**

''اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تیرے لئے نماز پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں تیری ہی طرف کوشش کرتے ہیں۔ تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے شدید عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ بے شک جو تیری مخالفت کرے گا اس تک تیرا عذاب پہنچ جائے گا۔''

پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں چلے جاتے۔

اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت معاذ دعائے قنوت میں درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

---

ا اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (107) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (263)

فصل: چوتھا مقام

# نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد درود پڑھنا

نماز جنازہ میں درود شریف کی مشروعیت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ کیا درود شریف پڑھے بغیر نماز جنازہ ہو جائے گی؟

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں درود شریف پڑھنا واجب ہے اور اس کے بغیر نماز جنازہ ادا نہیں ہو گی۔

امام بیہقی نے حضرت عبادہ بن صامت او دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب بیان کیا ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

امام شافعی کے اصحاب بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

نماز جنازہ میں درود شریف کی مشروعیت کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام شافعی نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابو امام بن سہل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ایک صحابی نے انہیں بتایا۔

ان السنة فی صلاۃ الجنازۃ ان یقرأ بفاتحة الکتاب ، ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، ثم یخلص الدعاء للمیت حتی یفرغ، ولا یقرأ الا مرۃ واحدۃ، ثم یسلمَ فی نفسہٖ

’’نماز جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ امام پہلے تکبیر کہے پھر اس کے بعد پست آواز میں سورۃ فاتحہ پڑھے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور بقیہ تکبیرات کے بعد میت کیلئے دعا کرے۔ دعا کے علاوہ کچھ نہیں پڑھنا، پھر پست آواز میں

سلام پھیر دے۔[1]

اسماعیل بن اسحاق اپنی کتاب ''الصلوٰۃُ عَلَی النبی میں'' اپنی سند کے ہمراہ زہری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

میں نے حضرت ابوامام بن سہل کو حضرت سعید بن میسیب کو یہ حدیث سناتے ہوئے سنا ہے۔

''نماز جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ پھر میت کیلئے دعا مانگی جائے (فاتحہ اور درود) صرف ایک مرتبہ پڑھے جائیں گے پھر پست آواز میں سلام پھیر دیا جائے گا۔''[2]

حضرت ابوامام کم سن صحابی ہیں۔ انہوں نے یہ روایت کسی اور صحابی کے حوالے سے نقل کی ہوگی۔ جیسا کہ امام شافعی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

المغنی کے مصنف تحریر کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے۔

''آپ نے مکہ مکرمہ میں نماز جنازہ پڑھائی۔ پہلے آپ نے بلند آواز میں قرأت کی۔ پھر درود شریف پڑھا۔ پھر اچھے الفاظ میں میت کیلئے دعا کی اور پھر نماز ختم کر دی۔''

(نماز سے فراغت کے بعد) فرمایا اس طرح نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

امام مالک، موطا میں، اپنی سند کے ہمراہ، سعید بن ابوسعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ دریافت کیا تو حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا۔

''خدا کی قسم! میں تمہیں اس کا طریقہ بتاتا ہوں۔''

جب میت کو رکھ دیا گیا تو میں نے تکبیر کہی پھر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ پھر اس کے نبی پر درود بھیجا اور پھر یہ دعا مانگی۔

---

[1] شافعی' محمد بن ادریس' کتاب الام (1/239- 240)

[2] بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (39/4)

[3] اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (94) بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (39/4) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (360/1) سخاوی' القول البدیع (294)

**اَللّٰھُمَّ ! انہ عبدُك وابنُ عبدِك ' وابنُ اَمتك ' كان يسهد ان لا الٰه الا انت ' وان محمدًا عبدُك ورسولُك ' وانت اعلمُ بہٖ ' اَللّٰھُمَّ ! ان كان محسنًا فزدْ فی احسانہٖ ' وان كان مسيئًا فتجاوزْ عنه ' اَللّٰھُمَّ ! لا تحرمْنا اَجرہٗ ' ولا تفتنا بعدہٗ**

''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔ تیرے ایک بندے کی اولاد ہے۔ تیری ایک بندی کا بیٹا ہے۔ یہ گواہی دیا کرتا تھا کہ صرف تو ہی معبود ہے اور بے شک حضرت محمد ﷺ تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ تو اس کے بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! اگر تو یہ نیک تھا تو اس کے اجر میں اضافہ کر اور اگر گناہگار تھا تو اس کے گناہوں سے درگزر کر۔ اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھ اور ہمیں اس کے بعد آزمائش میں مبتلا نہ کرنا''۔[1]

ابوذر ہروی، اپنی سند کے ہمراہ ابراہیم نخعی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

جب حضرت ابن مسعود کے سامنے کوئی جنازہ آتا تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یہ ارشاد فرماتے۔ اے لوگو! میں نے اللہ کے رسول کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

**لك مئةٍ اُمةٌ ' ولم يتجمع مئةٌ لميتٍ ' فيجتهدُون له فی الدُعاء الا وهبَ الله ذنوبہٗ لهم**

''سو آدمی ایک امت ہوتے ہیں اگر کسی میت کے جنازہ میں سو آدمی اکٹھے ہو کر اس کیلئے دعائے مغفرت کریں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس میت کے گناہ بخش دیتا ہے۔''

(حضرت ابن مسعود لوگوں سے فرماتے) تم اپنے بھائی کی سفارش کیلئے آئے ہو لہٰذا خوب اچھی طرح دعا کرو۔ پھر آپ قبلے کی طرف رخ کرتے۔ اگر کسی آدمی کی میت ہوتی تو اس کے وسط کے مقابل کھڑے ہوتے اور اگر میت کسی خاتون کی ہوتی تو اس کے کندھے کے مقابل کھڑے ہوتے۔ پھر یہ دعا کرتے۔

**اَللّٰھُمَّ ! عبدُك وابنُ عبدك ' انت خلقتَه ' وانت هديته للاِسلام '**

---

[1] مالک بن انس الاصحی' موطا (228/1) اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (93) سخاوی' ابوعبد اللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (295)

وانت قبضت روحه ' وانت اعلمُ بسريرته واعلانيته ' جئنا شفعاءَ له ' اَللّٰهُمَّ ! انا نستجير بحبل جوارِك له ' فانك ذو وفاءٍ و ذو رحمةٍ ' اعذهُ من فتنة القبر وعذاب جهنم ' اَللّٰهُمَّ ! ان كان محسنًا فزِدْ فى احسانهٖ ' وان كان مسيئًا فتجاوزْ عنه سيئاتهٖ ' اَللّٰهُمَّ ! نوِّرْ لهٗ فى قبرهٖ ' والحقه بنبيه

''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے تیرے بندے کا بیٹا ہے۔تو نے اسے پیدا کیا ہے تو نے اسلام کی طرف اس کی رہنمائی کی تو نے اس کی روح کو قبض کرلیا تو اس کے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا ہے۔ہم اس کے سفارشی کے طور پر آئے ہیں۔'' اے اللہ! ہم اس کیلئے تیرے جوار رحمت کی دعا کرتے ہیں کیونکہ تو پورا اجر دینے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔اس میت کو قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' اے اللہ! اگر یہ نیک تھا تو اس کے اجر میں اضافہ کر اور اگر گناہگار تھا تو اس کے گناہوں سے درگزر کر۔اے اللہ! اس کی قبر کو نورانی کر دے اور اسے اپنے نبی سے ملا دے۔''

(نخعی کہتے ہیں) حضرت ابن مسعود ہر تکبیر کے بعد یہ دعا مانگتے اور آخری تکبیر کے بعد یہ دعا مانگنے کے بعد درود شریف پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ' وبارِكْ على محمد ' كما صليت ' وباركت على ابراهيم ' وآلِ ابراهيم ' انك حميدٌ مجيدٌ ' اَللّٰهُمَّ ! صل على اَسلافنا ' وافراطنا ' اَللّٰهُمَّ ! اغفر للمسلمين والمسلماتِ ' والمؤمنين والمؤمنات ' الاحياء منهم والاموات

''اے اللہ! حضرت محمد پر درود نازل فرما اور برکت نازل فرما۔جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر درود اور برکت نازل کی۔بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔اے اللہ! تو ہمارے پہلوں اور بعد والوں پر رحمت نازل کر۔'' اے اللہ! تو مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔مومن مردوں اور عورتوں کو بخشش دے۔ان میں سے جو زندہ ہیں اور جو فوت ہو چکے ہیں سب کو بخش دے۔''

پھر آپ سلام پھیر دیتے۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود نماز جنازہ کے موقع پر اور عام مجالس میں بھی جس میں نماز جنازہ پڑھنے کے طریقے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا گیا۔ کیا نبی اکرم ﷺ نماز جنازہ کے بعد قبر پر بھی کھڑے ہوتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ دفن سے فراغت کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر یہ دعا کیا کرتے تھے۔

**اَللّٰھُمَّ ! نزل بك صاحبها وخلّف الدنيا وراء ظهره ' ونعمَ المنزولُ به ' اَللّٰھُمَّ ! ثبت عند المسألة منطقه ' ولا تبتله فى قبره بما لا طاقة له به ' اَللّٰھُمَّ ! نوِّرْ لهٗ فى قبرهٖ ' والخقه بنبيه ﷺ**

اے اللہ! یہ قبر والا تیرا مہمان ہے۔ یہ دنیا اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہے یہ اچھی جگہ کا مہمان بنا ہے۔" اے اللہ! (قبر میں سوالات کے وقت اس کی زبان کو ثابت قدم رکھ اور اسے قبر کی ایسی آزمائش میں مبتلا نہ کرنا جسے یہ برداشت نہ کر سکے۔ اے اللہ! اس کی قبر کو نور سے بھر دے اور اسے اپنے نبی سے ملا دے۔"[1]

جب یہ بات طے ہو گئی تو اب مستحب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں بھی اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے جیسے تشہد میں آپ پر درود بھیجا جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے درود بھیجنے کا طریقہ دریافت کیا تھا تو آپ نے اس طریقے کی تعلیم دی تھی۔

عبداللہ بن احمد اپنے والد (امام احمد بن حنبل) کا قول نقل کرتے ہیں۔

(نماز جنازہ میں) نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جائے اور مقرب فرشتوں پر بھی درود پڑھا جائے۔

قاضی (اسماعیل بن اسحاق) کہتے ہیں یہ الفاظ پڑھیں۔

**اَللّٰھُمَّ ! صل علٰى ملائكتك المقربين ' وانبيائك ' والمرسلين ' واهل طاعتك اجمعين من اهل السمٰوٰت والأرضين ' انك علٰى كل شىء قدير**

"اے اللہ! تو اپنے مقرب فرشتوں، اپنے نبیوں اور رسولوں اور اپنے ان تمام فرمانبرداروں پر رحمت نازل کر جو آسمانوں اور زمینوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔"

---

[1] سخاوی' ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (296)

## فصل: پانچواں مقام

# خطبے کے دوران درود شریف پڑھنا

اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا درود شریف خطبہ کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے؟

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ درود شریف کے بغیر خطبہ صحیح نہیں ہوگا۔
امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اس کے بغیر خطبہ صحیح ہوگا۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد بھی اس بات کے قائل ہیں۔

خطبہ میں درود شریف کے وجوب کی دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِىٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح: ۱-۴)

"کیا ہم نے تمہیں شرح صدر عطا نہیں کیا اور تمہارا ابوجھ نہیں ہٹایا۔ جس نے تمہاری پشت کو توڑ دیا تھا (یعنی تمہیں مشکل میں مبتلا کر دیا تھا) اور ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کیا ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کیا ہے یعنی جہاں بھی اللہ کا ذکر ہو وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہوگا۔

مگر یہ دلیل محض نظیر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اللہ کی وحدانیت کی گواہی دی جائے گی وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بھی گواہی دی جائے گی اور یہ بات خطبے میں بیان کرنا قطعی طور پر واجب ہے بلکہ یہ خطبے کا سب سے اہم رکن ہے۔

امام ابوداؤد، احمد اور دیگر محدثین حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

فرمان نقل کرتے ہیں۔

**کل خطبةٍ لیس فیها تشهُدٌ فهی کالید الجذ ماء**

''جس خطبے میں کلمہ شہادت نہ ہواس کی مثال کٹے ہاتھ کی مانند ہے''۔[1]

پس جو شخص خطبے میں کلمہ شہادت کی بجائے درود شریف کو واجب قرار دیتا ہے اس کا قول نہایت ضعیف ہے۔

یونس، اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ ''وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ'' کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے ذکر مبارک کو دنیا اور آخرت میں بلند کیا ہے۔ لہٰذا ہر خطیب، تشہد پڑھنے والا یا نماز پڑھنے والا ہمیشہ آغاز میں اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوۡلُ اللّٰهِ پڑھتا ہے۔''

''جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر ہوگا اور تمہارے ذکر کے بغیر کوئی خطبہ یا نکاح جائز نہیں ہوگا۔''

مجاہد اسی آیت کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں۔

''جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ہمراہ تمہارا بھی ذکر ہوگا۔ یعنی اذان میں۔''

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوۡلُ اللّٰهِ

اس آیت سے یہی مراد ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خطبے میں تشہد واجب نہ ہو؟ حالانکہ یہ سب سے افضل کلمہ ہے۔ لیکن کیا خطبہ میں درود شریف پڑھنا بھی واجب ہے؟

خطبہ میں درود شریف کی مشروعیت کی دلیل وہ حدیث ہے جسے عبداللہ بن احمد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

''حضرت علی کے ایک سپاہی اجر جحیفہ بیان کرتے ہیں۔

''ایک دفعہ حضرت علی منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا اور پھر بولے، نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے بہترین فرد حضرت ابوبکر ہیں اور دوسرے نمبر پر حضرت عمر ہیں۔ اور پھر بولے۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4841) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (1106) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (343, 302/2)

جسے چاہے بہتر بنا دیتا ہے۔"[1]

حضرت عبداللہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نماز کے خطبے سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف پڑھنے اور پھر یہ دعا مانگتے۔

اَللّٰھُمَّ ! حبب الینا الایمان ' وزینہ فی قبولنا وکرہُ الینا الکفر والفسوق والعصیان' اولٰئك ھم الراشدون' اَللّٰھُمَّ ! بارِكْ لنا فی اَسماعنا ' واَبصارنا' واَزواجنا ' وقلوبنا ' وذُرِّیّتنا

"اے اللہ! تو ہمارے لئے ایمان کو محبوب کر دے اور اسے ہمارے قلوب میں مزین کر دے اور ہمارے نزدیک کفر فسق اور گناہوں کے ارتکاب کو ناپسند کر دے۔ (کیونکہ) اسی طرح کے لوگ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے سننے، دیکھنے، ہماری بیویوں، دلوں اور اولاد میں برکت عطا فرما۔"[2]

دار قطنی اپنی سند کے ہمراہ یحییٰ بن ذاکر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

"میں اپنے والد کے ہمراہ جمعے کی نماز پڑھنے کیلئے گیا، وہاں حضرت عمرو بن العاص خطبہ پڑھنے کیلئے منبر پر چڑھے۔ پہلے انہوں نے مختصر اور جامع الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر درود شریف پڑھا پھر لوگوں کو نصیحت کی اور پھر انہیں (نیکی کرنے کا) حکم دیا اور (برائی کے ارتکاب سے) منع کیا۔"

اسی طرح ایک روایت کے مطابق حضرت ابو موسیٰ نے جب خطبہ دے دیا تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر درود شریف پڑھا اور پھر حضرت عمر کیلئے دعا کی۔ تو حاضرین میں سے ضبہ بن محصن نے اس پر اعتراض کیا کہ حضرت ابو بکر سے پہلے حضرت عمر کیلئے دعا کیوں کی ہے؟ یہ معاملہ حضرت عمر کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ضبہ سے کہا تمہاری رائے زیادہ درست اور مناسب ہے۔"

یہ روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک خطبے میں درود شریف پڑھنا رائج تھا۔ جہاں تک خطبے میں درود شریف پڑھنے کے واجب ہونے کا تعلق ہے تو اس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہے۔ جو یہاں دستیاب نہیں ہے۔

---

[1] عبداللہ بن احمد (106/1) خطیب بغدادی' تاریخ بغداد (114/10)

[2] سخاوی' ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (290)

فصل: چھٹا مقام

# اذان یا اقامت کا جواب دینے کے بعد درود شریف پڑھنا

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

**اذا سمعتم المؤذن ' فقولوا مثل ما یقولُ' ثم صلوا علی ' فانه من صلّی علی صلاة' صلی الله علیه بها عشرًا' ثم سلوا الله لی الوسیلة' فانها منزلةٌ فی الجنة لا تنبغی الا لعبدٍ من عباد الله' واَرجوا اَن اَکونَ اَنا هو ' فمن سألَ اللهَ لی الوسیلة' حلت علیه الشفاعة**

''جب تم موذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو وہی کلمات کہو جو وہ کہہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے (وسیلہ) طلب کرو۔ کیونکہ یہ جنت میں ایسا مقام ہے جو اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ ایک بندہ میں ہوں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلہ'' کی دعا کرے گا اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔''[1]

---

[1] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (384) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (523) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (3619) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (25/2) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (168/2)

حسن بن عرفہ، اپنی سند کے ہمراہ حضرت حسن کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

مـن قال مثل ما يقولُ المؤذنُ ' فاذا قال المؤذن' قد قامت الصلاة' قـال: اللهم ربّ هذه الدعوة الصادقة' وَالصَّلاة القائمة' صَلِّ عَلٰى مُـحَـمَّـدٍ عبدِك ' ورسولك و اَبلغه درجة الوسيلة فی الجنة' دخل فی شفاعة محمدٍ ﷺ

''جو شخص مؤذن کے الفاظ کے مطابق کلمات پڑھے اور ''قد قامت الصلوٰۃ'' یہ پڑھے۔ اے اللہ! اس سچی دعوت اور قائم ہونے وال نماز کے پروردگار! تو اپنے خاص بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر درود نازل کر اور انہیں جنت میں ''وسیلہ'' کے مقام پر فائز کر۔'' ایسا شخص نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔''

یوسف بن اسبات کہتے ہیں۔ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ اگر کوئی شخص اقامت الصلوٰۃ کے وقت یہ دعا نہ پڑھے۔

الـلهـم ربّ هـذه الـدعوة المستمعة ' المستجابِ لها ' صلِّ علٰى محمدٍ وعلٰى آلِ محمد' وزوّجناَ من الحُورِ العين

''اے اللہ! اے اس سنائی دینے والی پکار کے پروردگار! (وہ پکار) جس کا جواب دیا جاتا ہے، تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر رحمت نازل کر اور حورعین سے ہماری شادی کروادے (یعنی ہمیں جنت میں داخل کر)۔''[1]

تو حورعین کہتی ہیں۔ تم ہم سے بے نیاز کیوں ہو گئے؟

موذن کے جواب میں پانچ چیزیں سنت ہیں۔ تین کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں موجود ہے۔ (بقیہ دو درج ذیل ہیں)

چوتھی سنت یہ ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت سعد ابی وقاص کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے طور پر نقل کیا ہے۔

''جو شخص اذان سننے کے بعد یہ کلمات پڑھے۔

اَشْـهَـدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَحْـدَهٗ لَا شَـرِيْكَ لَـهٗ ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (253)

وَرَسُوْلُهٗ ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا ، وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلاً ، وَبِالاِسْلَامِ دِيْنًا

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور بے شک حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے سے راضی ہوں اور حضرت محمد کے رسول ہونے سے (راضی ہوں) اور اسلام کے دین ہونے (سے راضی ہوں)''[1]

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) اس شخص کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

پانچویں سنت یہ ہے کہ موذن کا جواب دینے کے بعد اور درود شریف پڑھنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے لئے ''وسیلہ'' کی دعا کی جائے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

''ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! موذن ہم سے زیادہ فضیلت حاصل کر لیتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قُلْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ ، فَاِذَا انتهيتَ ، فاسألْ تعْطَهُ

''تم بھی وہی کہو جو وہ کہتے ہیں اور جب (تمہارا جواب) مکمل ہو جائے تو (اللہ سے مانگو) تمہیں ملے گا۔''[2]

''مسند'' میں حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

''جو شخص اذان کے بعد یہ دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا۔''

اَللّٰهُمَّ ! ربَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْقَآئِمَةِ، وَالصَّلَاةِ النَّافِعَةِ، صَلِّ عَلٰى

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (386) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (525) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (210) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (26/2) ابن ماجہ محمد بن یزید السنن (721) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (181/1)

[2] ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (524) نسائی احمد بن شعیب عمل الیوم واللیلہ (44) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (172/2) ابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (1695) بیہقی ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (410/1)

**مُحَمَّدٍ وارض عنه رضًا لا سخط بَعْدَهُ**

''اے اللہ! اس قائم ہونے والی دعوت اور نفع دینے والی نماز کے پروردگار تو حضرت محمد ﷺ پر درود نازل کرا اور ان سے اس طرح راضی ہو جا کہ اس کے بعد کسی ناراضگی کا امکان نہ رہے۔''[1]

حاکم کی ''متدرک'' میں حضرت ابوامامہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب آپ اذان سنتے تو یہ دعا کرتے۔

**اَللّٰهُمَّ ! ربَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ (الصَّادِقَةِ' الْمُسْتَجَابَةِ) الْمُسْتَجاب لَهَا' دعوة الحق' وكلمة التقوى' تَوَفَّنِيْ عَلَيْهَا' واحيني عليها' واجعلني من صالح اهلها عملًا يوم القيامة**

''اے اللہ! اے اس سچی اور مستجاب دعوت کے پروردگار (ایسی دعوت) جو قبول ہوئی ہے اور حق کی دعوت ہے تقویٰ کی بات ہے تو مجھے اسی پر موت دینا اور اسی پر زندہ رکھنا اور مجھے قیامت کے دن ان لوگوں میں شامل کرنا جو اس پر صحیح طریقے سے عمل کرتے ہوں۔''[2]

یہ دن اور رات کی پچیس سنتیں ہیں جس پر پہلے زمانے کے لوگ با قاعدگی سے عمل کیا کرتے تھے۔

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (337/3) طبرانی' سلیمان بن احمد' معجم الاوسط (196) ابن سنی' عمل الیوم واللیلہ (96) ہیثمی' مجمع الزوائد (332/1)

[2] حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ' ''المستدرک علی الصحیحین'' (546/1-547)

## فصل: ساتواں مقام

# دعا میں درود شریف پڑھنا

اس کے تین مرتبے ہیں۔

ایک، دعا سے پہلے اور حمد کے بعد درود شریف پڑھا جائے۔

دوسرا، دعا کے آغاز، درمیان اور آخر میں درود شریف پڑھا جائے۔

تیسرا، دعا کے آغاز اور اختتام پر درود شریف پڑھا جائے اور اس کے درمیان اپنی حاجت پیش کی جائے۔

پہلے مرتبے کی دلیل، حضرت فضالہ کی نقل کردہ وہ حدیث جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

**اذا دعا احدکم ' فلیبدأُ بتحمیدِ اللہ و الثناء علیہ ' ثم لیصلِّ علی النبیِّ ' ثم لیدعُ بعدُ بما شآءَ**

"جب کوئی شخص دعا مانگے تو پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے۔ پھر جو چاہے دعا مانگے۔"

یہ روایت پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے۔

امام ترمذی، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ (بن مسعود) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ وہاں موجود تھے۔ آپ کے ہمراہ، حضرت ابوبکر حضرت عمر بھی تھے۔ جب میں (قعدہ اخیرہ میں) میں بیٹھا تو پہلے میں نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر درود شریف پڑھا اور پھر اپنے لئے دعا کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**سل تعطہ** (تم جو مانگو گے تمہیں ملے گا) [1]

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو پہلے اس کی شان کے مطابق اس کی حمد وثناء

---

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (593) بغوی' شرح السنۃ (205/5) مشکوۃ المصابیح (931)

بیان کرے۔ پھر درود شریف پڑھے اور پھر دعا مانگے۔ یہ طریقہ کامیابی (یعنی دعا کی قبولیت) سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

شریک نے، اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن مسعود کا یہی بیان نقل کیا ہے۔

دوسرے مرتبے کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام عبدالرزاق نے، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

''مجھے مسافر کے پیالے کی مانند نہ بناؤ۔''

اس کے بعد حدیث کے کچھ الفاظ ہیں جس کے آخر میں یہ ہے۔

اجعلونی فی وسط الدعاءِ وفی اولہٖ وفی اٰخرہٖ

''دعا کے درمیان، آغاز اور اختتام میں مجھے بھی شامل کرو۔''

اس سے پہلے حضرت علی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی جا چکی ہے۔

ما من دعآءٍ اِلا بینہ وبین السمآء حجابٌ حتّٰی یصلّٰی علی النبی ﷺ، فاذا صلی علی النبی ﷺ انخرق الحجابُ واستجیب الدعآءُ، واذا لم یصلَّ علی النبی ﷺ لم یستجیب الدعآءُ

''دعا اور آسمان کے درمیان اس وقت تک حجاب موجود رہتا ہے جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے۔ جب درود شریف پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے لیکن اگر درود شریف نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔''

حضرت عمر کا یہ قول بھی پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

الدعاءُ موقوفٌ بین السماء والارض لا یصعدُ من شیءٍ حتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ ﷺ

''دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے اور اس وقت تک بلند نہیں ہوتی جب تک تم نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجو۔''

احمد بن علی، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن بسر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔

الدعآء کلہ محجوبٌ حتّٰی یَکُوْنَ اوّلُہٗ ثناءٌ عَلَی اللہِ عَزَّوَجَلَّ، وصلاۃٌ علی النبیِّ ﷺ، ثم یدعو یستجاب لدعائہٖ

''دعا مکمل طور پر محجوب رہتی ہے تاوقتیکہ اس کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور درود شریف نہ پڑھا جائے۔(اگر یہ پڑھ کر) دعا مانگی جائے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن بسر سے یہ روایت عمرو بن عمرو نے نقل کی ہے۔جنہوں نے حضرت عبداللہ سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جسے امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ استفتحَ اَوّلَ نهارهَ بخيرٍ ' وختمه بالخير ' قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَ لملائكتهٖ : لا تكتبوا عليه ما بين ذٰلك من الذُنوب

''جو میرے ہمراہ دن کا آغاز کرے اور میرے ہمراہ ہی اسے ختم کرے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے اس درمیانی عرصے کے دوران اس کا کوئی گناہ نہ لکھو۔''[1]

''دعا میں درود شریف کی وہی حیثیت ہے جو حیثیت نماز میں سورۃ فاتحہ کو حاصل ہے۔''

''اب سے پہلے درود شریف کے جن مقامات کا تذکرہ کیا گیا۔ان سب میں دعا سے پہلے درود شریف پڑھنے کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔گویا درود شریف دعا کی کنجی ہے۔جیسے وضو نماز کی کنجی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اور ان کی آل پر درود وسلام نازل کرے۔''

شیخ ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں:

من ارادَ اَن يسأل الله حاجتهٗ ' فليبدأْ بالصلاة على النبى ﷺ ' وليسألْ حاجتهٗ وليختمْ بالصلاة على النبى ﷺ فانِ الصلاة على النبى ﷺ مقبولةٌ ' والله اكرمُ اَن يَرُدَّ ما بينهما

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کا سوال کرنا چاہے اسے چاہئے کہ پہلے درود شریف پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے۔اختتام پر پھر دوبارہ درود شریف پڑھے۔کیونکہ درود شریف ہر حال میں مقبول ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے یہ بعید ہے کہ وہ (دونوں درودوں کو تو قبول کرے مگر) ان دونوں کے درمیان (مانگی جانے والی حاجت) کو رد کر دے۔''

---

[1] ہیثمی، مجمع الزوائد (119/112/10) الترغیب والترہیب (969)

## فصل: آٹھواں مقام

# مسجد میں داخل ہوتے یا باہر نکلتے وقت درود شریف پڑھنا

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابن خزیمہ نے اپنی ''صحیح'' میں اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو پہلے نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اور جب مسجد سے باہر آئے تو پہلے انبیاء کرام پر سلام بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔[1]

مسند، ترمذی اور ابن ماجہ میں امام حسین کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا یہ بیان منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ ، اَللّٰھُمَّ! اغفر لی ذُنوبی ، وافتح لی ابواب رحمتك

''اے اللہ! تو حضرت محمد پر درود اور سلام نازل فرما۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

پھر جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو بھی یہی الفاظ پڑھتے۔ تاہم ان میں رحمت

---

[1] نسائی، احمد بن شعیب عمل الیوم (690) ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (773) ابن السنی (86) حاکم ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (207) بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (442/2) ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحق ''الصحیح'' (452) ابن حبان (2050/2047)

کی بجائے ''فضل کے دروازے'' مذکور ہوتا۔

ترمذی کے الفاظ یہ ہیں۔

''جب نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو حضرت محمد پر درود وسلام پڑھتے۔''[1]

اس حدیث کی علت پر ہم کلام کر چکے ہیں۔

---

[1] ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الجامع 315

فصل: نواں مقام

# صفا اور مروہ میں درود شریف پڑھنا

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس بیان کے طور پر نقل کیا ہے۔

اَن النبیّ ﷺ کان یکبّرُ علی الصفا ثلاثًا ' یقول: لا الٰه الا اللہ وحدہٗ لا شَرِیْکَ لَهٗ ' لَهُ الْمُلْكُ ' وَلَهُ الْحَمْدُ' وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ' ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ یَدْعُوْ ویطیل القیام والدعاء ' ثم یفعلُ علی المروۃ مثل ذٰلك [1]

"نبی اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ صفا میں پہلے تین مرتبہ تکبیر کہتے پھر یہ کلمہ پڑھتے۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لا لہ الملك وله الحمد وهو علی کل شیءٍ قدير

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور تمام تعریفیں اسی کیلئے مخصوص ہیں۔ اور وہ چیز پر قادر ہے۔)

"پھر آپ درود شریف پڑھتے پھر دعا مانگتے۔ قیام کی حالت میں کی جانے والی یہ دعا خاصی طویل ہوتی۔

اس کے بعد مروہ میں بھی یہی عمل دہراتے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ روایت توابع دعا میں بھی شامل کی جاسکتی ہے

وہب بن اجدع کہتے ہیں۔ میں نے مکہ مکرمہ میں حضرت عمر کو خطبے کے دوران لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا۔

---

[1] اسمٰعیل فضل الصلوٰۃ علی النبی (87)

''جو شخص حج کرنے کیلئے آئے وہ پہلے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے۔ پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرے پھر حجر اسود کو بوسہ دے۔ پھر صفا سے (سعی کا) آغاز کرے اور ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں سے اس کا رخ بیت اللہ کی طرف ہو۔ پھر سات تکبیریں کہے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے۔ درود شریف پڑھے اور اپنے لئے دعا کرے۔''

پھر مروہ میں بھی یہی عمل دہرائے۔ [1]

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

---

[1] بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (94/5) اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (81) سخاوی' ابوعبد اللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (299)

فصل: دسواں مقام

# محافل میں درود شریف پڑھنا

اس سے پہلے اس بارے میں روایات نقل کی جا چکی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مجلسًا ثُمَّ تفرَّقُوْا وَلَمْ يَذْكُرُوا اللهَ، وَلَمْ يُصَلُّوْ عَلَى النَّبِي ﷺ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ مِنَ اللهِ ترة، اِنْ شَآءَ عذبهم، وَاِنْ شَآءَ غفرَلَهُمْ

''جب کچھ لوگ اکٹھے ہوں اور پھر وہ وہاں اللہ کا ذکر کئے اور درود شریف پڑھے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو (قیامت کے دن) اللہ کی طرف سے انہیں حسرت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا (تو اس حرکت پر) انہیں عذاب دے اور اگر اس کی مرضی ہوئی تو انہیں بخشش دے گا۔''

اس روایت کو ابن حبان، حاکم اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

زَيِّنُوا مجالسكم بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

''اپنی محافل کو درود شریف کے ذریعے آراستہ کرو۔''[1]

حضرت عمر سے بھی یہی قول منقول ہے۔

---

[1] سخاوی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن ''القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع'' (189)

## فصل: گیارہواں مقام

# آپ کا ذکر مبارک سن کر درود شریف پڑھنا

ہر مرتبہ نام اقدس سننے پر درود شریف پڑھنے کے واجب ہونے کے بارے میں فقہاء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ابوعبداللہ الحلیمی یہ فتویٰ دیتے ہیں۔

''جب بھی آپ کا نام مبارک لیا جائے۔ آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔''

دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں۔

''ایسا کرنا مستحب ہے۔ یہ ایسا فرض نہیں ہے جسے ترک کرنے کے باعث آدمی گنہگار ہو۔''

پھر ان فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

ایک گروہ کے نزدیک پوری زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ مطلق امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اور یہ چیز ایک مرتبہ درود پڑھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ، مالک، ثوری، اوزاعی اسی بات کے قائل ہیں۔

قاضی عیاض اور ابن عبدالبر کہتے ہیں مشہور ائمہ کا یہی فتویٰ ہے۔

فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک ہر آخری تشہد میں درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ جیسا کہ پہلے اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ امام شافعی ایک روایت کے مطابق امام احمد اور بعض دیگر فقہاء اسی بات کے قائل تھے۔

فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک درود شریف کا حکم استحباب سے متعلق ہے۔ یہ سرے سے واجب ہی نہیں ہے۔ ابن جریر اور بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں بلکہ ابن جریر اس بات کے دعویدار ہیں کہ یہ بات اجماع سے ثابت ہے۔ یہ اجماع اس اعتبار سے ہے کہ جب

اہل علم ایک رائے پیش کرتے ہیں تو اسے اجماع قرار دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ دونوں مقدمات باطل ہیں۔

جو حضرات درود شریف کو واجب قرار دیتے ہیں۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ان کی پہلی دلیل حضرت ابو ہریرہ سے منقول یہ حدیث ہے جس کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرتُ عِنْدَہٗ فلم یصلِّ علیَّ

''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

امام حاکم نے اسے صحیح اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔

''رغم انف'' ایک بددعا ہے اور مذمتی جملہ ہے اور کسی مستحب کے ترک کرنے پر مذمت نہیں کی جاسکتی یا بددعا نہیں دی جاسکتی۔

دوسری دلیل بھی حضرت ابو ہریرہ سے منقول وہ روایت ہے جسے کتاب کے آغاز میں نقل کیا جاچکا ہے کہ حضرت جبرائیل نے کہا۔

من ذکرت عنده ' فلم یصل علیك ' فمات ' فدخل النار ' فابعده الله ' قل : آمین ! فقلت : آمین!

''جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اور مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کردے۔ آپ آمین کہیں۔ تو میں نے کہا آمین۔''

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں نقل کیا ہے۔

اسی مضمون کی روایات اس سے پہلے حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت کعب بن عجرہ، حضرت مالک بن حویرث اور حضرت انس بن مالک کے حوالے سے نقل کی جاچکی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک روایت مستقل دلیل کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جب یہ حدیث متعدد طرف سے منقول ہوگی تو یہ تکثرت سے ترکِ صحت کا فائدہ دے گی۔

تیسری دلیل وہ روایت ہے جسے امام نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت انس بن مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

**من ذکرت عندہ فلیصلِّ علیَّ ، فانہٗ من صلّٰی علی مرۃً ، صلی اللہ علیہ عشرًا ﷺ**

''جب کسی کے سامنے میرا ذکر ہو اسے چاہیے کہ مجھ پر درود پڑھے۔ کیونکہ جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔''

اس کی سند صحیح ہے اور یہ حکم بظاہر وجوب کا تقاضا ہے۔

چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں اپنی سند کے ہمراہ، امام حسین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے طور پر نقل کیا ہے۔

**ان البخیلَ من ذکرت عندہ ، فلم یصل علی**

''بے شک وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

اس روایت کو حاکم نے اپنی ''صحیح'' میں، نسائی اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ زیادہ مناسب روایت ہے کہ اسے حضرت حسین بن علی سے نقل کیا گیا ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے وصال ظاہری کے وقت حضرت حسین کی عمر سات برس سے کچھ کم تھی۔[1] وہ یوں کہ آپ چوتھی صدی ہجری میں شعبان کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ یوں آپ کی عمر چھ برس اور چند ماہ ہوگی کیونکہ ان کی مادری زبان عربی تھی اس لئے وہ بہت سی چیزیں (بطور خاص احادیث اس کم سنی میں بھی) یاد رکھ سکتے ہیں۔

اس مضمون سے متعلق روایات اور ان پر تبصرہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

حافظ ابو نعیم، اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔ یہ ایک طویل روایت ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے۔

**ان ابخل الناس من ذکرتُ عندہٗ فَلَمْ یُصَلِّ علی**

''سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''[2]

---

[1] صحیح ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (190/3)

[2] اسمٰعیل، فضل الصلوۃ علی النبی (37) سخاوی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع'' (219)

قاسم بن اصبغ اپنی سند کے ہمراہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل فرماتے ہیں:

**بحسب المؤمن من البخل ان اذکر عند رجلٍ فلا یصلی علی**

''کسی مسلمان کے بخیل ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''[1]

سعید بن منصور، اپنی سند کے ہمراہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**کفی به شحًا ان اذکر عند رجلٍ فلا یصلی علی ﷺ**

''کسی شخص کے کنجوس ہونے کیلئے یہ ہی کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''[2]

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایسا شخص بخیل ہے تو اب دو اعتبار سے دلالت ہوگی۔
پہلی صورت یہ ہے کہ بخل کا تذکرہ مذمت کے طور پر کیا جاتا ہے اور مستحب ترک کرنے والے کی مذمت نہیں کی جاسکتی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

**وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ** (الحدید: ۲۳-۲۴)

''اور اللہ تعالیٰ خود پسند اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کی تلقین کی کرتے ہیں۔''

اس آیت کو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے خود پسند اور اظہار فخر کو بخل کرنے اور بخل کی تلقین کرنے کے ہمراہ ذکر کیا ہے اور پھر مجموعی طور پر ان کی مذمت ہی کافی ہے۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بخل ایک قابل مذمت صفت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

**وای داء اَدوأ من البخل**

---

[1] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (38) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (218)

[2] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (39) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (218)

''کون سا (باطنی) مرض بخل سے زیادہ شدید ہے۔'' [1]

دوسری صورت یہ ہے کہ بخیل وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے ذمے واجب کی ادائیگی نہ کرے۔ جو اپنے واجبات مکمل طور پر ادا کر دے اسے بخیل نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا بخیل وہ شخص ہوگا جو اس چیز کو خرچ نہ کرے جسے خرچ کرنا اس کے ذمے لازم ہو۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے اور مطلق حکم تکرار کیلئے آتا ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تکرار ہر وقت ہوگی۔ کیونکہ تکرار سے تعلق رکھنے والے احکام مخصوص احکام سے متعلق ہوتے ہیں یا مخصوص شرائط اور اسباب تکرار کا تقاضا کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی وقت کو دوسرے وقت پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اس لئے درود شریف کی تکرار کا حکم اس وقت لاگو ہوگا جب آپ کا ذکر مبارک کیا جائے۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں احادیث کے ذریعے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

یہاں تین مقدمات ہیں۔ پہلی بات یہ کہ درود شریف پڑھنے کا مطلق حکم دیا گیا ہے اور اس بات سے ہر کوئی آگاہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مطلق حکم تکرار کا تقاضا کرتا ہے؟ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فقہ اور اصول فقہ کے ماہرین کا ایک گروہ اس کی نفی کرتا ہے اور دوسرا گروہ اس کا قائل ہے۔

جبکہ فقہاء کے ایک گروہ نے مطلق حکم اور کسی شرط یا وقت سے متعلق حکم میں فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک حکم کی یہ دوسری قسم تکرار کا تقاضا کرتی ہے۔ مطلق حکم میں تکرار نہیں پائی جاتی۔ یہ تینوں اقسام امام احمد، شافعی اور دیگر فقہاء کے مذاہب میں پائی جاتی ہیں۔ تاہم اس گروہ نے تکرار کو ترجیح دی ہے۔ چونکہ اکثر شرعی احکام میں تکرار پائی جاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النساء:136)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔''

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرہ:208)

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، ''الجامع الصحیح'' (3137) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (307-309) ابویعلیٰ، احمد بن علی المسند ر (2019-2020) حمیدی (1269)

''اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔''

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (النساء:59)

''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔''

وَاتَّقُوا اللّٰہَ (البقرہ : 194)

''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔''

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (البقرہ : 43)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران : 200)

''اے ایمان والو! صبر کرو، اور صبر میں ایک دوسرے کا ساتھ دو۔ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح حاصل کرو۔''

وَخَافُوْنِ (آل عمران : 175)

''اور مجھ سے ڈرو۔''

وَاخْشَوْنِیْ (البقرہ : 150)

''اور مجھ سے ڈرو۔''

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ (الحج : 78)

''اور اللہ تعالیٰ (سے تعلق) مضبوط رکھو۔''

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا (آل عمران : 103)

''(اور تم) سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کے رکھو۔''

وَاَوْفُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ (النحل : 91)

''اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔''

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ : 1)

''اپنے معاہدوں کو پورا کرو۔''

وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ (الاسراء 34)

''اور عہد کو پورا کرو۔''

وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ (النساء : 5)

''اوران (یتیموں کے) رزق میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ۔''

اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ

''جب جمعے کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (یعنی نماز) کی طرف جلدی کرو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔'' (الجمعہ:9)

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (المائدہ : 6)

''جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ تو پہلے اپنے چہرے دھو لو (یعنی وضو کر لو)''

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (المائدہ : 6)

''اور جب تم جنبی ہو تو اچھی طرح طہارت کرو (یعنی غسل کرو)''

یہاں تک کہ فرمایا:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا (المائدہ : 6)

''اگر تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کر لو۔''

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ : 45)

''اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو۔''

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللهِ اَوْفُوْا (الانعام : 153)

''اور عدل کے ہمراہ ناپ تول پورا کرو۔ ہم ہر شخص کو اس کی گنجائش کے مطابق مکلّف کرتے ہیں جب تم بولو تو انصاف سے کام لو۔ اگرچہ کوئی تمہارا قریبی ہی کیوں نہ ہو اور اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔''

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ (الانعام : 153)

''اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ اس کی پیروی کرو۔''

اس نوعیت کی آیات قرآن میں بکثرت ہیں۔ لہٰذا چند ایک کو چھوڑ کر، اللہ اور اس کے رسول کے اکثر احکام تکرار سے متعلق ہیں تو یہ بات طے ہو جائے گی۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم میں معروف یہی طریقہ ہے۔ ایسا حکم جس کے الفاظ سے یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ تکرار کیلئے ہے یا فوراً ادائیگی کیلئے ہے تو بلاشبہ معروف شرعی اسلوب کے مطابق وہ تکرار کے لئے ہوگا۔ کیونکہ ہر

کلام سے اس کی معروف، معانی مراد لیا جاتا ہے۔ اس لئے شرعی احکام کا مفہوم اخذ کرتے ہوئے الفاظ کی لغوی حیثیت کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہم کہیں کہ امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور نہی فساد کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ بات ہمیں شرعی طور پر پتہ ملی ہیں۔ اگرچہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے لغوی اعتبار سے اس میں کوئی فساد لاحق نہ ہو۔ اسی طرح شارع کا کسی ایک لفظ کو امت کے کسی ایک فرد کیلئے خاص کرنے کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ وہ لفظ اس فرد یا اس جیسے دیگر افراد کیلئے مخصوص ہوگا۔ اگرچہ لغوی اعتبار سے اس لفظ میں ایسی کوئی تخصیص موجود نہ ہو کیونکہ یہاں شارع کی لغت اور عرف کا اعتبار کیا جائیگا۔ یہ چیز بغیر کسی کوشش کے دینی اعتبار سے طے شدہ ہے اور اس وقت بھی طے تھی جب قیاس کی صحت، اس کی شرائط اور اصول مقرر نہیں کیے گئے تھے۔ گویا جس طرح لغوی اعتبار سے لفظ کے اقتضاء اور عدم اقتضاء پر بحث کی جاتی ہے۔ اسی طرح شارع کے محاورے اور رواج کے مطابق شرعی حکم کے الفاظ کے اقتضاء اور عدم اقتضاء کے درمیان فرق کیا جائے گا۔

تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ جس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس میں تکرار پائی جاتی ہے تو وہ تکرار کسی وقت یا سبب سے متعلق ہوگی اور درود شریف میں تکرار کا سبب بننے والی چیز آپ کے نام مبارک کا تذکرہ ہے۔ اس کی دلیل وہ احادیث ہیں جن کے مطابق ایسے موقع پر درود شریف نہ پڑھنے والے کی ناک خاک آلود ہو یا اسے بخیل قرار دیا جائے۔

اس مؤقف کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ اس بات کی تائید اس چیز سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بات بیان کی کہ وہ خود اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور پھر اس کے بندے کو درود بھیجنے کا حکم دیا۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے بھیجا جانے والا درود شریف ایک مرتبہ نہیں بھیجا گیا ہوگا اور نہ ہی وہ منقطع ہوگا بلکہ وہ ایسا درود ہے جس میں تکرار پائی جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں نبی اکرم ﷺ کی عظمت شان اور رفعت مکان کے اظہار کیلئے پہلے اس بات کا تذکرہ کیا اور پھر اہل ایمان کو یہ حکم دیا۔ اس لئے ان اہل ایمان کے حق میں درود شریف کی تکرار زیادہ موکد ہوگی تاکہ اس کی عظمت واضح ہو سکے۔

یہ حضرت یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کے حکم کو اسم مصدر کے ذریعے موکد کیا ہے۔ جو مبالغہ اور زیادتی کا تقاضا کرتا ہے اور یہ تکرار کی صورت میں ہی سامنے آ سکتی ہے۔

یہ حضرات یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کے حکم کے تحت جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں وہ بھی کثرت پر دلالت کرتے ہیں جیسے صلی وسلم میں درمیانی حرف پر شد پائی جاتی ہے اور یہ فعل کے تکرار پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے۔

کسر الخبز (بار بار روٹی توڑنا)، قطع اللحم (بار بار گوشت کاٹنا)، علم الخیر (بار بار بھلائی کی دعوت دینا)، بین الامر (بار بار وضاحت کرنا)، شدد فی کذا (اس میں بار بار شدت پیدا کرنا) وغیرہ۔

یہی حضرات یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کا حکم اس احسان کے مقابلے میں دیا گیا ہے جو آپ نے امت پر کیا ہے۔ یعنی شرعی احکام کی مقیم ہدایت رہنمائی اور پھر ان کے نتیجے میں حاصل ہونے والی برکات اور یہ بات طے ہے کہ ان سب نعمتوں کے حصول کے مقابلے میں ساری زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا کافی نہیں ہوگا۔ بلکہ اگر انسان اپنی سانسوں کی تعداد کے برابر بھی درود شریف پڑھتا ہے تو بھی اس حق کو ادا نہیں کر سکتا اور اس نعمت کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ اسی لئے اس نعمت کے شکر کے طور پر یہ اصول مقرر کیا گیا کہ جب بھی آپ کا نام مبارک سنا جائے تو درود شریف پڑھا جائے۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس شخص کو بخیل قرار دیا جو آپ کا نام مبارک سن کر درود شریف نہ پڑھے۔ کیونکہ جس ذات کی طرف سے انسان پر عظیم احسان ہو اور جس کی برکت سے اسے ایسی عظیم بھلائی حاصل ہوئی اگر اس کا ذکر سن کر یہ اس کی تعریف نہیں کرتا اور مختلف اعتبار سے اس کی مدح سرائی میں مبالغہ نہیں کرتا تو اسے شخص کو لوگ بخیل، کمینہ اور ناشکرا قرار دیں گے۔ ایک عام انسان کے عام احسان کے مقابلے میں اس احسان کی عظمت کا عالم کیا ہوگا جو کسی بھی مخلوق کا دوسری مخلوق پر سب سے بڑا احسان ہو سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کو دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل ہوتی ہے اور وہ دنیا و آخرت کے شر سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ یہ ایسا احسان ہے جس کی حقیقت کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ اس کا شکریہ ادا کرے اور یہ انعام عطا کرنے والا کیا اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اور تعریف کی جائے اور جب بھی کسی محفل میں اس کا ذکر ہو جہاں تک ممکن ہو اس کی تعریف و توصیف کی جائے۔ اور اس کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ جب آپ کا نام مبارک لیا جائے تو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجا جائے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو شخص آپ کا نام مبارک سن کر درود نہیں پڑھتا۔ آپ نے اسے بد دعا دی ہے کہ اس کی ناک، خاک آلود ہو کیونکہ وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل ورسوا کرے اور اس کی ناک کو مٹی میں ملا دے۔

ایک اور پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو اس طرح بلائے جیسے آپ میں ایک دوسرے کو بلاتے ہیں یا آپ کا نام مبارک اس طرح لیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لیتے ہیں بلکہ انہیں چاہئے کہ وہ رسول اللہ، نبی اللہ کے القاب کے ہمراہ آپ کو مخاطب کریں کیونکہ یہ آپ کی تعظیم وتوقیر کا معاملہ ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ایسے وقت میں آپ کے تعظیمی نام کے ہمراہ درود شریف بھی پڑھا جائے تا کہ آپ کے ذکر خیر اور عام افراد کے تذکرے میں فرق ہو جائے۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ کو نبی یا رسول کہنے کے ذریعے آپ میں اور دیگر افراد میں فرق ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کے ذکر خیر کے وقت درود شریف کو واجب قرار نہ دیا جائے تو آپ کا ذکر خیر بھی عام افراد کے تذکرے کی مانند ہو جائے گا۔

یہ اس آیت کی ایک تفسیر تھی۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم نبی اکرم ﷺ کے بلانے کو اس طرح نہ سمجھو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکار کر سمجھتے ہو کہ کبھی کسی عذر یا مجبوری کے باعث جواب نہیں دیتے بلکہ وہ جب بھی تمہیں بلائیں تو فوراً انہیں جواب دو جلدی سے ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ تمہاری نماز بھی اس جلدی میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ تو اگر بارگاہ رسالت کی حاضری میں نماز رکاوٹ نہیں بن سکتی تو دیگر اسباب یا کسی عذر کی کیا حیثیت ہوگی جو اس سے کمتر درجے کے مالک ہیں۔ اس تفسیر کی صورت میں مصدر کی نسبت فاعل کی طرف ہوگی۔ اور پہلی تفسیر کی صورت میں مصدر کی نسبت مفعول کی طرف ہوگی۔

یہ بھی کہا گیا ہے اور یہ پہلے دونوں اقوال سے زیادہ بہتر ہے کہ یہاں مصدر کی نسبت نہ تو فاعل کی طرف ہے اور نہ ہی مفعول کی طرف ہے۔ بلکہ اس کی نسبت صرف اسماء کی طرف ہے۔ یعنی تم نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے وقت یوں مخاطب نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو کرتے ہو۔ اس میں سابقہ دونوں معانی ایک ساتھ پائے جائیں گے۔ یعنی اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ تم نے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح نام لے کر مخاطب نہیں کرنا۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہو اور تم نے نبی اکرم کے بلانے پر حاضر ہونے پر تاخیر نہیں

کرنی۔ دونوں میں سے جو بھی مراد لئے جائیں اصل مقصد یہی ہے کہ آپ کی عظمت شان کو دوسروں سے ممتاز کیا جائے۔ اور امت کو آپ کی تعظیم و توقیر سکھائی جائے۔ لہٰذا آپ کا نام مبارک ذکر کرتے وقت درود حدیث پڑھنا بھی آپ کے امتیاز کا باعث بنتا ہے۔

اسی مسئلے کو ایک اور حوالے سے دیکھا جائے تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص آپ کا ذکر مبارک سن کر آپ پر درود نہ بھیجے وہ جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔ اس ہدایت کو بیہقی نے نقل کیا ہے اور یہی امام مسلم محمد بن حنیفہ (جو حضرت علی کے صاحبزادے ہیں) کی مراسیل میں سے ایک ہے۔ اس کے شواہد (تائیدی) روایات بھی ہیں جنہیں ہم نے کتاب کے آغاز میں نقل کر دیا ہے۔ اگر آپ کا ذکر مبارک سن کر آپ پر درود شریف پڑھنا واجب نہ ہوتا تو درود شریف نہ پڑھنے والا شخص جنت کے راستے سے نہ بھٹکتا۔

اس طرح یہ بات بھی منقول ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ کرے یا جس کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور آپ پر درود نہ پڑھے تو اس نے آپ سے جفا کی اور کسی مسلمان کیلئے آپ سے جفا کرنا جائز نہیں ہے۔

پہلے مقدمے کی دلیل وہی روایت ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ اُذْكَرَ عِنْدَ الرَّجُلِ ، فَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ

''یہ جفا (بے وفائی) ہے کہ کسی شخص کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''[1]

اگرچہ یہ مرسل روایت ہے اور صرف ایک ہی روایت ہے مگر اس کے اصول اور شواہد موجود ہیں۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں یہ روایات نقل کی گئی ہیں کہ ایسا شخص بخیل ہے یا اس کی ناک خاک آلود ہو۔ اور یہ کیفیت جفا کے نتیجے میں لازم آتی ہے۔

دوسرے مقدمے کی یہ دلیل ہے کہ آپ سے جفا کرنا کمال محبت کے منافی ہے اور آپ کی محبت کو اپنی ذات، اہل خانہ اور مال پر فوقیت دینا ضروری ہے کیونکہ آپ اہل ایمان کے نزدیک ان کی جان سے زیادہ عزیز ہیں اور کوئی بھی شخص وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک

---

[1] عبدالرزاق صنعانی 'المصنف' (3121) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (215)

اللہ کے رسول اس کے نزدیک اس کی اپنی ذات، اولاد، والدین بلکہ تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔ جیسا کہ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کی۔

یا رسول اللہ! واللہ لأنت أحب الی من کل شیء الا من نفسی' قال: لا یا عمر! حتی اکون احب الیك من نفسك قال: فوا اللہ لانت الان احب الی من نفسی' قال: "الان یا عمر!"

"یارسول اللہ! میری جان کے سوا، آپ مجھے تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں اے عمر! (تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے) جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں تو حضرت عمر نے عرض کی۔ اللہ کی قسم! اب آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ (آپ نے فرمایا۔ اے عمر! اب (تم کامل مومن ہو)"[1]

اور صحیح روایت کے مطابق آپ کا یہ فرمان بھی معقول ہے۔

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من ولدیه' ووالده' والناس اجمعین

"کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والدین، بلکہ تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"[2]

اس حدیث میں آپ نے محبت کی تین قسموں کا ذکر کیا ہے۔

ایک وہ محبت جس میں تعظیم اور احترام کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ جیسے والدین سے محبت کرنا۔

دوسری محبت جس میں لطف اور مہربانی کے جذبات پائے جاتے ہیں جیسے اولاد سے محبت کرنا۔

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (6632) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' "المسند" (293/5, 336, 233/4)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (15) مسلم' بن الحجاج القشیری' "الجامع الصحیح" (44)

اور تیری محبت جو کسی کے احسان یا کسی شخص کی ذاتی خوبیوں سے قائم ہونے کے باعث انسان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے جیسے لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

اور کوئی بھی مسلمان اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوتا جب تک اسے نبی اکرم ﷺ سے، محبت کی ان تینوں اقسام سے زیادہ محبت نہ ہو۔

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جفا محبت کے منافی ہے۔

جب یہ بات طے ہوگئی کہ آپ کی محبت فرض ہے اور اس محبت کے لوازمات یعنی آپ کا احترام، تعظیم وتوقیر، آپ کی اطاعت آپ کو اپنی ذات پر ترجیح دینا، اپنے آپ کو آپ کے لئے ایثار کرتے ہوئے آپ کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھنا بھی فرض ہیں تو آپ کے ذکر مبارک کے وقت آپ پر درود بھیجنا بھی اس محبت کے لوازم میں شامل ہوگا۔

جب اس ساری گفتگو سے یہ ثابت ہوگیا کہ جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اس پر واجب ہے کہ آپ پر درود بھیجے۔ تو آپ کا تذکرہ کرنے والے پر بدرجہ اول درود پڑھنا واجب ہوگا۔ اس کی نظیر کے طور پر یہ مسئلہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ جب آیت سجدہ سننے والے شخص پر سجدہ کرنا واجب (یا مستحب) ہے تو تلاوت کرنے والے پر بدرجہ اول واجب ہوگا۔ واللہ اعلم۔

جو حضرات درود شریف کے وجوب کی نفی کرتے ہیں۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ بات طے شدہ ہے اور اس میں تنازعہ کی گنجائش نہیں ہے کہ سلف صالحین جو دینی امور میں پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ بات منقول نہیں ہے کہ جب بھی نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک لیتے ہوں ساتھ درود شریف ضرور پڑھتے ہوں۔ بے شمار احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ وہ آپ کو مخاطب کرتے وقت صرف ''یا رسول اللہ'' کہا کرتے تھے۔ بعض حضرات کبھی کبھار اس کے ہمراہ صلی اللہ علیک کہہ دیا کرتے تھے۔ اگر آپ کا نام مبارک (ذکر کرتے یا سننے وقت) درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو نبی اکرم ﷺ ان کے درود نہ پڑھنے کا انکار کرتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر ہر مرتبہ آپ کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو یہ مشہور واجبات میں شامل ہوتا اور نبی اکرم ﷺ واضح طور پر اپنی امت کو اس بارے میں بتا دیتے تاکہ عذر ختم ہو جاتا اور حجت قائم ہو جاتی۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور تبع تابعین میں سے کسی ایک کا

بھی یہ فتویٰ منقول نہیں ہے بلکہ اکثر فقہاء بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ نماز میں درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے اور جن حضرات نے اسے واجب قرار دیا ہے۔ان کا قول شاذ ہے اور سابقہ ذکر کردہ اجماع کے خلاف ہے۔جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔(جب نماز میں واجب نہیں ہے) تو نماز سے باہر کیسے واجب ہو سکتا ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے اگر ہمیشہ آپ کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو موذن کلمہ شہادت پڑھتے وقت ساتھ درود شریف بھی پڑھتا اور اذان میں اس کا واجب ہونا تو دور کی بات ہے اسے پڑھنا بھی درست نہیں ہے۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ جو شخص اذان سن کر جواب دیتا ہے اس پر آپ کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا واجب ہوتا ہے حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اذان سننے والے کو صرف وہی کلمات کہنے کا حکم دیا ہے جو موذن کہتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اذان سننے والا صرف اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر اکتفا کر سکتا ہے کیونکہ موذن صرف یہی کلمات کہتا ہے۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ پہلے تشہد کے الفاظ بالاتفاق اَشهد اَن محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ پر ختم ہو جاتے ہیں۔اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ پہلے تشہد میں نبی اکرم ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیجنا مشروع ہے؟

اس بارے میں تین اقوال پائے جاتے ہیں۔

پہلا یہ کہ درود شریف صرف آخری تشہد میں مشروع ہے۔

دوسرا یہ کہ پہلے قعدہ میں بھی مشروع ہے۔

پھر تیسرے یہ کہ صرف نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا مشروع ہے۔آپ کی آل پر نہیں۔

مگر ان میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ پہلے قعدے میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت اسم مبارک کے ہمراہ درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ جو شخص کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوتا ہے مگر کلمہ شہادت پڑھتے وقت اس کیلئے درود شریف پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ خطیب حضرات جمعہ یا عیدین کے خطبے کے دوران نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے ہوئے صرف کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔اگر ہر مرتبہ آپ

کے نام مبارک کے ہمراہ درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو ان پر واجب ہوتا کہ کلمہ شہادت کے ہمراہ درود شریف بھی پڑھیں۔ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خطبہ کے دوران پڑھا جانے والا درود اس کیلئے کافی ہوگا۔ کیونکہ اس درود شریف کا کلمہ شہادت میں موجود آپ کے نام مبارک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بطور خاص اس وقت بلکہ کلمہ شہادت اور درود شریف کے درمیان خطبہ کے دیگر کئی الفاظ موجود ہیں۔ جبکہ جو حضرات درود شریف کے وجوب کے قائل ہیں کہ جب بھی آپ کا نام مبارک کہا جائے گا اس کے ہمراہ درود شریف پڑھنا واجب ہوگا۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ آپ کا دوسری مرتبہ ذکر کرنا پہلی مرتبہ ذکر کرنے سے الگ حیثیت رکھتا ہے۔

نویں دلیل یہ ہے کہ اگر ہر مرتبہ آپ کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا واجب ہو تو قرأت کرنے والے کیلئے یہ ضروری ہوگا کہ جب بھی آپ کا نام مبارک پڑھے ساتھ درود شریف بھی پڑھے۔ اور اس واجب کی ادائیگی کیلئے اسے اپنی قرأت کو تھوڑی دیر کیلئے روکنا ہوگا۔ خواہ وہ نماز میں قرأت کر رہا ہو یا نماز سے باہر ہو۔ درود شریف پڑھنے کے باعث نماز نہیں ٹوٹے گی کیونکہ وہ ایک واجب ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے۔ یہ طے ہے کہ اگر ایسا کرنا واجب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اس کی سختی سے پابندی کرتے۔ اسے فوراً ادا کرتے اور اس میں کوئی تاخیر نہ کرتے۔

دسویں دلیل یہ ہے کہ اگر ہر مرتبہ آپ کے نام مبارک کے ہمراہ درود شریف پڑھنا واجب ہو تو پھر ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کے ہمراہ حمد یہ کلمات پڑھنا بھی واجب ہوگا۔ اس لئے جب بھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا نام لے تو ساتھ ہی سبحانہ وتعالیٰ، عزوجل، تبارک وتعالیٰ، جلت عظمۃ تعالیٰ جدہ وغیرہ جیسے کلمات ادا کرے۔ بلکہ ایسا کرنا زیادہ ضروری ہوگا چونکہ نبی اکرم ﷺ سے محبت اور تعظیم اور ان کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ سے، اس کی تعظیم، احترام اور قرب فرمانبرداری کے تابع ہے۔ لہٰذا یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے صرف اس کے رسول کی تعظیم وتکریم کی جائے۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم وتکریم، اللہ کی محبت، اس کی تعظیم وتکریم اور احترام کے تابع ہوگی۔ اسی لئے رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اس نے اللہ سے بیعت کی۔ (قرآن کہتا ہے)

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح: ۱۰)

''بے شک جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا دست (قدرت، تائید اور محابت کی شکل میں) اس کے ہاتھوں پر ہے۔''

اسی طرح رسول کی محبت، اللہ کی محبت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)

''(اے رسول!) تم کہہ دو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا۔''

نبی اکرم کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے آپ کی نصرت اللہ کی نصرت ہے۔ کیونکہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے خاص بندے ہیں۔ اس کی ذات کی طرف، اس کی اطاعت و فرمانبرداری، محبت، تعظیم و احترام اور عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ تو بھلا یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جائے تو آپ پر درود پڑھنا واجب ہو گا لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو حمد پڑھنا واجب نہیں ہو گا۔ یہ محال ہے۔

گیارہویں دلیل یہ ہے۔

بالفرض محفل میں ایسا شخص بیٹھا ہو جس کا تکیہ کلام محمد رسول اللہ یا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ہو اور بہت سے لوگ اس کی باتیں سن رہے ہوں تو اب اگر آپ یہ کہیں کہ ان سب لوگوں پر لازم ہے کہ ان کا تکیہ کلام بھی درود شریف ہو جائے تا وقتیکہ وہ مجلس ختم ہو جائے تو یہ حرج اور مشقت کی بات ہو گی۔ ان میں سے کوئی شخص کچھ قرأت نہیں کر سکے گا یا کچھ پڑھ نہیں سکے گا۔ یا اپنی ضرورت نہیں بیان کر سکے گا۔ یا علمی مذاکرہ نہیں کر سکے گا، یا قرآن کی تعلیم نہیں دے سکے گا وغیرہ وغیرہ۔

اگر آپ کہیں کہ اسی صورت میں ان سب لوگوں پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے تو آپ نے خود اپنے مؤقف کی نفی کر دی ہے۔ اگر آپ یہ کہیں ان میں سے ہر شخص پر ایک مرتبہ یا ایک سے زیادہ مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے تو اس حکم کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگرچہ یہی بھی آپ کے مؤقف کے خلاف ہے۔

بارہویں دلیل یہ ہے کہ آپ پر درود شریف پڑھنے کے مقابلے میں آپ کی رسالت کی گواہی دینا زیادہ ضروری ہے اور یہ بات طے ہے کہ کوئی بھی شخص اس گواہی کے بغیر دائرہ

اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کا نام مبارک لیتے وقت آپ کی رسالت کی گواہی دینا ضروری نہیں ہے تو درود شریف پڑھنے کو کیسے واجب قرار دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے بعد آپ کی رسالت کی گواہی سب سے اہم فرض ہے۔ آپ کا نام مبارک لیتے وقت یہ گواہی دینے کو کیوں واجب قرار نہیں دیا جا سکتا جبکہ اس کے ذریعے انسان اپنے ایمان کو یاد رکھتا ہے اور اس گواہی کے اعتراف میں لازم ہونے والے احکام کو یاد رکھتا ہے۔ لہٰذا لازم ہونا چاہئے کہ وہ شخص جب بھی آپ کا نام لے تو ہمیشہ محمد رسول اللہ کہے۔ درود شریف کے مقابلے میں اس کو واجب قرار دینا زیادہ ضروری محسوس ہوتا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) دونوں فریقین نے ایک دوسرے کے پیش کردہ دلائل کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ جس میں سے بعض بہت کمزور ہیں، بعض درمیانی نوعیت کے ہیں اور بعض بہت مضبوط ہیں۔ اگر آپ فریقین کے دلائل کا بغور جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

فصل: بارہواں مقام

# تلبیہ سے فراغت کے بعد درود شریف پڑھنا

دار قطنی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت خزیمہ بن ثابت کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ان النبی ﷺ کان اذا فرغ من تلبیته سال اللہ تعالیٰ مغفرته ورضوانه' واستعاذ برحمته من النار

"نبی اکرم ﷺ جب تلبیہ پڑھ کے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رضامندی کی دعا کی اور جہنم سے اس کی رحمت کی پناہ مانگی۔"[1]

قاسم بن محمد کہتے ہیں:

"وہ (نبی اکرم) اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ تلبیہ کے بعد درود شریف پڑھا جائے۔"

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بھی دعا کے توابع میں شامل ہے۔

---

[1] قاضی اسماعیل، فضل الصلوۃ علی النبی (79) سخاوی، القول البدیع (299)

فصل: تیرہواں مقام

# حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت درود شریف پڑھنا

ابوذر حری، حضرت نافع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ آپ جب بھی حجر اسود کو بوسہ دیتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ ! ایمانًا بك ' وتصدیقًا بکتابك ' وسنة نبیك صلی اللہ علیہ وسلم

''اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے تیری کتاب کی اور تیرے نبی کی سنت کی تصدیق کرتے ہوئے (اس کو بوسہ دے رہا ہوں)''[1]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ صفا و مروہ پر بھی درود شریف پڑھا جاتا ہے۔

---

[1] طبرانی، معجم اوسط (5482) سخاوی، القول البدیع (299)

## فصل: چودھواں مقام

# روضہ مبارک پر حاضری کے وقت درود شریف پڑھنا

سحنون حضرت عبداللہ بن دینار کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''قیس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوئے اور ہدیہ درود و سلام پیش کیا۔ پھر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیلئے دعا کی۔''

یہ روایت امام مالک نے موطا میں نقل کی ہے۔[1]

امام مالک، عبداللہ بن دینار کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ وہ جب بھی کسی سفر کیلئے روانہ ہونے لگتے یا سفر سے واپس آتے۔ تو پہلے قبر انور پر حاضر ہوتے اور ہدیہ درود پیش کرتے پھر دعا مانگ کر وہاں سے ہٹتے۔''[2]

ابن نمیر، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

''وہ جب بھی کسی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے قبر انور پر حاضر ہوتے اور ہدیہ درود پیش کرتے۔ مگر آپ قبر انور کو چھوتے نہیں تھے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجتے۔ (اور پھر اپنے والد کی قبر کی طرف رخ کر کے) کہتے اسلام علیکم ابا جان!''

---

[1] مالک بن انس الاصبحی' موطا (166/1)

[2] سخاوی' ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (304)

فصل: پندرھواں مقام

## بازار اور دعوت وغیرہ میں درود شریف پڑھنا

ابن ابی حاتم اپنی سند کے ہمراہ ابووائل کا یہ بیان کرتے ہیں۔
''میں نے حضرت عبداللہ کا یہ معمول دیکھا ہے کہ آپ جب بھی کسی دسترخوان پر بیٹھتے یا کسی جنازہ میں شریک ہوتے یا اس کے علاوہ کوئی بھی کام ہوتا تو سب سے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے پھر دعا مانگتے۔ اگر آپ بازار میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ زیادہ غفلت کا امکان ہوتا وہاں بیٹھ کر اللہ کی حمد بیان کرتے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے اور دعا مانگتے۔''[1]

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن'' القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (314)

## فصل: سولہواں مقام

# بیدار ہونے پر درود شریف پڑھنا

امام نسائی اپنی سنن کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

**یضحك الله الی رجلین ' رجلٍ لقی العدوّ ' وھو علی فرسٍ من اَمثل خیل اصحابه' فانھزموا' وثبت ' فان قتل ' استشھد ' وان بقی ' فذلك الذی یضحك الله الیه ' ورجلٍ قام فی جوف اللیل لا یعلمُ به اَحدٌ ' فتوضّأ فأسبغ الوضوءَ ' ثم حمد الله ومجدهٗ ' وصلی علی النبی ﷺ 'واستفتح القراٰن' فذٰلك الذی یضحكُ الله الیه ' یقول: انضروا الی عبدی ' قائمًا لا یراہ اَحدٌ غیری**

''اللہ تعالیٰ دو لوگوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔ ایک وہ جو دشمن کے مقابلے میں آئے اور وہ اس وقت اپنے سب ساتھیوں کے مقابلے میں سب سے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو۔ اس کے ساتھی بھاگ جائیں اور یہ ثابت قدم رہے۔ پھر یہ شہید ہو جائے یا زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو رات کو ایسے وقت اٹھے جب کسی کو اس کے اٹھنے کا پتہ نہ چل سکے۔ پھر اچھی طرح وضو کرے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کرے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور قرآن کی تلاوت کرے۔ اس شخص سے بھی اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور (فرشتوں سے) فرماتا ہے۔

''میرے اس بندے کی طرف دیکھو۔ یہ نماز پڑھ رہا ہے حالانکہ اسے میرے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ رہا۔''[1]

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہی روایت نقل کی ہے۔[2]

---

[1] امام نسائی' احمد بن شعیب' عمل الیوم' (867) ابن سنی (763) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن'' القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (264)

[2] عبدالرزاق (20281) طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الکبیر' (8798) ہیثمی' مجمع الزوائد (255/2)

فصل: سترہواں مقام

# ختم قرآن کے وقت درود شریف پڑھنا

یہ اس لئے ہے کیونکہ اس موقع پر دعا کی جاتی ہے۔
امام احمد بن حنبل نے صراحت کی ہے کہ ختم قرآن کے وقت دعا مانگی جائے۔
آپ ابوالحارث کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔
''حضرت انس کا یہ معمول تھا کہ جب قرآن ختم کرتے تو اپنے اہل خانہ اور اولاد کو اکٹھا کر کے (ختم قرآن کی دعا مانگا کرتے)''
یوسف بن موسیٰ روایت کرتے ہیں۔
''امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا۔ ایک شخص قرآن ختم کرتا ہے تو اس کے ہاں محفل منعقد ہوتی ہے۔ جہاں لوگ اکٹھے ہو کر دعا مانگتے ہیں۔ (ایسا کرنا درست ہے؟) آپ نے فرمایا ہاں! میں نے مسعود کو دیکھا ہے کہ جب وہ قرآن ختم کرتے تھے تو آپ ایسا ہی کرتے تھے۔''
حرب کی روایت کے مطابق امام احمد فرماتے ہیں۔
''یہ بات مستحب ہے کہ جب انسان قرآن ختم کرے تو اپنے اہل خانہ کو اکٹھا کر کے دعا مانگے۔''
ابن ابوداؤد اپنی کتاب ''فضائل القرآن'' میں تحریر کرتے ہیں۔
''امام مجاہد اور عبدہ بن ابی ربابہ نے مجھے بلوایا اور کہا ہم قرآن ختم کرنا چاہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ختم قرآن کے وقت مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر ان دونوں حضرات نے دعا مانگی۔''[1]

---

[1] ابن ابی ابوداؤد' فتوحات الربانیہ (246/3)

ابن ابی داؤد اسی کتاب میں حضرت ابن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔
''جو شخص قرآن ختم کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔''[1]

مجاہد کہتے ہیں۔
ختم قرآن کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔[2]

ابو عبید ''فضائل القرآن'' میں حضرت قتادہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔
''مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو اپنے ساتھیوں کے سامنے شروع سے لے کر آخر تک قرآن پڑھتا تھا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ آپ کسی کو نگرانی کیلئے وہاں بھیجا کرتے تھے اور جب ختم قرآن کا وقت آتا (تو وہ شخص آپ کو اطلاع دیتا) اور آپ وہاں تشریف لے آتے۔''

امام احمد نے یہ تصریح کی ہے۔
''نماز تراویح میں (ختم قرآن کے وقت) دعا مانگنا مستحب ہے۔''

حنبل کہتے ہیں میں نے امام احمد کو ختم قرآن کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔
''جب تم سورہ الناس پڑھ لو تو رکوع سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے بلند کرو۔''

میں نے پوچھا آپ نے یہ بات کس دلیل کے ساتھ کہی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں نے اہل مکہ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت سفیان بن عیینہ مکہ مکرمہ میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔

عباس بن عبد العظیم کہتے ہیں۔ میں نے اہل بصرہ اور اہل مکہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اہل مدینہ کے بارے میں اسی طرح کی روایات موجود ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

فضل بن زیاد کہتے ہیں۔ میں نے ابو عبداللہ (احمد بن حنبل) سے دریافت کیا۔ جب میں نے قرآن ختم کرنا ہو تو نماز تراویح میں ختم کروں یا وتر کی نماز میں؟ آپ نے فرمایا۔ نماز تراویح میں ختم کرو تا کہ تراویح اور وتر کے درمیان دعا مانگ سکو۔ میں نے پوچھا کس طرح مانگوں؟ آپ نے فرمایا جب تم قرآن مکمل پڑھ لو تو رکوع میں جانے سے پہلے اپنے دونوں

---

1. طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الکبیر' (173/7)
2. دار بن کثیر' النووی' یحیٰی بن شرف ''الاذکار'' (172)

ہاتھ اٹھاؤ اور نماز کے دوران دعا مانگو اور دعا کے دوران قیام کو طول دو۔ میں نے پوچھا: کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا جو تمہارا جی چاہے۔ فضل کہتے ہیں میں نے ایسے ہی کیا جیسا آپ نے مجھے تلقین کی تھی اور آپ خود میرے مقتدیوں میں کھڑے ہوئے ہاتھ اٹھائے دعا میں شامل تھے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ دعا مانگنے کا اہم موقع ہے اور اس وقت دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ اس لئے درود شریف پڑھنے کیلئے بھی یہ تاکید کا موقع ہوگا۔

فصل: اٹھارہواں مقام

# جمعہ کے دن درود شریف پڑھنا

حضرت اوس بن اوس کی حدیث حضرت ابو امام کے حوالے سے پہلے نقل کی جا چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

**اکثروا علی من الصلاۃ فی کل یوم جمعۃ' فان صلاۃ امتی تعرض علی فی کل یوم جمعۃٍ' فمن کان اکثرھم علی صلاۃً' کان اقربھم منی منزلۃ صلی اللہ علیہ وسلم**

''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ ہر جمعے کے دن میری امت کا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص مجھ پر جتنی کثرت سے درود بھیجے گا وہ قدر و منزلت کے اعتبار سے میرے اتنے زیادہ قریب ہوگا۔''[1]

اس روایت کو امام بیہقی نے نقل کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

امام بیہقی، حضرت ابو مسعود انصاری کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**اکثروا علی من الصلاۃ یوم الجمعۃ' فانہ لیس احدٌ یصلی علی یوم الجمعۃ الا عرضت علی صلاتُہٗ**

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اس کا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔''[2]

---

[1] حاکم ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین ''(421/2) سخاوی' ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع''(234)

[2] بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ''(249/3) ابن عدی' کامل (530/3) سخاوی' ابو عبداللہ محمد بن عبد الرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع''(282)

اس روایت کی سند میں اسماعیل بن رافع ہیں (جو ضعیف ہیں) یعقوب بن سفیان کہتے ہیں۔ان کی روایت کو شواہد اور مناجات کے طور پر نقل کیا جا سکتا ہے۔

ابن عدی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**اکثروا الصلاة علی یوم الجمعة' فان صلاتکم تعرض علی**

''جمعے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔''

اگرچہ اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے لیکن اسے شواہد کے طور پر نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پہلے (دوسرے باب میں) حضرت حسن کے حوالے سے بطور مرسل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا جا چکا ہے۔

**اکثروا الصلاة علی یوم الجمعة**

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ تحریری فرمان جاری کیا تھا۔

''جمعہ کے دن علم کو پھیلاؤ کیونکہ علم کی تباہی اسے بھول جانا ہے اور جمعہ کے دن کثرت سے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔''[1]

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع''(286)

## فصل: انیسواں مقام

# مسجد کے پاس سے گزرتے وقت درود شریف پڑھنا

قاضی اسماعیل اپنی کتاب میں امام زین العابدین کے حوالے سے حضرت علی کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**اذا مررتم بالمساجد فصلوا علی النبی ﷺ**

''جب تم مسجد کے پاس سے گزرو تو نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔''

---

ا سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع'' (384)

## فصل: بیسواں مقام

# محفل سے اُٹھتے وقت درود شریف پڑھنا

حضرت سفیان بن سعید کی یہ عادت تھی کہ وہ کسی بھی محفل سے اُٹھتے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔

**صلی اللہ وملائکتہ علی محمد وعلٰی انبیاء اللہ وملائکتہ**

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے' نبی اکرمؐ' دیگر تمام انبیاء اور فرشتوں پر درود بھیجیں۔''

(ابن قیم کہتے ہیں) میں نے اس بارے میں ایک روایت پڑھی ہے۔[1]

---

[1] سخاوی' ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' ''القول البدیع''

فصل: اکیسواں مقام

# مشکل یا ہر پریشانی میں درود شریف پڑھنا

حضرت ابی بن کعب روایت کرتے ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب تہائی رات گزر جاتی تو اٹھ کر فرماتے۔لوگو اللہ کو یاد کرو۔''راجفہ'' آنے والی ہے۔جس کے بعد''رادفہ'' ہوگی۔موت اپنی سختی سمیت آنے والی ہے۔موت اپنی سختی سمیت آنے والی ہے۔''

حضرت ابی کہتے ہیں۔میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں۔مجھے کس قدر درود شریف پڑھنا چاہئے۔آپ نے فرمایا۔جتنا تم چاہو۔میں نے عرض کی چوتھائی؟ آپ نے فرمایا جو تم چاہو، اگر اضافہ کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔میں نے عرض کی نصف؟ آپ نے فرمایا جو تم چاہو اگر تم اضافہ کرلو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔میں نے عرض کی دو تہائی؟ آپ نے فرمایا جو تم چاہو۔اگر تم زیادہ پڑھ لو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔میں نے عرض کی۔پھر تو میں ہر وقت آپ پر درود ہی پڑھا کروں گا۔آپ نے فرمایا اس صورت میں تمہاری ضروریات پوری ہوں گی اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

ترمذی نے محمد بن عقیل کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اسے صحیح قرار دیا ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''میری اور مجھ سے پہلے والے انبیاء کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص ایک گھر بنائے۔[1]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، ''الجامع الصحیح''(3534) مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح''(2287)
بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، ''الجامع الصحیح''(3535) مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح''(2286)

اسی روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

''ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! اگر میں ہر وقت آپ پر درود بھیجوں تو آپ کے خیال میں یہ کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔''

''اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری تمام دنیاوی اور اخروی ضروریات پوری کردے گا۔''[1]

---

[1] ابن ابی شیبہ ''مصنف'' (517/2)

فصل: بائیسواں مقام

# اسم مبارک کے ہمراہ درود شریف لکھنا

ابو شیخ اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**مَن صلّی علی فی کتابٍ لم تزلِ الملائکة یستغفرون له ما دام اسمی فی ذٰلك الکتاب**

''جو شخص مجھ پر تحریری طور پر درود بھیجے گا تو جب تک اس تحریر میں میرا نام باقی رہے گا فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔''[1]

یہ روایت مختلف اسناد سے حضرت اسید سے منقول ہے ان کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس موضوع سے متعلق روایات منقول ہیں۔

سبحان ربیع اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**من صلی علی فی کتابٍ لم تزل الصلاة جاریةً له ما دام اسمی فی ذٰلك الکتاب**

''جو شخص درود شریف لکھے گا جب تک وہ تحریر برقرار رہے گی اس وقت تک اس پر رحمت نازل ہوتی رہے گی۔''

---

[1] طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الاوسط' (1856) ابن الجوزی' موضوعات (228/1) خطیب' ''شرف اصحاب الحدیث'' (65) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (354)

حسن بن محمد کہتے ہیں۔ میں نے امام احمد بن حنبل کو خواب میں دیکھا تو آپ نے مجھ سے کہا۔

''اے ابوعلی! کاش تم دیکھ سکتے کہ ہم نے جو درود شریف تحریر کیے تھے وہ کس طرح ہمارے سامنے روشن ہوتا ہے۔''

ابوالحسن بن علی کہتے ہیں۔ میں نے شیخ ابوعلی حسن بن عیینہ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کی انگلیوں پر سنہرے یا زعفرانی رنگ میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں ان سے دریافت کرتے ہوئے ان سے پوچھا۔ استاد محترم! یوں لگتا ہے جیسے آپ کی انگلیوں پر کوئی عمدہ چیز تحریر ہے۔ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ بیٹے! میں جو احادیث تحریر کیا کرتا تھا یہ اس کی وجہ سے ہے۔ (یا یہ فرمایا) احادیث لکھنے کے دوران میں جو درود شریف لکھا کرتا تھا (یہ اس کی وجہ سے ہے)۔

خطیب' ابوسلیمان حزرانی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''میرے ایک پڑوسی کا نام فضیل تھا۔ وہ بکثرت روزے رکھتا تھا اور نوافل ادا کرتا تھا۔ وہ کہتا ہے پہلے جب میں احادیث لکھتا تھا تو درود شریف نہیں لکھتا تھا تو میں نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ جب تم تحریر کرتے ہو یا میرا نام لیا جائے۔ تو تم مجھ پر درود کیوں نہیں بھیجتے؟ (میں نے ایسا کرنا شروع کیا) کچھ عرصے بعد مجھے دوبارہ آپ کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔ جب تم مجھ پر درود بھیجنا چاہو یا میرا ذکر ہو تو ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھ لیا کرو۔''

سفیان ثوری کہتے ہیں۔ علم حدیث کے ماہرین کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بکثرت درود شریف (پڑھتے یا لکھتے) ہیں۔ کیونکہ جب تک وہ درود تحریری صورت میں موجود رہے گا اس وقت تک اس لکھنے والے پر رحمت نازل ہوتی رہے گی۔

محمد بن ابوسلیمان کہتے ہیں۔ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا اور پوچھا ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ اس نے مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا کس وجہ سے؟ تو انہوں نے فرمایا میرے درود شریف لکھنے کی وجہ سے۔

علم حدیث کے ایک ماہر بیان کرتے ہیں۔ میرا ایک پڑوسی تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ وہ

خواب میں دیکھائی دیا۔اس سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو اس نے کہا میری بخشش ہوگئی۔دریافت کیا گیا وہ کس وجہ سے؟ اس نے جواب دیا میں جب بھی کسی حدیث میں اللہ کے رسول کا نام لکھتا تھا تو ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھتا تھا۔

سفیان بن عینیہ کہتے ہیں۔ایک دفعہ مجھے خلف نے بتایا میرا ایک ساتھی تھا جو میرے ساتھ علم حدیث کی طلب میں نکلا۔اس کا انتقال ہوگیا۔میں نے اسے خواب میں دیکھا اس نے سبز لباس پہن رکھا تھا۔میں نے اس سے پوچھا کیا تم میرے ساتھ علم حدیث حاصل نہیں کرتے تھے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے پوچھا تمہیں یہ نعمت کس طرح حاصل ہوئی۔اس نے جواب دیا۔جس حدیث میں بھی نبی اکرم ﷺ کا نام آتا تھا میں اس کے نیچے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ دیا کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں مجھے یہ خلعت عطا کی جو تم دیکھ رہے ہو۔

عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں۔میں نے امام شافعی کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا اس نے مجھ پر رحم کیا اور مجھے بخش دیا اور مجھے جنت کی طرف یوں بھیجا جیسے دولہا کو سنوارا جاتا ہے اور مجھ پر یوں (نعمتیں) نچھاور کیں جیسے دولہا پر نچھاور کیا جاتا ہے (عبداللہ کہتے ہیں) میں نے کہا آپ اس مقام پر کس وجہ سے پہنچے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا مجھے کسی نے بتایا کہ تم نے اپنی کتاب ''الرسالہ'' میں نبی اکرم ﷺ پر جو درود بھیجا ہے یہ اس کی وجہ سے ہے۔میں نے پوچھا اس کے الفاظ کیا ہیں۔تو انہوں نے جواب دیا یہ الفاظ ہیں۔

وصلى الله علي محمدٍ عددَ ما ذكرهُ الذاكرون ، وعددَ ما غفلَ عن ذكره الغافلون

''جو لوگ نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتے ہیں اور جتنے لوگ آپ کے ذکر سے غافل ہیں ان کی تعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر درود نازل کرے۔''

(عبداللہ کہتے ہیں) اگلے دن اٹھ کر میں نے ''الرسالہ'' دیکھا تو اس میں یہی الفاظ موجود تھے۔

خطیب نقل کرتے ہیں ابو اسحاق دارمی فرماتے ہیں۔میں نے اپنی کتاب میں جو حدیث نقل کی۔اس کے ساتھ ''قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' لکھا۔میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے میری تحریر کو پکڑا، اسے دیکھا اور فرمایا یہ بہت اچھی ہے۔

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں میرے ایک قابل اعتبار دوست نے مجھے بتایا کہ میں نے علم حدیث کے ایک ماہر کو خواب دیکھا اور پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ انہوں نے جواب دیا۔اس نے مجھ پر رحم کیا اور بخش دیا۔ میں نے پوچھا وہ کس وجہ سے انہوں نے جواب دیا جب بھی نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک آتا تو میں وہاں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ دیا کرتا تھا۔

حافظ ابوموسیٰ نے اپنی کتاب میں بہت سے محدثین کے ایسے واقعات نقل کئے ہیں کہ ان کے وصال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا گیا اور انہوں نے بتایا کہ ہر حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف لکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا۔

ابنِ سنان کہتے ہیں میں نے عباس عنبری اور علی بن مدینی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم جو بھی حدیث سنتے ہیں تو ساتھ درود شریف ضرور پڑھتے ہیں اور اگر تحریر کے دوران جلدی میں درود شریف لکھنا ممکن نہ ہوتو درمیان میں خالی جگہ چھوڑ دیتے ہیں اور وہاں بعد میں درود شریف لکھ لیتے ہیں۔

فصل: تیئیسواں مقام

# درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور تبلیغ کے وقت درود شریف پڑھنا

اسماعیل بن اسحاق نقل کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ تحریری فرمان جاری کیا تھا۔

''آج کل یہ رواج چل نکلا ہے کہ لوگ آخرت کے امور کے عوض میں دوسروں سے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ واعظین نے درود شریف یہ بدعت ایجاد کی ہے کہ درود شریف میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ خلفاء اور امراء پر بھی درود بھیجا جاتا ہے۔ جیسے ہی میری یہ تحریر آپ تک پہنچے ان سب واعظین کو یہ حکم دیں کہ صرف انبیاء کرام پر درود بھیجا جائے اور عامۃ المسلمین کے لئے دعا کی جائے۔ ان دونوں باتوں کے علاوہ سب کچھ ترک کر دیا جائے۔''[1]

یہ بھی درود شریف کا ایک مخصوص موقع ہے کیونکہ وعظ ونصیحت کے دوران اس علم کی تبلیغ کی جاتی ہے جسے آپ نے اپنی امت تک منتقل کیا اور اس دوران آپ کی سنت اور طریقہ کار کی پیروی کی دعوت دی جاتی ہے جو نہایت افضل عمل ہے اور انسان کیلئے دنیا وآخرت میں انتہائی نفع بخش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ

---

[1] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (76) ابونعیم الحلیہ (338/5) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (353)

الْمُسْلِمِيْنَ (حم سجدہ: ۳۳)

''اس شخص کی گفتگو سے زیادہ اچھی بات اور کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے اور نیک اعمال کرے اور یہ اعتراف کرے کہ میں مسلمان ہوں۔''

اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف: ۱۰۸)

''(اے رسول!) تم فرما دو یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اس بصیرت کے مطابق جو مجھے اور میرے پیروکاروں کو حاصل ہے۔''

اس کا ایک معنی تو یہ ہوگا کہ میں اور میرے پیروکار بصیرت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اگر ''اُدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ'' پر وقف کرنے کے بعد ''عَلٰى بَصِيْرَةٍ'' سے نیا جملہ شروع کیا جائے تو بھی یہی مطلب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ سب کو یہ بتا دیں کہ آپ کا طریقہ دعوت الی اللہ کا ہے۔ لہٰذا جو شخص اللہ کی طرف دعوت دے گا۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے طریقے پر گامزن ہوگا اور وہ شخص اور اس کے پیروکار بصیرت (ہدایت) پر گامزن ہوں گے۔ اس کے برعکس جو شخص اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف دعوت دے گا نہ تو وہ نبی اکرم ﷺ کے طریقے پر گامزن ہوگا اور نہ ہی وہ اور اس کے پیروکار بصیرت پر ہوں گے۔

پس اللہ کی طرف دعوت دینا انبیاء و مرسلین اور ان کے پیروکاروں کا شیوہ ہے کیونکہ یہی پیروکاران انبیاء کی امتوں میں ان کے جانشین ہوتے ہیں اور لوگ انہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی طرف نازل ہونے والے احکام کی تبلیغ کریں اور خود اس (قرآن) کی حفاظت کا ذمہ لیا اور اس (رسول) کو لوگوں (کے شر سے) بچانے کا ذمہ لیا۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی امت کے مبلغین بھی اللہ تعالیٰ کی حفظ و پناہ میں اپنی دینی و تبلیغی خدمات کے مطابق ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کی طرف سے خواہ ایک آیت تم تک پہنچے تم اسے دوسروں تک منتقل کرو[1]۔ اور آپ نے اس شخص کے لئے دعائے خیر کی ہے جو خواہ کسی ایک ہی حدیث کی تبلیغ کرے[2]۔ دشمن کی شہ رگ تک پہنچنے

1. بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، ''الجامع الصحیح'' (3461) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''الجامع الصحیح'' (2669)

2. ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان، ''الصحیح'' (680) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند'' (437) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن'' (3660) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''الجامع الصحیح'' (2657) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (232)

سے زیادہ بہتر ہے کہ آپ کی نسبت امت تک پہنچا جائے۔ کیونکہ جہاد کے ذریعے تبلیغ بہت سے لوگ کرتے ہیں لیکن سنتوں کی تبلیغ صرف انبیاء کے وارثین اور خلفاء کر سکتے ہیں۔(یعنی علماء کرام) اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کی بدولت ہمیں بھی ان میں شامل کرے۔

علماء کی عظمت شان کا اظہار حضرت عمر بن خطاب نے اپنے خطبے میں بہت خوبصورت انداز میں کہا ہے۔اس خطبے کو ابن وضاہ نے اپنی کتاب ''الحوادث والبدع'' میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ امتن عَلی العباد بِاَنْ جَعَل فِیْ کُلِّ زمان فترةٍ مِن الرسل بقایا مِن اَهْل الْعِلم ' یَدْعُوْن مَنْ ضَل اِلی الْهُدیٰ ' وَیَصْبِرُوْنَ مِنْهُمْ عَلی الازی ' وَیُحِبُّوْنَ بِکِتَابِ اللّٰهِ اَهْل العمی ' کم من قتیل لاِبلیس قد اَحیوه ' وضالٍ تائه قد هدوه ' بذلوا دماء هم ' واموالهم ' دون هلکة فما احسن اثرهم علی الناس ' واقبح اثر الناس علیهم یقتلونهم فی سالف الدهر ' والی یومنا هذا ' فما نسیهم ربك : ''وَمَا کَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا'' (مریم:۶۴) جعل قصصهم هدی ' واَخبر عن حسن مقالتهم ' فلا تقصر عنهم ' فانهم فی منزلة رفیعة وان اصابتهم الوضیعة

''اللہ کی ذات! تمام تر تعریفوں کی مستحق ہے جس نے اپنے بندوں پر یہ عظیم احسان کیا کہ انبیاء کرام کی تشریف آوری کا سلسلہ ختم ہو جانے کے بعد ہر زمانے میں ایسے اہل علم پیدا کئے جو گمراہوں کو ہدایت کی دعوت دیتے ہیں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرتے ہیں۔ یہ اللہ کی کتاب کے ذریعے اندھوں کو بینائی عطا کرتے ہیں۔بہت سے لوگوں کو شیطان تباہ کر چکا ہوتا ہے یہ اسے زندگی بخشتے ہیں اور بہت سے سرکش گمراہوں کی یہ رہنمائی کرتے ہیں۔ لوگوں کو ہلاکت سے بچانے کیلئے یہ اپنی جان اور مال خرچ کرتے ہیں۔انہوں نے لوگوں پر کتنا احسان کیا ہے اور لوگوں نے ان کے ساتھ کیسی زیادتیاں کی ہیں کہ ہر زمانے میں انہیں شہید کیا گیا۔ مگر ہمارا پرودگار ان لوگوں کے کرتوتوں کو بھولا نہیں ہے اور تمہارا پروردگار بھولتا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اہل علم کے

قصوں کو ہدایت بنایا ہے اور ان کی خوبیوں کی اطلاع دی ہے لہٰذا آپ میں سے کوئی بھی ان کی عظمت کم کرنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ یہ بلند مقام کے حامل ہیں۔ اگرچہ عام لوگ ان کے ساتھ زیادتیاں کر جاتے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔

''اسلام (کی تعلیمات) کو اگر کسی بدعت کے ذریعے فسخ کرنے کی کوشش کی جائے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک بندہ اس بدعت کو دور کر دیتا ہے اس کی علامات کی نشاندہی کرتا ہے لہٰذا تم ایسے کسی موقع کو غنیمت سمجھو اور اللہ پر توکل کرو۔''

اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا یہی فرمان کافی ہے۔

لَاَن یَّھْدِیَ اللہ بک رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمرِ النَّعم

''ہماری وجہ سے اگر کوئی ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو یہی تمہارے لئے سرخ اونٹوں (کی قیمتی دولت کے حصول) سے زیادہ بہتر ہے۔''[1]

اور یہ فرمان بھی ہے۔

مَنْ اَحْیَا شَیْئًا مِنْ سُنَّتِیْ ، کُنت اَنَا وَھُوَ فَفِی الْجَنة کَھَاتَیْن

''جس نے میری کسی سنت کو زندہ کیا وہ اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے۔''[2]

(راوی کہتے ہیں) پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملایا۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

مَنْ دعا اِلی ھدی فاتبع عَلَیْه ، کَانَ لَهٗ مِثْل اجر من تبعه اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

''جو شخص کسی نیک کام کی دعوت دے اور اس کی پیروی کی جائے تو قیامت تک جتنے بھی لوگ وہ نیک کام کریں گے اس شخص کو (ان سب کے برابر) ثواب ملے گا۔''[3]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (3701) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2406)

[2] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2678)

[3] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2674) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4609) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2674) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (206)

لہٰذا جس شخص کو یہ مرتبہ اور مقام نصیب ہو اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل کا مالک ہے۔ یہ شخص درحقیقت نبی اکرم ﷺ کے نائب کے طور پر تبلیغ کر رہا ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ مقام عطا کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنے کلام کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے۔ اس کی وحدانیت کا اعتراف کرے۔ بندوں پر اس کے حقوق کا تذکرہ کرے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور آپ کی تعریف وتوصیف کرے۔

اسی طرح گفتگو کے آخر میں بھی درود وسلام پڑھے۔

فصل: چوبیسواں مقام

# صبح وشام درود شریف پڑھنا

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ درداء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من صلی علی حِیْنَ یصبح عَشْرًا ، وَحِیْنَ یمسی عشرًا ادر کته شفاعتی یوم القیامة

''جو شخص صبح کے وقت دس مرتبہ اور شام کے وقت دس مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اسے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی۔''[1]

ابو موسیٰ مدنی کہتے ہیں۔ یہ روایت ایک سے زیادہ افراد نے نقل کی ہے اس کے ایک راوی جابر بن عبدالولی حمص میں جرجس کے کلیسا کے قریب رہتے تھے اور اسی نسبت سے جرجسی کہلائے ملیں۔

[1] ہیثمی، مجمع الزوائد (10/120) سخاوی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (179)

## فصل: پچیسواں مقام

# گناہ کے ارتکاب کے بعد بطور کفارہ درود شریف پڑھنا

ابن ابی عاصم اپنی سند کے ہمراہ اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**صلوا علی ، فان الصلاۃ علی کفارٌ لکم ، فمن صلی علی مرۃ صلی اللہ علیہ عشرًا**

''مجھ پر درود بھیجو کیونکہ مجھ پر درود بھیجنا (گناہوں کا) کفارہ ہوگا۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔''[1]

ابن ابی عاصم حضرت ابو کامل کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

**یا اَبا کاھلٍ ! من صلی علی کل یوم ثلاث مراتٍ ، وکل لیلۃ ثلاث مراتٍ حبا وشوقًا الی ، کان حقًا علی اللہ ان یغفرَ لہ ذنوبہٗ تلک اللیلۃ و ذلک الیوم**

''اے ابو کاہل! جو شخص روزانہ دن کے وقت مجھ پر تین مرتبہ اور رات کے وقت بھی تین مرتبہ محبت اور شوق کے ہمراہ درود شریف پڑھے گا۔ اس کا اللہ پر حق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس دن کے اور اس رات کے تمام گناہ بخش دے گا۔''[2]

ابو شیخ اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نبی

---

[1] سخاوی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (154)

[2] طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر (362/18) عقیلی (451-450/3) سخاوی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (172) ذہبی، میزان الاعتدال (354/3) منذری، الترغیب والترہیب (2484)

اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

**صلوا علی ، فَإِنَّ الصَّلاۃَ عَلَیَّ زَکاۃٌ لکم**

''مجھ پر درود بھیجو کیونکہ مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے زکوٰۃ (طہارت نفس کا باعث) ہوگا۔''[1]

اسی روایت کو ابن ابی شعبہ نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

اس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا، درود پڑھنے والے کیلئے زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ میں تین چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ نشوونما (بڑھنا)، برکت اور طہارت۔

سابقہ روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ درود شریف کفارہ ہے یعنی گناہوں کو ختم کرنے والا ہے۔ لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہوگا کہ درود شریف پڑھنے سے نفس کو منفی صفات سے طہارت حاصل ہوتی ہے اور (اس کی مثبت صفات کی) نشوونما ہوتی ہے اور اس کے فضائل وکمالات میں اضافہ ہوتا ہے اور انہی دونوں صورتوں میں نفس کو کمال حاصل ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ نفس کو کمال درود شریف پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ نبی اکرم ﷺ کی محبت کے بنیادی لوازمات میں شامل ہے کہ آپ کو دیگر تمام مخلوق پر فوقیت دی جائے۔

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (365/2) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (187)

فصل: چھبیسواں مقام

# تنگدستی میں درود شریف پڑھنا

حضرت جابر بن سمرہ ''سوائی'' اپنے والد کا بیان نقل کرتے ہیں۔

**کنا عند النبی ﷺ ' اذا جاءہ رجلٌ ' فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہ ! ما اقرب الاعمال الی اللہ عزوجل ؟ قال: "صدقُ الحدیث' واداء الامانۃ" قلت: یا رسول اللہ! زدنا ' قال "صلاۃ اللیل' وصوم الھواجر" قلت: یا رسولَ اللہ ! زدنا . قال : کثرۃ الذِکر' والصلاۃ علی تنفی الفقر"**

ایک مرتبہ ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا سچ بولنا اور امانت ادا کرنا (راوی کہتے ہیں) میں نے عرض کی۔اضافہ کریں (یعنی اور کون سے اعمال ہیں؟) آپ نے فرمایا۔رات کے وقت نوافل ادا کرنا اور ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھنا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے اضافہ کریں۔ (یعنی اور بھی کوئی نیک عمل بتائیں) تو آپ نے فرمایا کثرت سے ذکر کرنا اور مجھ پر درود بھیجنا۔تنگدستی کو ختم کر دیتا ہے۔میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لیے اضافہ فرمائیں تو آپ نے فرمایا جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہئے کہ تخفیف کرے (یعنی زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے) کیونکہ مقتدیوں میں بوڑھے، بیمار، کمزور اور ضرورت مند (یعنی مصروف) لوگ بھی ہوتے ہیں۔ [1]

---

[1] سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (190)

## فصل: ستائیسواں مقام

# پیغام نکاح بھجواتے وقت درود شریف پڑھنا

اسماعیل بن ابوزیاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے قرآن کی اس آیت کی یہ تفسیر نقل کرتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی تعریف کرتا ہے اور انہیں بخش دے گا اور اس نے فرشتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ کیلئے دعائے مغفرت کریں اور اہل ایمان کو درود بھیجنے کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر موقع پر آپ کی تعریف کریں۔ نماز میں، مساجد میں یہاں تک کہ جب کسی خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجیں تو بھی درود شریف پڑھنا نہ بھولیں۔ [1]

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (310)

فصل: اٹھائیسواں مقام

# چھینک آنے پر درود شریف پڑھنا

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت نافع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

قلت: یا رسول الله! زدنا' قال: "من ام قومًا' فليخفف' فان فيهم الكبير' والعليل' والضعيف' وذا الحاجة

"میں نے ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان کے پاس موجود ایک شخص کو چھینک آئی تو وہ بولے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

پھر آپ نے خود ہی وضاحت کی۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ میں نے پڑھا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ آپ نے ہمیں صرف یہ حکم دیا کہ جب چھینک آئے تو ہم یہ پڑھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ [1]

طبرانی کہتے ہیں اس روایت کو سعید بن عبدالعزیز سے صرف ولید بن مسلم نے روایت کیا ہے۔

ترمذی اپنی سند کے ہمراہ حضرت نافع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو آپ نے پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے یہ الفاظ پڑھے ہیں مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کی تعلیم نہیں دی۔ آپ نے ہمیں صرف یہ سکھایا کہ ایسی صورت میں (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع" (325)

حَالٍ) پڑھنا ہے۔[1]

ترمذی کہتے ہیں یہ غریب (قادر) روایت ہے اور صرف زیاد بن ربیع کے حوالے سے منقول ہے۔

ابوموسیٰ مدینی کہتے ہیں۔ حضرت نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت بھی منقول ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود ایک شخص کو چھینک آئی (اور وہ خاموش رہا) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم نے کنجوسی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تم نے اللہ کی حمد کیوں بیان نہیں کی؟ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کیوں نہیں بھیجا؟

(ابن قیم کہتے ہیں) اہل علم کا ایک گروہ اسی بات کا قائل ہے جس میں ابوموسیٰ مدنی اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

بعض دیگر حضرات کے نزدیک چھینک آنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب نہیں ہے کیونکہ اس وقت صرف حمد پڑھی جا سکتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چھینک آنے کے وقت صرف حمد پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ بلاشبہ درود شریف پڑھنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب اور افضل ترین عمل ہے لیکن ہر ذکر کا مخصوص موقع مخصوص ہے جس میں دوسرا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔

یہ حضرات یہ دلیل پیش کرتے ہیں رکوع، رکوع سے اٹھتے وقت قیام اور سجدہ میں درود شریف پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ صرف آخری تشہد میں درود شریف پڑھنا مشروع ہے۔ خواہ اسے واجب سمجھا جائے یا مستحب بلکہ یہ حضرات اپنے مؤقف کی تائید میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

رأيت ابن عمر – رضى الله عنهما – وقد عطس رجلٌ الى جانبه فقال: الحمد لله والسلام على رسول الله "فقال ابن عمر: وانا اقول: السلام على رسول الله" ولكن ليس هكذا امرنا رسولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم "امرنا" ان نقول اذا عطسنا: "الحمد لله على كل حالٍ"

---

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (2738) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ "المستدرک علی الصحیحین" (266-265/4)

''تین کاموں کے مجھ پر درود نہ پڑھو، کھانے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھتے وقت، ذبح کے وقت اور چھینک آنے کے وقت۔''[1]

مگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں تین خامیاں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ اسے صرف سلیمان عیسیٰ نے روایت کیا ہے اور بیہقی کے بقول یہ صاحب احادیث گھڑا کرتے تھے۔

۲۔ ابن عبدالرحیم نامی راوی ضعیف ہیں۔

۳۔ اس کی سند منقطع ہے۔

اس کے بعد امام بیہقی نے اپنی سند کے ہمراہ چھینک آنے کے وقت درود شریف پڑھنے کی روایت نقل کی ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

---

[1] دیلمی، مسند الفردوس (7370/ 745) بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (286/9) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (325)

## فصل: انتیسواں مقام

# وضو کرنے کے بعد درود شریف پڑھنا

ابو شیخ اپنی کتاب میں حضرت عبداللہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**اذا فرغ احدکم من طھورہ فلیقل اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ، ثم لیصل علی، فاذا قال ذٰلک، فتحت لہ ابوابُ الرحمۃ**

''جو شخص وضو کرنے کے بعد یہ کلمہ پڑھے اور اس کے بعد مجھ پر درود بھیجے تو اس کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔''[1]

**اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ**

یہ حدیث مشہور ہے اور حضرت عمر بن خطاب، عقبہ بن عامر، ثعبان اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف اسناد کے ہمراہ منقول ہے۔ تاہم درود شریف کا ذکر صرف اسی روایت میں موجود ہے۔

ابن ابی عاصم اپنی سند کے ہمراہ یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

**لا وضوء لمن لم یصل علی النبیّ ﷺ**

''جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجے اس کا وضو نہیں ہوتا''

یہ روایت پہلے بھی نقل کی جا چکی ہے۔ اس کا ایک راوی عبدالمہیمن مستند نہیں ہے۔

---

[1] سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع''(249)

فصل: تیسواں مقام

## گھر میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھنا

حافظ ابوموسیٰ مدنی اپنی سند کے ہمراہ حضرت سہل بن سعد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

جاء رجلٌ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشکا الیہ الفقر' وضیق العیش' او المعاش' فقال لہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اذا دخلت منزلك فسلم ان کان فیہ احدٌ' او لم یکن فیہ احدٌ' ثم سلم علی واقرأ "قل علیہ الرزق حتی افاض علی جیرانہ وقراباتہ"

"ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور فقر و تنگدستی کی شکایت کی۔ آپ نے اس کو تلقین کی۔ جب بھی گھر میں داخل ہو تو کوئی موجود ہو یا نہ ہو السلام علیکم کہو پھر مجھ پر سلام بھیجو۔ پھر ایک مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ لیا کرو۔"

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں اس شخص نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا وافر رزق عطا کیا کہ وہ اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں پر بھی خرچ کرنے لگا۔

## فصل: اکتیسواں مقام

# محافل ذکر میں درود شریف پڑھنا

حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

**ان للہ سیارۃً من الملائکۃ اذا مرو بحلق الذکر قال بعضھم لبعض: اقعدوا، فاذا دعا القوم امنوا علی دعائھم، فاذا صلوا علی النبی ﷺ صلوا معھم، حتی یفرغوا، ثم یقولُ بعضھم لبعض: طوبی لھؤلاء یرجعون مغفورًا لھم**

"بعض مخصوص فرشتے ایسے ہیں جو گھومتے پھرتے رہتے ہیں جب وہ ذکر کے حلقوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔ جب وہ لوگ دعا مانگتے ہیں تو یہ فرشتے ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ جب وہ لوگ درود شریف پڑھتے ہیں تو یہ ان کے ہمراہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ محفل برخواست ہو جاتی ہے۔ وہ فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان سب لوگوں کیلئے یہ خوش خبری ہے کہ یہ اس حال میں واپس جا رہے ہیں کہ ان کی بخشش ہو گئی ہے۔"[1]

یہ روایت "صحیح مسلم" میں منقول ہے۔

---

[1] سخاوی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (190)

فصل: بتیسواں مقام

## کوئی چیز بھولنے پر درود شریف پڑھنا

ابو موسیٰ مدنی اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اِذَا نَسِيْتُمْ شَيْئًا عَلٰى تَذْكُرُوْهُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

''جب تم کوئی چیز بھول جاؤ تو مجھ پر درود بھیجو۔ ان شاءاللہ وہ چیز تمہیں یاد آ جائے گی۔''[1]

حافظ کہتے ہیں ہم نے اپنی کتاب ''الحفظ النسیان'' میں اس حدیث کے مختلف ترق بیان کیے ہیں۔

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (326)

فصل: تیتیسواں مقام

# کوئی حاجت درپیش ہونے پر درود شریف پڑھنا

حافظ احمد بن موسیٰ اپنی سند کے ہمراہ حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**من صلی علی مئة صلاة حین یصلی الصبح قبل ان یتکلم قضی الله لہ مئة حاجةٍ عجل له منها ثلاثین حاجة وآخر له سبعین ' وفی المغرب مثلُ ذٰلك قالوا: و کیف الصلاة علیك یا رسول الله؟ قال: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا** (الاحزاب:۵۶)

''جو شخص فجر کی نماز کے بعد کوئی بات کرنے سے پہلے مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرے گا۔ جس میں سے تیس دنیاوی ہوں گے اور ستر کا تعلق آخرت سے ہوگا۔ یہی عمل مغرب کے بعد کرنے والے کو بھی یہی اجر نصیب ہوگا''۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں تو آپ نے فرمایا:
''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ 100 مرتبہ پڑھ لیا کرو۔''

ابراہیم بن جنید اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

**اذا اردت ان تسأل الله حاجةً فابدأ بالمدحة' والتمجید' والثناء علی الله عزوجل بما ھو اھلهٗ ' ثم صل علی النبی ﷺ ثم ادعُ بعدُ' فان ذٰلك احری ان تصیب حاجتك**

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (253)

"جب تم اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کا سوال کرنا چاہو تو پہلے اس کی حمد وثناء بیان کرو۔ جو اس کی شان کے لائق ہو پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔ اس کے بعد دعا مانگو۔ اپنی حاجت کی تکمیل کیلئے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے۔"

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔

"اگر کسی شخص کو اللہ کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہو تو سب سے پہلے اچھی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر یہ کلمات پڑھے۔

لا اله الا الله الحليكم الكريم' لا اله الا الله سبحان الله ربّ العرش الكريم' والحمد لله ربّ العالمين' اسالك موجبات رحمتك' وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر' والسلامة من كل ذنب' لا تدع لى همًا الا فرجته' ولا ذنبا الا غفرته' ولا حاجة هى لك رضًا الا قضيتها يا ارحم الراحمين۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ علیم اور کریم ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور معزز عرش کا پروردگار ہے۔ تمام تر تعریفیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کر دیں اور تیری مضبوط بخشش ہر طرح کی نیکی کی غنیمت، ہر گناہ سے سلامتی (کا سوال کرتا ہوں) اے اللہ! میری ہر تنگی کو کشادہ کردے، ہر گناہ کو بخش دے اور جو ضرورت تیری رضا کے مطابق ہو اسے پورا کردے۔ اے ارحم الرحمین۔[1]

حافظ ابن مندہ اپنی سند کے ہمراہ حضرت جابر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

---

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (479) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید' "السنن" (1384) حاکم ابوعبد اللہ محمد بن عبداللہ' "المستدرک علی الصحیحین" (320/1) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (330)

**من صلى على كل يوم مئة مرة' قضى الله عله مئة حاجة سبعين منها لاخرته ' وثلاثين منها لدنياه**

''جو شخص روزانہ مجھ پر 100 مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔''[1]

حافظ ابو موسیٰ مدنی کہتے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) حضرت فضالہ بن عبید اور حضرت ابی بن کعب کی روایات پہلے نقل کی جا چکی ہیں۔

---

[1] سخاوی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (188-189)

فصل: چونتیسواں مقام

# کان کی تکلیف کے وقت درود شریف پڑھنا

ابن ابی عاصم اپنی کتاب میں اپنی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

**اذا طنت اذن احدکم ' فلیصل علی ' ولیقل: ذکر اللہ بخیر من ذکرنی**

"جب کسی کے کان شائیں شائیں کرنے لگیں تو اسے چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے اور یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خیر کے ہمراہ یاد رکھے جس نے میرا ذکر کیا۔"

معمر بن محمد نے اسی روایت کو اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

یہی روایت ذرا سے لفظی اختلاف کے ہمراہ بھی منقول ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فصل: پینتسواں مقام

# نماز کے بعد درود شریف پڑھنا

حافظ ابوموسیٰ اپنی سند کے ہمراہ محمد بن عمر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''ایک دن میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس موجود تھا کہ وہاں حضرت ابوبکر شبلی تشریف لائے۔ ابوبکر بن مجاہد نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ ان سے گلے ملے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ماتھے کا) بوسہ دیا۔ میں نے ان سے پوچھا جناب والا آپ نے شبلی کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ حالانکہ آپ سمیت تمام اہل بغداد یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مجنوں ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا میں نے ان کے ساتھ وہی عمل کیا ہے جو میں نے ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

ایک دن میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ شبلی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ تو میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ نے شبلی کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔

یہ ہر نماز کے بعد لَقَدْ جَآءَ کُمْ (سورۃ کے آخر تک یعنی دو آیات) پڑھتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود بھیجتا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

ہر فرض نماز کے بعد لَقَدْ جَآءَ کُمْ (سورۃ کے آخر تک) پڑھتا ہے اور پھر تین مرتبہ یہ درود پڑھتا ہے صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّد۔

''اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل کرے۔''

(ابوبکر بن مجاہد نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا) پھر جب شبلی میرے پاس آئے تو میں نے ان کے بارے میں سوال کیا کہ وہ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انہوں نے یہی عمل بیان کیا۔

فصل: چھتیسواں مقام

# جانور ذبح کرتے وقت درود شریف پڑھنا

اس مسئلے کے بارے میں اختلاف ہے۔
امام شافعی فرماتے ہیں۔ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی جائے گی۔ اگر اس کے بعد اللہ کا ذکر بھی کیا جائے تو یہ باعث خیر ہے۔ ذبح کے وقت بسم اللہ کے ہمراہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ پڑھنے کو مکروہ نہیں سمجھتا بلکہ میں اسے پسند کرتا ہوں اور اس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ ہر حال میں نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجا جائے۔ کیونکہ آپ پر درود بھیج کر اللہ کا ذکر کرنا بھی اللہ پر ایمان لانے اور اس کی بندگی کرنے کے مترادف ہے اور جو شخص اسے پڑھے گا اسے اس کا اجر ضرور ملے گا۔ ان شاء اللہ۔
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ آگے نکل گئے۔ جو ان کے پیچھے رہ گئے تو دیکھا کہ آپ سر بسجود ہیں۔ وہ انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے طویل سجدہ کیا پھر جب سر مبارک اٹھایا تو حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کی۔ مجھے یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ شاید سجدے کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارکہ کو قبض کر لیا ہے تو آپ نے فرمایا۔
عبدالرحمٰن! جب تم نے مجھے اس حال میں دیکھا اس وقت جبرائیل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیا۔
''جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا۔''
تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ذکر اللہ من ذکرنی بخیر[1]

''جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے وہ جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔''

امام شافعی نے اس حدیث پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

دیگر فقہاء کا مؤقف اس سے مختلف ہے۔ ان میں امام ابوحنیفہ کے اصحاب شامل ہیں۔ ان کے نزدیک ذبح کے موقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔ ''المحیط'' کے مصنف نے یہ مسئلہ نقل کرتے ہوئے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ جس نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینے کا وہم پایا جاتا ہے۔

امام احمد کے اصحاب میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قاضی اور ان کے اصحاب نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ ابوالخطاب نے ''الروس المسائل'' میں اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ ابن شاقلا، امام شافعی کی طرح اسے مستحب قرار دیتے ہیں۔

جو لوگ اس موقع پر درود شریف پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں وہ اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت معاذ بن جبل کے حوالے سے منقول یہ روایت پیش کرتے ہیں۔

من نسی الصلاۃ علی ' خطیء بہ طریق الجنۃ

''کچھ مواقع پر میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ چھینک اور ذبح۔''

ان کی دوسری دلیل سبحان عیسیٰ کی نقل کردہ حدیث ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے اور اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

---

[1] سخاوی، القول البدیع (323)

فصل: سینتیسواں مقام

# تشہد کے علاوہ نماز میں درود شریف پڑھنا

نماز میں تشہد کے علاوہ جہاں کہیں آپ کا نام مبارک آئے یا اگر قرأت کے دوران اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یہ آیت پڑھیں تو درود شریف پڑھنا۔

بعض فقہاء نے اسے مستحب قرار دیا ہے کہ قرأت کے دوران جہاں کہیں نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک آئے۔ ٹھہر کر درود شریف پڑھے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں۔

نماز کے دوران اگر نام مبارک آ جائے تو نمازی ٹھہر کر نبی اکرم ﷺ پر پست آواز میں درود شریف پڑھے۔

امام احمد نے یہ تشریح کی ہے ''کہ جب نمازی نماز کے دوران کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہو تو اگر وہ نماز نفلی ہو تو درود شریف (ضرور) پڑھے۔''

فصل: اڑتیسوں مقام

# صدقے کے بدل کے طور پر درود شریف پڑھنا

جس شخص کے پاس صدقہ وخیرات کرنے کے لئے مال نہ ہو تو وہ اس کے عوض میں درود شریف پڑھ لے۔

ابن وہب اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

''جس شخص کے پاس صدقہ کرنے کیلئے کچھ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یہ درود پڑھے۔ تو یہ اس کیلئے صدقہ ہوگا''

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ [1]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الادب المفرد (640) ابویعلیٰ، احمد بن علی المسند ر (1397) ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (903) ہیثمی، مجمع الزوائد (167/10)

## فصل: انتالیسواں مقام

# سوتے وقت درود شریف پڑھنا

ابو شیخ اپنی کتاب میں حضرت ابوقر صافہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

''جو شخص سونے کیلئے لیٹے وہ پہلے سورۃ ملک پڑھے اور پھر چار مرتبہ یہ دعا پڑھے۔''

**اللھم ربّ الحل والحرام، ورب البلد الحرام، ورب الرکن والمقام، ورب المشعر الحرام، بحق کل ایة انزلتها فی شهر رمضان، بلغ روح محمد ﷺ منی تحیةً و سلامًا**

اے اللہ! حل اور حرم کے پروردگار اور شہر حرام کے پروردگار! اور رکن اور قیام کے پروردگار! مشرع حرام کے پروردگار! رمضان میں تو نے جتنی بھی آیات نازل کی ہیں ان کے حق کی بدولت میری طرف سے حضرت محمد ﷺ کی روح مبارکہ کو تہیت اور سلام پہنچادے۔

اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے مقرر کئے ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں آ کر یہ بتائیں گے۔

''اے محمد! فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں ہدیہ سلام بھیجنا ہے۔ تو حضرت محمد ﷺ یہ جواب دیں گے۔ کہ فلاں بن فلاں پر میری طرف سے اللہ تعالیٰ کا سلام، رحمت اور برکتیں نازل ہوں''۔ [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) حضرت ابوقر صافہ، ان کا ذکر ابن عبدالبر نے صحابہ میں کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام جندرہ ہے۔ آپ کا تعلق بنو کنعانہ سے ملے۔ آپ کو شرف صحبت حاصل ہے۔ آپ فلسطین میں مقیم رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ تہامہ میں مقیم رہے۔

---

[1] سخاوی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (312)

اس روایت کے ایک راوی محمد بن نشر مدنی ہیں۔ازدی نے انہیں مجہول اور متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت میں علت یہ ہے کہ یہ امام محمد باقر کے قول کے طور پر مشہور ہے۔

## فصل: چالیسواں مقام

# ہر اچھے کام کے آغاز میں درود شریف پڑھنا

ہر اچھے اور نیک کام کے آغاز میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جائے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے اور پھر گفتگو کی جائے۔

حمد کے ذریعے آغاز کرنے کی دلیل مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں، حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے منقول یہ حدیث ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

**کل کلام لا یبدأ فیه بحمد الله فهو اجذم**

''جس کلام کا آغاز اللہ کی حمد کے ذریعے نہ کیا جائے وہ ناپسندیدہ ہے۔''[1]

کام کے آغاز میں درود شریف پڑھنے کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابوموسیٰ مدینی نے حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

**کل کلام لا یذکر الله فیه ' فیبدأ به ' وبالصلاة علی ' فهوا اقطع ' ممحوقٌ ' من کل برکة**

''ہر وہ کلام جس کے آغاز میں اللہ کا ذکر اور مجھ پر درود نہ ہو وہ نامکمل ہے اور اس میں کوئی برکت موجود نہیں ہوگی۔''[2]

---

1. ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4840) نسائی' احمد بن شعیب' عمل الیوم واللیلہ (494) ابن ماجہ' ابوعبد اللہ محمد بن یزید ''السنن'' (1894) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (359/3) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (2,1)
2. سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (349)

فصل: اکتالیسواں مقام

# تکبیرات عیدین کے درمیان درود شریف پڑھنا

اس موقع پر اللہ کی حمد وثناء بیان کرنا اور درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔
اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔
حضرت علقمہ بیان کرتے ہیں۔
عید سے ایک دن پہلے ولید بن عقبہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی عید کا دن آ پہنچا ہے اس میں تکبیر کیسے پڑھنی چاہئیں؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا سب سے پہلے تم تکبیر تحریمہ پڑھو پھر اپنے پروردگار کی حمد بیان کرو۔ پھر درود شریف پڑھو۔ پھر دعا مانگو۔ پھر ہر تکبیر کے بعد اس طرح کرو اور قرأت کے بعد تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاؤ۔ پھر دوسری رکعت میں قرأت کے بعد حمد پڑھو۔ پھر درود شریف پڑھو، پھر دعا مانگو اور پھر تکبیر کہو۔ اسی طرح تینوں تکبیروں میں پڑھو اور چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاؤ۔

''حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ بولے۔ ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود) نے سچ کہا''۔[1]

(ابن قیم کہتے ہیں) اس حدیث میں دو قرأتوں کے درمیان میں موالات موجود ہے جو امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عید کی نماز کی ہر رکعت میں تین تکبیریں زائد ہیں۔ امام ابوحنیفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد پڑھی جائے گی اور درود شریف پڑھا جائے گا۔ امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔

[1] اسمٰعیل قاضی، فضل الصلوٰۃ علی النبی (88) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (292)

گویا امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے تکبیرات کی تعداد اور قرأت کے درمیان موالات کا حکم اخذ کیا ہے۔ جبکہ امام شافعی اور احمد نے دو تکبیروں کے درمیان کا استحباب اخذ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک تکبیرات کے دوران ذکر نہ کرنا مستحب ہے۔ گویا امام مالک نے اس روایت کے کسی مسئلے کے مطابق فتویٰ نہیں دیا۔ واللہ اعلم۔

## پانچواں باب

# درود شریف کے فوائد و ثمرات کا بیان

۱- اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل۔

۲- درود شریف بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی مواقفت، اگرچہ دونوں کا درود ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ہمارا درود دعا اور سوال ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا درود تعریف اور عزت افزائی ہے۔

۳- درود شریف میں فرشتوں کی موافقت۔

۴- ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس مرتبہ رحمت کا حصول۔

۵- دس درجات کی بلندی۔

۶- دس نیکیاں ملنا۔

۷- دس گناہ معاف ہونا۔

۸- اگر دعا سے پہلے درود شریف پڑھا جائے تو دعا کی مقبولیت کا امکان قوی ہونا۔ کیونکہ درود شریف دعا کو بلند کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک لے جاتا ہے۔

۹- درود شریف کے ہمراہ ''وسیلہ'' کا سوال کیا جائے یا صرف درود شریف ہی پڑھا جائے تو وہ بھی نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا سبب بنے گا۔ جیسا کہ حضرت رویفع کے حوالے سے حدیث بیان کی گئی ہے۔

۱۰- یہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔

۱۱- انسان کی جملہ ضروریات کی تکمیل کیلئے کافی ہے۔

۱۲- یہ قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کے قرب کے حصول کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود کے حوالے سے حدیث بیان کی گئی ہے۔

۱۳- تنگدست شخص کیلئے یہ صدقے کا قائم مقام ہے۔

۱۴- یہ حاجات کی تکمیل کا باعث ہے۔

۱۵- اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے انسان پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

۱۶- یہ انسان کیلئے زکوٰۃ اور طہارت کا باعث ہے۔

۱۷- اس کی وجہ سے مرنے سے پہلے جنت کی بشارت مل جاتی ہے۔ حافظ ابو موسیٰ نے یہ بات اپنی کتاب میں نقل کی ہے اور اس بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

۱۸- یہ قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب ہے۔ حافظ ابو موسیٰ نے یہ بات بیان کی ہے اور اس بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

۱۹- درود و سلام پڑھنے والے کے جواب میں نبی اکرم ﷺ بھی اس پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

۲۰- اس کی وجہ سے انسان کو بھولی ہوئی چیز یاد آ جاتی ہے۔

۲۱- یہ مجلس کی پاکیزگی کا سبب ہے وگرنہ قیامت کے دن وہی مجلس انسان کے لئے مسرت کا باعث ہوگی۔

۲۲- اس کے باعث تنگدستی سے نجات ملتی ہے۔

۲۳- اگر آپ کا نام مبارک سن کر درود پڑھا جائے تو انسان بخیل قرار نہیں پاتا۔

۲۴- اسے پڑھنے والا جنت کے راستے پر گامزن رہتا ہے اور نہ پڑھنے والا جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

۲۵- یہ اس نجاست کو ختم کر دیتا ہے جو کسی بھی محفل میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر نہ کرنے یعنی حمد و صلوٰۃ نہ پڑھنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۲۶- اس کی بدولت وہ کلام مکمل ہوتا ہے جس کا آغاز حمد و صلوٰۃ کے ذریعے کیا جائے۔

۲۷- اس کی بدولت پل صراط پر انسان کے نور میں اضافہ ہوگا۔ اس بارے میں حضرت ابو موسیٰ سے ایک حدیث منقول ہے۔

۲۸- یہ انسان کو (نبی اکرم ﷺ سے) جفا کرنے سے باز رکھتا ہے۔

۲۹- اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ اہل زمین و آسمان کے سامنے کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ درود شریف پڑھنے والا درحقیقت یہ دعا کر رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی تعریف کرے، انہیں عزت و بزرگی عطا کرے اور اصول یہ ہے کہ بھلائی کا بدلہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔ لہٰذا درود شریف پڑھنے والے کو بھی اس نعمت کا کچھ حصہ وصول ہوگا۔

۳۰-اس کی وجہ سے درود شریف پڑھنے والا یہ دعا کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر برکت نازل ہو اور اس کی یہ دعا مقبول ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے اسی قسم کا بدلہ عطا کیا جاتا ہے۔

۳۱-اس کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوتی ہے کیونکہ یا تو رحمت کا مطلب درود ہوگا جیسا کہ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے یا رحمت سے مراد اس کے لوازم اور مواجبات ہوں گے اور یہی قول صحیح ہے۔ بہرحال درود شریف پڑھنے والے کو یہ رحمت نصیب ہوتی ہے۔

۳۲-اس کی وجہ سے انسان کے دل میں محبت رسول برقرار رہتی ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ ایمان کی بنیادی کڑی ہے۔ انسان جب بھی اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے اس کا خیال دل میں لاتا ہے۔ اس کی خوبیوں کا تصور کرتا ہے تو اس کے دل میں محبوب کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور محبوب کی طرف شوق زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ محبت اس کے دل پر قبضہ کر لیتی ہے۔ اس کے برعکس جب انسان محبوب کے ذکر سے گریز کرتا ہے اس کی خوبیوں کا تصور نہیں کرتا تو اس کے دل سے محبت رخصت ہو جاتی ہے۔

محبّ کی آنکھوں کو سب سے زیادہ ٹھنڈک محبوب کا دیدار کر کے ہوتی ہے اور اس کے دل کو سب سے زیادہ خوشی محبوب کے خیال اور تصور سے ہوتی ہے۔ جب یہ کیفیت اس کے دل میں پختہ ہو جائے گی۔ تو اس کی زبان پر محبوب کی تعریف و توصیف جاری ہوگی اس کی خوبیوں کا تذکرہ ہوگا۔ غرضیکہ محبت میں اضافہ یا کمی قلبی کیفیت میں اضافہ یا کمی کے باعث ہوتی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

**عجبت لمن یقول ذکرت حبی     وھل انسی فاذکر من نسیت**

''مجھے ان لوگوں پر حیرانی ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں میں نے محبوب کو یاد کیا ہے۔
کیا میں اسے بھول گیا تھا کہ اب اس بھولے ہوئے کو یاد کروں''۔

گویا شاعر محبّ کے اس قول پر حیرانی ظاہر کر رہا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے محبوب کو یاد کیا کیونکہ یاد اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی کو بھلا دیا جائے۔ اگر اس کی محبت حاصل ہوتی تو یہ کبھی محبوب کو بھلاتا نہیں۔

کسی اور شاعر نے کہا ہے:

**ارید لانسی ذکرھا فکانما تمثل لی لیلی بکل سبیل** [1]

میں نے محبوب کی یاد کو بھلانا چاہا لیکن اس کی یاد روزانہ رات کے وقت مجھے ہر طرف سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

گویا شاعر اپنے بارے میں یہ بتا رہا ہے کہ محبوب کی محبت اسے بھلانے میں بنیادی رکاوٹ ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

**یراد من القلب نسیانکم وتابی الطباع علی الناقل** [2]

"دل چاہتا ہے کہ تمہیں بھلا دوں لیکن طبیعت نہیں مانتی۔"

یہ شاعر کہہ رہا ہے کہ اس کی محبت اور یاد طبیعت کا حصہ بن گئی ہے۔ اگر اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی جائے تو طبیعت نہیں مانتی۔

یہ مثل بھی مشہور ہے۔

**من احب شیئاً اکثر من ذکرہ** [3]

"جو شخص جس چیز کو جتنا زیادہ پسند کرتا ہے وہ اس کا اتنا ہی زیادہ ذکر کرتا ہے۔"

اور نبی اکرم ﷺ کی ذات تو اس شعر کے صحیح مصداق ہے۔

**لو شق عن قلبی فری وجهه ذکرك والتوحید فی شطر**

"اگر میرے دل کو چیرہ جائے تو توحید کی اعتقاد اور تمہاری یاد ایک ہی شکل میں ہوں گے۔ یہ بندہ مومن کا دل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول کا ذکر کندہ ہیں۔ جنہیں محو یا زائل نہیں کیا جا سکتا۔

جب یہ طے ہو گیا کہ کسی بھی شے کے ذکر کی کثرت اس کی محبت کے دوام یا اسے بھلا دینا اس محبت کے زوال یا کمزوری کا سبب بنتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ انتہائی تعظیم اور محبت کے ہمراہ اس کی عبادت کی جائے۔ بلکہ وہ شرک جسے اللہ تعالیٰ معاف

---

[1] مرزونی، شرح دیوان الحماسۃ (1237)

[2] دیوان المتنبی (153/3)

[3] میدانی، مجمع الامثال (329/2) امیل یعقوب، امثال العرب (420/5)

نہیں کرے گا۔ وہ یہی شرک ہے کہ محبت اور تعظیم میں کسی کو اللہ کا شریک قرار دیا جائے۔ یعنی غیر اللہ سے محبت کی جائے یا کسی مخلوق کو اللہ سے زیادہ عظیم سمجھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ: ۱۶۵)

"بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اللہ کی شریک بنا رکھا ہے اور وہ ان سے اس طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کرنی چاہئے اور اہل ایمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ مشرک اپنے جھوٹے معبود سے اسی طرح محبت کرتا ہے جیسے وہ اللہ سے محبت کرتا ہے جبکہ مومن ہر شے سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔

قرآن کہتا ہے۔

جہنمی، جہنم میں (اپنے معبودوں سے) کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الشعراء: ۹۷-۹۸)

"اللہ کی قسم، ہم واضح گمراہی کا شکار تھے کہ ہم نے تمہیں رب العالمین کے برابر قرار دیا تھا۔"

اور یہ بات طے ہے کہ یہ مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کو صرف محبت اور عبادت کے اعتبار سے اللہ کی عبادت قرار دیتے تھے ان میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں تھا کہ ان کے بت یا دیگر معبودان باطلہ تمام صفات اور افعال، آسمانوں اور زمین کی تخلیق یعنی انسانوں کی تخلیق میں اللہ کے برابر ہیں بلکہ وہ انہیں صرف محبت اور عبادت میں اللہ کے برابر سمجھتے تھے۔

ان میں سب سے زیادہ گمراہ اور برا حال اس شخص کا ہے جو ہر شے کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر کامل اور ناقص وجود کی اصل قرار دیتا ہے۔ جو لوگ محبت میں اپنے بتوں کو اللہ کے مساوی قرار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی گمراہ اور بد بخت قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ذات، صفات اور افعال کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان فرق پایا جاتا ہے۔ تو اس شخص کی گمراہی کا کیا عالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو تمام موجودات کے

برابر قرار دیتا ہے اور اس فاسد گمان کا شکار ہے کہ اس نے ان تمام معبودوں میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی ہے۔

بہر حال اصل بات یہ ہے کہ ذکر کا دوام، محبت کے سبب ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کا سب سے زیادہ مقدار ہے کہ اس کی محبت، بندگی، تعظیم اور اخلاص اسی کی ذات کے ساتھ منسوب ہے۔ گویا اللہ کے ذکر کی کثرت انسان کیلئے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے اور انسان کا سب سے بڑا حقیقی دشمن وہ شخص ہے جو اسے اس کے پروردگار کی یاد اور بزرگی کے باز رکھے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی کثرت کا حکم دیا ہے اور اسے کامیابی کے حصول کا سبب قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعة: ۱۰)

”کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔“

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۴۱)

”اے ایمان والو! کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔“

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ (الاحزاب: ۳۵)

”اور اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں۔“

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون: ۹)

”اے ایمان والو! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں جو ایسا کرے گا وہ خسارے کا شکار ہوگا۔“

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ: ۱۵۲)

”تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔“

**وقال النبی ﷺ: ”سبق المفردون“ قالو: یا رسول اللہ! وما المفردون؟ قال: الذاکرون اللہ کثیرًا، والذاکرات“**

”نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کثرت سے اللہ کا ذکر

کرنے والے مرد اور عورتیں"۔ [1]

ترمذی، حضرت ابودرداء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

**الا ادلکم علی خیر اعمالکم، وازکاھا عند ملیککم، وارفعھا فی درجاتکم، وخیرٍ لکم من انفاقِ الذھب والورقِ، وخیرٍ لکم من ان تلقوا عدوکم، فتربوا اعناقھم، ویضربوا اعناقکم؟" قالوا: بلی یا رسول اللہ! قال: "ذکر اللہ"**

"کیا میں بہترین عمل کے بارے میں تمہاری رہنمائی نہ کروں جو تمہارے مالک (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور جو سب سے زیادہ تمہارے درجات کی بلندی کا سبب بن سکتا ہے۔ جو تمہارے لئے سونا اور چاندی خیرات کرنے سے زیادہ بہتر ہے جو تمہارے لئے دشمن کا اس طرح سامنا کرنے سے بہتر ہے کہ تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اللہ کا ذکر کرنا۔ (وہ عمل ہے)۔" [2]

موطا میں یہ روایت حضرت ابودرداء پر موقوف ہے۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں:

"جو اللہ کے ذکر سے زیادہ کوئی بھی عمل انسان کو اللہ کے عذاب سے نجات نہیں دلوا سکتا اور اس کے رسول کا ذکر اس کے ذکر کے تابع ہے۔"

بہرحال مقصد یہ ہے کہ ذکر کی باقاعدگی، محبت کی باقاعدگی کا سبب ہے۔ ذکر دل کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا پانی ذرّات کے لیے اہم ہے بلکہ جس قدر پانی مچھلی کیلئے اہم ہے کہ دل اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

اس کی کئی قسمیں ہیں:

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح" (2676) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (2/411)

[2] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3377) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (3790) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (5/195, 6/447) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ "المستدرک علی الصحیحین" (1/496)

۱- اسماء وصفات کا ذکر اوران کے ذریعے تعریف کرنا۔

۲- تسبیح، تحمید، تمجید، تہلیل وغیرہ۔ متاخرین کے نزدیک عام طور پر ذکر سے یہی معانی مراد ہوتے ہیں۔

۳- احکام، اوامر، نواہی کا ذکر۔ یہ ذکر اہل علم کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ تینوں اقسام کا ذکر دراصل ان کیلئے پروردگار کا ذکر کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا افضل ترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے کلام کے ذریعے اسے یاد کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ: ۱۲۴)

''اور جو شخص میرے ذکر سے روگرداں ہوگا اس کے لئے زندگی تنگ ہوجائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے زندہ کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۸)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی وجہ سے مطمئن ہیں۔ خبردار اللہ کے ذکر کے ذریعے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس سے دعا مانگنا، استغفار پڑھنا اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنا بھی شامل ہے گویا یہ ذکر کی پانچ قسمیں ہیں۔

۳۳- درود شریف پڑھنے کی وجہ سے انسان کو نبی اکرم ﷺ کی محبت نصیب ہوتی ہے جس طرح درود شریف کی وجہ سے انسان کے دل میں نبی اکرم ﷺ کی محبت زیادہ ہوتی ہے اسی طرح اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ بھی انسان سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

۳۴- یہ انسان کے لئے ہدایت کے حصول کا سبب ہے اس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ جب بھی کوئی شخص کثرت سے درود شریف پڑھے گا۔ یا آپ کا ذکر کرے گا نبی اکرم ﷺ کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہوگی۔ لہٰذا اس کے دل میں کبھی بھی آپ کے احکام کی

نافرمانی کا خیال نہیں آئے گا یا وہ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کے بارے میں کسی قسم کے شک کا شکار نہیں ہوگا بلکہ آپ کی ''تمام تر تعلیمات اس کے دل پر نقش ہوں گی اور وہ ہمیشہ آپ کے احوال (یعنی سنتوں) کی تلاش جاری رکھے گا تاکہ وہ ہدایت اور کامیابی حاصل کر سکے۔ وہ آپ سے مختلف طرح کے علوم حاصل کرے گا اور دینی علوم میں اس کی بصیرت اور معرفت جتنی زیادہ ہوتی چلی جائے گی وہ اتنی ہی کثرت سے آپ پر درود بھیجے گا۔''

یہی وجہ ہے کہ اہل علم اور عوام کے درود میں فرق ہے۔ عوام محض بعض اعضاء کو حرکت دینے یا آواز بلند کرنے کو سنت سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کے حقیقی پیروکار اور آپ کی شریعت کے علوم کے ماہرین دوسری طرح درود پڑھتے ہیں۔ شرعی علوم میں ان کی معرفت جتنی زیادہ ہوتی ہے ان کی محبت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور درود شریف کے حقیقی مفہوم کے بارے میں ان کی معرفت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔

اللہ کے ذکر کی بھی یہی کیفیت ہے جب بھی کوئی بندہ اس کی زیادہ معرفت حاصل کرتا ہے اس کی زیادہ اطاعت کرتا ہے، اس سے زیادہ محبت رکھتا ہے تو اس کا ذکر لہو ولعب میں کھوئے ہوئے غافل لوگوں کے ذکر سے مختلف ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ اطلاع کی بجائے حس کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایسی کیفیت میں محبوب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی تعریف و توصیف کرتا ہے جبکہ محبوب کی محبت اس کے دل میں رچ بس چکی ہو اس کے اور اس شخص کے درمیان نمایاں فرق ہوگا جو صرف ایک روایت کے طور پر یا صرف ربی اعتبار سے، معانی سمجھے بغیر ذکر کرتا ہے اور اس کا دل اس کی زبان کی موافقت نہیں کرتا۔ ان دونوں کے درمیان وہی فرق ہے جو (میت پر) پیشہ ور رونے والی اور بیٹے کی وفات پر رونے والی خاتون کے درمیان ہوتا ہے۔

لہٰذا نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک، آپ کی تعلیمات کا تذکرہ، آپ کو مبعوث کر کے اللہ تعالیٰ نے جو ہم پر انعام واکرام کیا ہے اس کی تعریف ہی وجود کی زندگی اور اس کی روح ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے بھی کہا ہے۔

| | |
|---|---|
| روح المجالس ذکرہ وحدیثہ | وھدیً لکل ملدد حیران |
| واذا اخل بذکرہ فی مجلس | فأولئك الاموات فی الحیان |

''مجالس کی روح آپ کا ذکر خیر اور آپ کی باتیں ہیں۔ یہ ہر حیران اور پریشان شخص کیلئے ہدایت ہے۔ اگر کسی مجلس میں آپ کا ذکر نہ ہو تو وہ لوگ بظاہر زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں۔

۳۵- درود شریف کی برکت سے درود شریف پڑھنے والے کا ذکر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا جا چکا ہے۔

ان صلاتکم معروضة علی

''تمہارا درود مجھ تک پیش کیا جاتا ہے۔''

مزید آپ نے فرمایا۔

ان اللہ وکل بقبری ملائکة یبلغونی عن امتی الاسلام

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر فرشتوں کو مقرر کیا ہے جو میری امت کی طرف سے (بھیجا جانے والا) سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''[1]

کسی بھی شخص کیلئے اس سے بڑی خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا نام بارگاہ رسالت میں لیا جائے۔ اسی مضمون کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

ومن خطرت منه ببالك خطرةٌ حقیقٌ بان یسمو وان یتقدما

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اهلاً بما لم اکن اهلاً لموقعه قول المبشر بعد الیاس بالفرج

لك البشارة فاخلع ما علیك فقد ذکرت ثم علی ما فیك من عوج

''اگرچہ میں اس کا اہل نہیں ہوں مگر پھر بھی اس بات کے خوش آمدید کہتا ہوں کہ مایوس ہو جانے کے بعد فراخی کی خوش خبری (خوش خبری سنانے والے نے دی ہے) تمہیں خوش خبری ہو اور جو پریشانی تمہیں ہے اس سے چھٹکارا حاصل کر لو کیونکہ تمہاری تمام تر خامیوں کے باوجود میں نے تمہیں یاد کیا ہے۔

۳۶- درود شریف کی وجہ سے پل صراط پر گزرتے ہوئے قدم مضبوط رہیں گے۔ اس کی دلیل حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے منقول ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا۔

---

[1] بزار، کشف الاستار (3162) مجمع الزوائد (10/162)

**واریت رجلا من امتی یزحف علی الصراط' ویحبو احیانًا ' ویتعلق احیانًا ' فجاء ته صلاته علی ' فاقامته علی قدمیه وانقذته**

''میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو پل صراط پر سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ کبھی وہ گھسٹ کر چلتا ہے اور کبھی لٹک جاتا ہے۔ اتنے میں مجھ پر پڑھا ہوا درود وہاں پہنچا اور اس درود نے اس کو اس کے قدموں پر کھڑا کر دیا اور اسے بچالیا۔''[1]

ابو موسیٰ مدینی نے اسے نقل کیا ہے اور اس موضوع پر اپنی ایک کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں پوری ایک فصل قائم کی ہے۔ نیز اس روایت کو نہایت حسن قرار دیا ہے۔

۳۷- نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیج کر آپ کے حق کو ادنیٰ شکل میں ادا کیا جاسکتا ہے اور یہ اس نعمت کا شکر ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر کی ہے۔ باوجودیکہ آپ کا حق اس قدر زیادہ ہے کہ علم، قدرت یا ارادے کے ذریعے اسے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم کی بدولت اس تھوڑے سے حق کی ادائیگی اور شکر پر رضامندی کا اظہار کیا ہے۔

۳۸- درود شریف میں اللہ کا ذکر، اس کا شکر بھی شامل ہوگا نیز اس نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کر کے اپنے بندوں پر جو احسان کیا ہے اس کا ذکر بھی ہوگا لہٰذا نبی اکرم ﷺ پر بھیجے جانے والے درود میں اللہ اور اس کے رسول دونوں کا ذکر شامل ہوتا ہے۔ اس میں یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس درود کی جزاء نبی اکرم ﷺ کی شایان شان انہیں عطا کرے۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ نے ہمیں ہمارے پروردگار کے بارے میں اس کے اسماء اور صفات کے بارے میں بنایا ہے اور اس کی رضا کے حصول کے طریقہ کار کی طرف ہماری رہنمائی کی ہے۔ اور آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا۔ لہٰذا درود شریف میں ایمان کی تمام جزئیات شامل ہوں گے۔ بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے، صرف اسی سے مانگنے، اس کے علم، سمع، قدرت، ارادہ، صفات، کلام، انبیاء کی بعثت اور اس کی تمام تر فراحین کی تصدیق شامل ہوگی۔ بلاشبہ یہی چیز ایمان کی بنیاد ہے۔ لہٰذا درود شریف میں ضمنی طور پر انسان کو ان تمام امور سے واقفیت بھی حاصل ہوتی ہے اور ان کی تصدیق بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت بھی

---

[1] ترمذی' نوادر الاصول (324) ہیثمی' مجمع الزوائد (180/7) قرطبی (20/2) سیوطی (250)

کرتا ہے۔لہٰذا یہ افضل ترین عمل ہے۔

۳۹۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا دراصل بندے کی دعا ہے۔ ہر انسان اپنے پرودگار سے جو دعا کرتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔اپنی روزمرہ کی ضروریات کی تکمیل کا سوال یہ ہے اس میں بندہ اپنے ذاتی مقصد کے حصول کیلئے دعا کرتا ہے۔

۲۔انسان نبی اکرم ﷺ کی تعریف، آپ کی عزت وتکریم میں اضافے کی دعا کرتا ہے۔آپ کا ذکر مبارک کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے۔اللہ کے رسول بھی اسے پسند کرتے ہیں۔لہٰذا درود شریف پڑھنے والے کے سوال اور توجہ کا مقصد اور اس کا مطلوب صرف اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی پسند ہوتی ہے اور یوں وہ اپنی ضروریات کے سوال کو اللہ اور اس کے رسول کی پسند پر قربان کر دیتا ہے۔ بلکہ وہ اللہ اور اس کی پسند کو ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے اور انسان کو اپنے عمل کے مطابق ہی بدلہ ملتا ہے۔لہٰذا جو شخص اللہ کو دیگر تمام چیزوں پر ترجیح دے گا اللہ تعالیٰ اسے دیگر تمام بندوں پر ترجیح دے گا۔

اگر آپ اس کی مثال تلاش کرنا چاہیں تو ان لوگوں کے حالات کا جائزہ لیں جو حکمرانوں اور امراء کے آس پاس ہوتے ہیں کہ جب وہ ان کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان سے ان کی پسندیدہ چیز کے بارے میں گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔تاکہ اس کے عوض میں انہیں انعام واکرام نصیب ہو سکے۔ یہ ایک عام مشاہداتی حقیقت ہے اگر آپ یہ چاہیں کہ جو شخص اپنی ذات کیلئے سوال کرتا ہے اور جو حاکم کے محبوب کے لئے سوال کرتا ہے ان دونوں کا مرتبہ ومقام ایک سا ہو سکتا تو یہ غلط ہوگا۔اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اس ہستی کا عالم کیا ہوگا جو اپنے پروردگار سے سب سے زیادہ محبت کرتی ہے اور جو خود اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ محبوب ہے۔اگر درود شریف کا صرف یہی ایک فائدہ ہو تو کسی بھی مومن کی عزت افزائی کیلئے یہی کافی ہے۔

یہاں ضمنی طور پر ایک بہترین نکتہ اس شخص کے لئے جو دوسروں کو دینی تعلیم دیتا ہے انہیں دین کی دعوت وترغیب دیتا ہے اور اس معاملے میں پیش آنے والی سختیوں پر صبر کرتا ہے اور وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو اپنے ذاتی اعمال کے ہمراہ اپنے پیروکاروں کے تمام اعمال کے اجور کی

مانند اجر ملتا ہے۔ لہٰذا جو شخص لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی سنت اور آپ کے دین کی طرف دعوت دیتا ہے اور انہیں نیکی کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر وہ یہ نیت کرے اس عمل کی بدولت بنی اکرم ﷺ کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا۔ اور اس کا مقصد صرف یہ ہو کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور ان کی رہنمائی کرنے کے ذریعے ان سب کے اجر کی مانند نبی اکرم ﷺ کے اجر میں اضافہ ہوگا تو امید ہے کہ اس نیت کی بدولت اس دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں اسے بھی اسی طرح اجر عطا کیا جائے گا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الجمعة: ۴)

''یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل کا مالک ہے۔''

چھٹا باب

# غیر نبی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم

تمام انبیاء و مرسلین پر درود و سلام بھیجا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الْعٰلَمِينَ ○ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (الصافات: ۷۸-۸۰)

''اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف برقرار رکھی ہے۔ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔ نیکی کرنے والے کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں فرمایا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى إِبْرٰهِيمَ ○ (الصافات: ۱۱۹-۱۲۰)

''اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف برقرار رکھی۔ ابراہیم پر سلام ہو''

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم نے بعد میں آنیوالوں میں ان دونوں کی تعریف برقرار رکھی۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔''

نیز فرمایا۔

سَلٰمٌ عَلٰى إِلْ يَاسِينَ (الصافات: ۱۳۰)

''الیاس پر سلام ہو۔''

یعنی بعد میں آنے والے انبیاء کرام پر سلام کا ذکر موجود ہے۔ مفسرین کی ایک جماعت جس میں مجاہد اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ اس بات کی قائل ہے کہ

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ (الصافات:۷۸) سے مراد تمام انبیاء کی تعریف ہے۔
قتادہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ آپ عمدہ تعریف اور سچائی کو دو الگ قول قرار نہیں دے سکتے جیسا کہ بعض مفسرین نے ایسا کیا ہے۔ جبکہ یہ ایک ہی قول ہے۔

جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ جو چیز ترک کی گئی ہے وہ سلام ہے تو اس صورت میں "سلام" علی نوح ایک مستقل جملے کے طور پر ترکنا کا مفعول واقع ہوگا اور آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمام جہان والے حضرت نوح اور ان کے بعد آنے والے انبیاء پر سلام بھیجتے ہیں اور جنہوں نے عمدہ تعریف اور سچائی کی تفسیر بیان کی ہے۔ انہوں نے سلام اور اس کے موجب کے لازم کو سامنے رکھا ہے۔ یعنی ان کی تعریف اور ان کو جو سچائی دی گئی تھی اسی کی جہ سے جب بھی ان کا ذکر ہو ان پر سلام بھیجا جاتا ہے۔[1]

مفسرین کی ایک جماعت جس میں ابن عطیہ بھی شامل ہیں۔ یہ بیان کرتے ہیں۔
کہ جن حضرات نے سابقہ تفسیر کے مطابق "سلام علیٰ نوح" ایک ابتدائی جملہ ہوگا جس کا کوئی اعراب نہیں ہوگا۔ اور جملہ یوں ہوگا۔

**سلام من اللہ سلم بہ علیہ**

یہ حضرات یہ بات بیان کرتے ہیں کہ یہ سلام درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح کیلئے یہ نعمت ہے کہ کوئی بھی شخص آپ کا ذکر ناپسندیدہ الفاظ میں نہیں کرے گا۔

طبریٰ کہتے ہیں اس کو تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جن لوگوں میں ان کی تعریف برقرار رکھی گئی ہے وہ بعد میں آنے والے ہیں جبکہ سلام ان پر تمام جہانوں میں بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کو برقرار رکھا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ تفسیر چند حوالوں سے ضعیف ہے۔

۱- اس تفسیر کی صورت میں "ترکنا" کے مفعول کا محذوف ماننا پڑے گا اور اس مفروضے کی صورت میں کلام میں کوئی فائدہ باقی نہیں رہے گا کیونکہ اس وقت جملے کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ ہم نے بعد میں آنے والوں میں انہیں برقرار رکھا ہے۔ لیکن یہ نہیں پتہ چل سکا کہ کیا برقرار رکھا ہے؟ کیونکہ آپ کے نزدیک سابقہ آیت میں موجود سلام کا اس سے کوئی تعلق

---

[1] الدر المصون (4/218-219) کشاف (1/598) منار الھدی (89)

نہیں ہے۔

۲- اگر یہاں مفعول کو محذوف کر دیا جائے تو بہرال کسی ایک جگہ پر اسے ذکر ضرور کرنا چاہئے تھا۔ تا کہ اس محذوف مقام کی مراد پر دلالت کر سکے۔ اسے دو جگہ محذوف نہیں کرنا چاہئے۔

قرآن کا اسلوب یہ ہے بلکہ ہر فصیح کلام کا اسلوب یہی ہے کہ ایک چیز کو پہلے ایک جگہ ذکر کیا جاتا ہے اور پھر اسے کسی دوسرے مقام پر محدف کر دیا جاتا ہے تا کہ ذکر کردہ لفظ محذوف لفظ پر دلالت کر سکے۔ عام طور پر لفظ ذکر کیا جاتا ہے بہت کم حذف ہوتا ہے لیکن ہر جگہ حذف ہی کیا گیا ہو ایسا کہیں نہیں ہوتا۔ جبکہ دلالت کیلئے کوئی لفظ بھی موجود نہ ہو۔ قرآن میں ایسا نہیں ہوتا۔

۳- حضرت ابن مسعود کی قرأت میں یہ الفاظ ہیں۔

اس میں آخر میں لفظ سلام مذکور ہے جسے منصوب پڑھا جائے گا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عام قرأت کے مطابق محذوف لفظ سلام میں ہوگا۔

۴- اگر سلام کا ماقبل کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو تو یہ بات وضاحت کے منافی ہوگی۔ کیونکہ سابقہ عبادت پر وقف کرنا درست ہوگا۔ آپ غور کریں کہ جب کوئی شخص یہ آیت سنے۔

''اور ہم نے انہیں بعد میں آنے والوں میں باقی رکھا۔''

اب سننے والے کو یہ شوق ہوگا کہ وہ پوری بات سے واقف ہو اور اس سے کوئی فائدہ حاصل کرے لیکن اگر یہاں کلام کو ختم تصور کیا جائے تو ہونا یہ چاہئے کہ سننے والے کو تسلی ہو جائے۔ مگر وہ تو کلام پورا ہونے کا مشتاق ہے یعنی یہ جاننا چاہتے ہیں کونسی چیز متروک ہے؟ اس لئے ''الآخرین'' پر کیا جانے والا وقف مکمل وقف نہیں ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ایسی صورت میں مفعول کو حذف کرنا جائز ہے کیونکہ لفظ ''ترک'' یہاں عطا کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبیاں عطا کی ہیں اور پھر ان کی تعریف کو بعد میں آنے والوں میں برقرار رکھا۔ لفظ ''اعطی'' کے بعد اس کے دونوں مفعولوں کو ذکر بھی کیا جا سکتا ہے اور ان دونوں کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا بھی کیا جا سکتا ہے۔ قرآن میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ [1]

---

[1] روح المعانی (99/23)

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (الکوثر: ۱)

''ہم نے تمہیں کوثر عطا کی۔''

یہاں دونوں مفعول مذکور ہیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى (اللیل: ۵)

''پس جو شخص عطا کرے۔''

یہاں دونوں مفعول محذوف ہیں۔

ایک مقام پر یہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ (الضحیٰ: ۵)

''اور عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں عطا کردے گا۔''

یہاں پہلے مفعول کو ذکر کیا گیا ہے اور دوسرے کو محذوف کیا گیا ہے۔

ایک مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (المائدہ: ۵۵)

''اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔''

یہاں دوسرے مفعول پر اکتفا کیا گیا ہے اور پہلے کو حذف کر دیا گیا ہے۔

عطا کرنا، قابل تعریف فعل ہے اور یہ لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ جس مفعول کو عطا کیا گیا ہے اسے عطا وصول ہو گئی ہے۔ عطا کرنے کا مطلب کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا یا کوئی فائدہ پہنچانا ہے۔ اس لئے یہاں دونوں مفعول ذکر کرنا، انہیں حذف کرنا یا حسب ضرورت ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے۔

اگر یہ مقصد ہو کہ انسان میں عطا کرنے کے جذبے کو ابھارا جائے جو اسے بخل اور کنجوسی سے نکال دے تو اس وقت صرف فعل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى (اللیل: ۵)

''یہاں یہ نہیں کیا گیا کہ کس کو عطا کیا گیا ہے، یا کیا عطا کیا ہے۔ اسی طرح آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص بہت صدقہ و خیرات کرتا ہے۔ بہت دیتا ہے اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے۔ (مگر یہ وضاحت نہیں کرتے کہ کس کو کیا دیتا ہے؟)''

نبی اکرم ﷺ سے بھی یہ دعا منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ لا مَانعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلاَ مُعْطی لما مَنَعْتَ

''اے اللہ! جسے تو عطا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دینا چاہے اسے کوئی کچھ دے نہیں سکتا۔'' [1]

''کیونکہ یہاں اصل مقصد یہ ہے کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ دینے اور نہ دینے کا تعلق اللہ کی مرضی کے ساتھ ہے۔''

اس لئے یہاں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کس کو کیا ہو گیا۔ اصل مقصد یہی ہے کہ دینا نہ دینا تیری مرضی ہے تو اس معاملے میں منفرد ہے۔ اس میں کوئی تیرا شریک نہیں ہے۔ اس لئے یہاں دونوں مفعول ذکر کرنا بلاغت کے منافی ہوگا۔

اگر دونوں مفعول ذکر کرنا مقصود ہو تو پھر دونوں مفعول ذکر کیے جاتے ہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (الکوثر: ۱)

یہاں دونوں مفعول ذکر کیے گئے ہیں کیونکہ اصل مقصد یہ ہے کہ سامع کو نبی اکرم ﷺ کی بنیادی خصوصیت سے آگاہ کیا جائے کہ آپ ؐ کو ''الکوثر'' عطا کی گئی اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک دونوں مفعول ذکر نہ کیے جائیں۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا (الدھر: ۸)

''اور وہ پوری خوشی سے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھلاتے ہیں۔''

کیونکہ یہاں صرف ایک مفعول کا ذکر کرنا مقصود تھا (یعنی کس کو کھلایا جائے) اس لئے صرف اسی ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جائے۔ (کیا کھلایا؟ یہ بیان نہیں کیا کیونکہ ضرورت نہیں ہے) اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَآتُوا الزَّکٰوۃَ ''اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔''

اصل مقصد یہ ہے کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ وہ لوگ اپنے اس فرض کو ادا

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (844) مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (593) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1505) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (80/3)

کرتے ہیں اور اس میں تاخیر نہیں کرتے اس لئے اس کا ذکر کر دیا کیونکہ مقصود یہی تھا۔

اسی طرح قرآن نے اہل جہنم کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (المدثر: ۴۳-۴۴)

''ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکین کو کھلاتے نہیں تھے۔''

یہاں اصل مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جس شخص کو کھلانا ضروری ہے یہ بخل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے کھلاتے نہیں تھے کیونکہ ان کے دل سخت ہو چکے تھے۔ اس لئے جو بات مقصود تھی اسے بیان کر دیا یہ نہیں بتایا کہ کیا نہیں کھلاتے تھے۔

اگر آپ اس حوالے سے قرآن میں غور و فکر کریں کہ کس طرح اصل مقصد کو بیان کیا جاتا ہے اور جو چیز مقصود نہ ہو اسے ذکر نہیں کیا جاتا۔ تو آپ اس کے اعجاز اور وضاحت کے کمال کے بہت سے اسرار سے واقف ہو جائیں گے۔

جہاں تک مذکورہ آیت میں موجود فعل ترک کا تعلق ہے تو اس لفظ کے ذریعے نہ تو کسی چیز کا احساس دلایا جاتا ہے اور نہ ہی یہ تعریف کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اگر آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص ترک کرتا ہے تو سننے والے کو کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص کھانا کھلاتا ہے یا صدقہ وخیرات کرتا ہے۔ تو سننے والے لوگوں کو یہ بات پتہ چل جائے گی۔ اس لئے لفظ ترک کے بعد یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کس چیز کو ترک کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں شخص تارک ہے۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ معطی یا مطعم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں بھی لفظ ''المعطی'' شامل ہے۔ اس لئے لفظ ترک کو ''اعطا'' پر قیاس کرنا غلط ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ۔ یہ جملہ ایک حکایت ہے۔

زمخشری کہتے ہیں ''الآخرین'' سے مراد دوسری آیتیں ہیں یعنی ان آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ دوسری امتیں ان کو سلام بھیجتی ہیں اور ان کے لئے دعا کرتی ہیں۔ یعنی یہ کلام بطور حکایت نقل کیا گیا ہے جیسے آپ یہ کہیں۔

میں نے یہ آیت پڑھی۔ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا۔ (اس سورۃ کو ہم نے نازل کیا)

۵- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو''

یہ بات طے ہے کہ یہ سلام ہوگا کہ جو تمام جہانوں کے لوگ ان پر بھیجیں گے اور آپ کی تعریف کریں گے اور آپ کے لئے دعا کریں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا کہ ان پر سلام بھیجنے کی روایت تمام جہانوں میں موجود رہے گی۔ لیکن ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام بھیجنا، یہ جہانوں کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سے ایسا سوال بھی نہیں کیا جا سکتا لہٰذا کوئی شخص ایسا نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے رسول پر تمام جہانوں میں سلام نازل ہو یا اے اللہ! تو اپنے رسول پر تمام جہانوں میں درود نازل کر۔ اس لئے مذکورہ بالا آیت میں درود و سلام سے مراد اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ سلام ہوتا تو اس طرز پر سلام کی دعا کرنا بھی درست ہوتا۔

بعض مفسرین کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تمام جہانوں میں سلام بھیجا ہے اور بعد میں آنے والوں میں ان کی تعریف کو برقرار رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نیت یہ ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور مرسلین پر سلام بھیجے اور ان کی تعریف کرنے کی روایت کو بعد میں آنے والی اقوام میں برقرار رکھتا ہے۔ اور یہ ان حضرات کے اس صبر کا نتیجہ ہوتی ہے جو وہ رسالت کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے دوران مختلف طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرتے ہوئے اس صبر پر کاربند رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ نوح کی تعریف کو تمام جہانوں میں برقرار رکھا گیا ہے اور یہ سلام ان تمام جہانوں میں ثابت بھی ہے۔ کوئی ایک جہان اس سے خالی نہیں ہے، فرشتے، انسان اور جنات ہر طبق میں اور ہر زمانے میں انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے فریضہ رسالت کی ادائیگی کے دوران صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا۔ ان کے بعد تشریف لانے والے تمام انبیاء انہی کے ڈیادوں کے ہمراہ مبعوث ہوئے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا (الشوریٰ: ۱۳)

”(اللہ تعالیٰ نے) تمہارے لئے اسی دین کو مشروع کیا ہے جس کی تلقین نوح کو کی تھی۔“

جہاں تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب قول کا تعلق ہے تو ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سلام سے مراد ان کی تعریف ہے۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سلام کا معنی اور اس کا فائدہ بیان کیا ہے۔

جہاں تک انبیاء کرام پر درود بھیجنے کا تعلق ہے تو شیخ اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب

میں، اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

صلوا علی انبیاء اللہ، فان اللہ بعثھم، کما بعثنی

"اللہ کے نبیوں پر درود بھیجو کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسی طرح انہیں بھی مبعوث کیا گیا ہے۔"[1]

اسی روایت کو طبرانی نے بھی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔

اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَصَلُّوْا عَلٰى اَنْبِيَاءِ اللهِ فَاِنَّ اللهَ بَعَثَهُم كَمَا بَعَثَنِيْ

"جب تم مجھ پر درود بھیجو تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں پر بھی درود بھیجو کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسی طرح انہیں بھی مبعوث کیا ہے۔"[2]

اس بارے میں ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ایک روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

حافظ ابوموسیٰ مدینی کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے حضرت آدم کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس بات کا شکوہ کر رہے تھے کہ ان کی اولاد ان پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر بہت کم درود بھیجتی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) حافظ موسیٰ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کی روایت ذکر کی جاسکتی ہے۔

بہت سے علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ انبیاء کرام پر درود بھیجنے کی مشروعات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ان میں شیخ محی الدین اور دیگر اہل علم شامل ہیں۔

امام مالک سے ایک یہ روایت بھی منسوب ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور پر درود نہیں بھیجا جائے گا۔

آپ کے شاگردوں نے اس کی یہ تاویل دی ہے کہ جس طرح ہم نبی اکرم ﷺ پہ درود بھیجنے کے پابند ہیں اسی طرح دیگر انبیاء پر درود بھیجنے کے پابند نہیں ہیں۔

---

[1] عبدالرزاق (3118) اسمٰعیل قاضی، فضل الصلوٰۃ علی النبی (45) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (80)

[2] سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (80)

## فصل

# آل پر درود بھیجنے کا حکم

جہاں تک انبیاء کرام کے علاوہ دیگر لوگوں کا تعلق ہے تو نبی اکرم ﷺ کی آل پر درود بھیجنے میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو لوگ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کو واجب قرار دیتے ہیں آل پاک پر درود بھیجنے کے وجوب کے مسئلے میں ان کے دو مشہور قول ہیں۔ اور یہ دونوں شوافع کی آراء ہیں۔

۱- ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے جبکہ آپ کی آل پر درود کے وجوب کے بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ یہ امام الحرمین اور غزالی کا طریقہ ہے۔

۲- دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کی آل پر درود بھیجنے کے وجوب کی دو صورتیں ہیں اور فقہاء کے نزدیک یہی صورت مشہور ہے۔ جن لوگوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ان کے نزدیک آل پر درود بھیجنا واجب نہیں ہے۔

امام احمد کے اصحاب میں آل پاک پر درود بھیجنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر لفظ ''آل'' کو لفظ اہل سے بدل دیا جائے یعنی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ مُحَمَّدٍ کہا جائے تو پھر دو صورتیں ہوں گی۔

امام شافعی کے بعض اصحاب نے یہ بیان کیا ہے کہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ کی آل پر درود بھیجنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (ابن قیم کہتے ہیں) تاہم اس اجماع کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

## فصل

# آل پر انفرادی طور پر درود بھیجنے کا حکم

کیا صرف آل پر انفرادی طور پر درود بھیجا جا سکتا ہے؟

اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں۔

۱- ایک یہ کہ یوں کہا جائے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ یہ جائز ہے۔ اور اس صورت میں آپ خود بھی آل کے حکم میں داخل ہوں گے۔ لفظی طور پر اگرچہ آپ کو علیحدہ ذکر نہیں کیا گیا لیکن معنوی اعتبار سے یہ بات ثابت ہوگی۔

۲- آپ کی آل میں سے کسی ایک کو انفرادی طور پر ذکر کیا جائے جیسے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَلِي (یا پھر) علی حسن (یا) علی حسین (یا) علی فاطمہ وغیرہ۔

اس بارے میں اختلاف ہے نیز آپ کی آل کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم یا بعد میں آنے والے مسلمین اور مسلمانوں کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالک نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ سابقہ زمانوں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانوں) میں کسی نے بھی یہ عمل نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہ بھی اس بات کے قائل ہیں ان کے علاوہ سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور طاؤس کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی پر درود بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی اس لائق نہیں ہے کہ اس پر درود بھیجا جائے۔
مسلمان مرد و خواتین کیلئے صرف دعائے استغفار کی جائے گی۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بھی یہی مذہب ہے۔ [1]

---

[1] قاضی اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (75)

ابو بکر بن ابی شیبہ نقل کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ تحریری فرمان جاری کیا تھا۔

''قصہ گو (واعدین) نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ خلفاء اور امراء پر بھی درود بھیجتے ہیں جیسے ہی میرا یہ مکتوب تم تک پہنچے تو انہیں حکم دو کہ وہ درود صرف انبیاء پر بھیجیں گے اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا کریں گے۔''[1]

امام شافعی کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱-ایسا کرنا حرام ہے۔

۲-ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اکثر شوافع کا یہی فتویٰ ہے۔

۳-ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔[2]

امام نووی نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں یہ تینوں اقوال بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔

''صحیح قول یہی ہے اور اکثر فقہاء اسی کے قائل ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔''

سلام کے بارے میں بھی فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا اس کا حکم بھی درود کی مانند ہے یعنی اسلام علی فلان یا فلان علیہ سلام کہنا کیا ہے؟

فقہاء کا ایک گروہ اسے مکروہ قرار دیتا ہے۔ امام ابو محمد کی بھی یہی رائے ہے۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کہنا درست نہیں ہے۔ لیکن دوسرے فقہاء نے درود اور سلام کے حکم میں فرق کیا ہے۔ یہ حضرات یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہر زندہ یا مردہ موجود یا غیر موجود مسلمان کے حق میں سلام مشروع ہے۔ یعنی آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں کو میرا سلام پہنچا دینا۔ مسلمان ویسے بھی ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہیں مگر درود کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ اس کا تعلق رسول اللہ کے حقوق کے ساتھ ہے۔ اسی لئے ہر نمازی اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کہتا ہے۔ لیکن اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ نہیں کہتا ہے۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ دونوں کے حکم میں فرق ہے۔

ان حضرات نے درج ذیل دلائل پیش کئے ہیں۔

---

[1] قاضی اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (76)

[2] امام نووی، الاذکار (190)

۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول جو پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

۲- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے علاوہ دوسرے لوگوں پر درود بھیجنا بدعتیوں کا علامتی نشان ہے اور ہمیں ان کے شعار کی پیروی سے منع کیا گیا ہے۔ یہ بات امام نووی نے ذکر کی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ شیعوں کا یہ معمول ہے کہ جب وہ اپنے ائمہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے ناموں کے ہمراہ ان پر درود بھیجتے ہیں۔ وہ لوگ جو ان ائمہ سے بہتر ہیں اور اللہ کے رسول کو زیادہ محبوب ہیں۔ ان پر درود نہیں بھیجتے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان کے اس شعار کی مخالفت کی جائے۔

۳- وہ دلیل جو امام مالک نے پیش کی ہے کہ سابقہ زمانوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانوں) میں کسی نے یہ عمل نہیں کیا ہے اگر یہ نیکی ہوتی تو وہ لوگ ایسا ضرور کرتے۔

۴- امت کے محاورے اور رواج میں درود شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ جسے آپ کے نام مبارک کے ہمراہ پڑھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ''عزوجل'' اور ''سبحانہ وتعالیٰ'' اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور اللہ کے نام کے ہمراہ ذکر کئے جاتے ہیں۔ اللہ کے علاوہ اور کسی کیلئے انہیں استعمال نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا حضرت محمد عزوجل یا حضرت محمد سبحانہ وتعالیٰ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ مخلوق کو خالق کا رتبہ نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ غیر نبی کو نبی کا سا رتبہ دیا جائے اور یہ کہا جائے فلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۵- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور: ۶۳)

''تم رسول کو اس طرح مخاطب نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا نام لے کے اس طرح نہیں بلایا جائے گا۔ جیسے دوسرے لوگوں کو ان کے ناموں سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح درود بھیجا جاتا ہے اسی طرح دوسروں پر درود بھیجا جائے گا۔

۶- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے یہ بات شروع کی ہے کہ وہ تشہد میں اللہ کے نیک بندوں پر سلام بھیجے اور پھر صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اور ان کی آل) پر درود بھیجیں۔ اس

سے یہ پتہ چل گیا کہ درود شریف نبی اکرم ﷺ کا ایسا حق ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا ہے۔

۷- اللہ تعالیٰ جس جگہ درود شریف کا حکم دیتا ہے وہاں صرف نبی اکرم ﷺ کے ذاتی حقوق اور خصوصیات کا ذکر ہورہا تھا۔ جیسے آپ کی ازواجِ مطہرات کا کسی دوسرے سے نکاح حرام ہونا۔ جو خاتون اپنے آپ کو ہبہ کردے اس سے آپ کا نکاح درست ہونا۔ جو شخص آپ کو اذیت پہنچائے اس پر لعنت کا واجب ہونا اور اس کے علاوہ دیگر حقوق ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے تاکیدی طور پر آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ درود شریف آپ کا مخصوص حق ہے اور آل پاک تبعاً اس میں شامل ہوگی۔

۸- اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے یہ بات مشروع کی ہے کہ وہ ایک دوسرے کیلئے دعا کریں۔ استغفار کریں۔ ایک دوسرے کی زندگی اور موت میں ان کیلئے ایک دوسرے کیلئے دعائے رحمت کریں لیکن سجدے میں یہ مشروع کیا ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی حیات میں اور وصال ظاہری کے بعد آپ پر درود بھیجیں۔ لہٰذا دعا اہل اسلام کا حق ہے اور درود رسول اللہ کا حق ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک، دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اسی لئے نماز جنازہ میں مردے کیلئے رحمت، استغفار اور دعا کی جاتی ہے۔ لیکن ان کے عوض میں اس پر درود نہیں بھیجا جاتا کہ یہ کہا جائے ''اے اللہ! اس مردے پر درود و سلام نازل کر۔'' اسی طرح نماز میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جاتا ہے۔ اس کے عوض میں یہ نہیں کہا جاتا۔ ''اے اللہ! ان کی مغفرت کردے، ان پر رحم کرو غیرہ وغیرہ۔ بلکہ ہر ایک کو اس کا حق دینا چاہئے۔

۹- بندہ مومن کو اس بات کی شدید ضرورت ہوتی ہے کہ اس کیلئے رحمت اور بخشش کی دعا کی جائے۔ مگر رحمت، بخشش اور عذاب سے نجات کی دعا کی جائے۔ مگر نبی اکرم ﷺ کو اس قسم کی دعا کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ پر درود بھیجنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے مرتبے اور مقام میں اضافے اور درجات کی بلندی ہے۔ اور یہ چیز آپ کو حاصل ہے۔ اگرچہ لوگ آپ پر درود بھیجنے سے غافل رہیں۔ لہٰذا آپ پر درود بھیجنے کا حکم اس امت پر اللہ کا احسان اور مہربانی ہے۔ تاکہ وہ لوگ بھی اس درود کی برکت سے عزت اور بزرگی حاصل کرسکیں۔ لیکن امت کے

افراد کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ وہ اس بات کے محتاج ہیں کہ کوئی ان کیلئے دعا کرے۔ استغفار پڑھے، ان کیلئے رحمت کی دعا کرے اسی لئے شریعت نے دعا اور درود کا ایک موقع و محل بیان کیا ہے۔

۱۰- اگر نبی اکرم کے علاوہ دوسروں پر درود بھیجنا بھی درست ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ یہ درود امت کے بعض افراد کیلئے مخصوص یا پھر ہر مسلمان پر درود بھیجنا جائز ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ کچھ افراد درود شریف کیلئے مخصوص ہیں تو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور کسی دلیل کے بغیر ان افراد کو خاص نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ درود شریف کسی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ جس شخص کیلئے دعا کی جا سکتی ہے اس پر درود بھی بھیجا جا سکتا ہے تو اس صورت میں ہر مسلمان پر درود بھیجنا درست ہوگا اگر چہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو۔ لہٰذا جس طرح اس کیلئے یہ دعا کی جا سکتی ہے کہ اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔ اے اللہ! اسے بخش دے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جا سکے گا۔ اے اللہ! اس پر درود بھیج اور یہ باطل ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صرف صالحین پر درود بھیجنا جائز ہے دوسروں پر نہیں تو اگر چہ اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے مگر پھر بھی یہ ضابطہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کسی بھی شخص کا صالح ہونا یا نہ ہونا ایک ایسی کیفیت ہے جس میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح کسی کے ولی، پرہیزگار یا مومن ہونے کی کیفیت میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے تو پھر آپ کیا قانون مقرر کریں گے کہ کس پر درود بھیجا جا سکتا ہے اور کس پر نہیں۔

ان دس دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درود شریف کا حکم نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے ساتھ مخصوص ہے۔

بعض حضرات کی رائے اس سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ دوسروں پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے۔

قاضی ابوالحسین کا یہی فتویٰ ہے ان کے علاوہ خواجہ حسن بصری، خصیف، مجاہد، مقاطل بن سلیمان، مقاطل بن حیان اور علم تفسیر کے بہت سے ماہرین اسی بات کے قائل ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ ابوداؤد کی روایت کے مطابق امام احمد سے دریافت کیا گیا۔ کیا نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا تھا صلی اللّٰه علیك (اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے۔)

اسحاق بن راہویہ، ابوثور، محمد بن جریر طبری اور دیگر حضرات نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ حضرت ابوبکر بن ابوداؤد نے اپنے والد کا یہی فتویٰ نقل کیا ہے۔ ابوالحسین فرماتے ہیں اسی فتویٰ پر عمل کیا جائے گا۔

ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبة: ۱۰۳)

''ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کر کے انہیں پاک کردو اور اس کے ذریعے ان کا تزکیہ کرو اور ان پر صلوٰۃ بھیجو۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ حکم دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ امت سے صدقہ وصول کریں گے اور ان پر صلوٰۃ بھیجیں گے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ آپ کے بعد سرکاری اہلکار صدقہ وصول کریں گے جیسے آپ صدقہ وصول کرتے تھے تو اب ان سرکاری اہلکاروں کیلئے یہ بات بھی جائز ہونی چاہئے کہ وہ صدقہ دینے والوں پر اسی طرح صلوٰۃ پڑھیں جیسے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔

۲- صحیحین میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے منقول وہ حدیث جس کے مطابق جب بھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کسی قوم کی طرف سے صدقہ آتا تو آپ دعا کرتے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ فُلاَنٍ ۔ایک مرتبہ میرے والد صدقہ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دعا کی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِيْ اَوْفٰى۔[1]

اور اصول یہ ہے کہ کوئی بھی حکم مخصوص نہیں ہوتا اور بظاہر آیت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

۳- حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے منقول یہ روایت جس کے مطابق ایک خاتون نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلوٰۃ بھیجیں۔ تو آپ نے فرمایا: صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ۔[2]

اس روایت کو امام احمد اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

۴- وہ روایت جسے ابن سعد نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

---

۱ بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح ''(6332,1497) مسلم بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح ''(1078)

۲ ابوداؤد' سلیمان بن اشعث'' السنن ''(1533) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل'' المسند ''(398-399)

ایک مرتبہ حضرت علی، حضرت عمر کے پاس آئے جبکہ انہیں کفن دیا جاچکا تھا۔اور فرمایا:

**صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ۔**

**صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ ' ما احدٌ القى الله بصحيفته احب الى من هذا المسجى بينكم**

''اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ بھیجے۔اپنے نامہ اعمال کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا شخص مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب نہیں ہے جو تمہارے درمیان کفن پہن کر لیٹا ہوا ہے۔[1]

۵- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں تکبیر پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھتے اور یہ دعا مانگتے۔

**اللهم ! بارك فيه ' وصل عليه ' واغفرله ' واورده حوض نبيك** صلی اللہ علیہ وسلم

''اے اللہ اس (مرحوم کو) برکت دے۔اس پر صلوٰۃ بھیج، اس کو بخش دے اور اسے اپنے نبی کے حوض تک پہنچا۔''[2]

۶- صلوٰۃ درحقیقت دعا ہے اور ہمیں ایک دوسرے کیلئے دعا کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ دلیل ابوالحسن نے پیش کی ہے۔

۷- وہ روایت جسے امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

''جب بندہ مومن کی روح جسم سے نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں۔(روایت کے راوی) حماد کہتے ہیں پھر حضرت ابو ہریرہ نے اس روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا۔اور پھر فرمایا۔آسمان والے کہتے ہیں زمین کی طرف سے پاکیزہ روح آتی ہے۔(پھر اس روح کو مخاطب کر کے کہتے ہیں)

**صلى الله عليك ' وعلى جسدٍ كنت تعمرينه**

''اللہ تعالیٰ تم پر صلوٰۃ بھیجے اور اس جسم پر بھی جس میں تم رہتی رہی ہو۔''

اس روایت کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے موقوفاً نقل کیا ہے لیکن روایت کا بیان یہ

---

[1] طبقات ابن سعد (3/269-270)

[2] قاضی اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (92)

بتاتا ہے کہ یہ مرفوع ہے کیونکہ اس کے بعد یہ بات بیان کی ہے کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے اور پھر اس کی بدبو اور غلاظت کا ذکر ہے اور پھر یہ کہ آسمان والے یہ کہتے ہیں۔ زمین کی طرف سے ایک خبیث روح آئی ہے۔ تو کہا جاتا ہے اسے اس کے ٹھکانے تک لے جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی ناک پر اس طرح کپڑا رکھ لیا۔[1]

یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ سابقہ بیان حضرت ابوہریرہ نے بطور حدیث نقل کیا ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے اس روایت کو حضرت ابوہریرہ سے بطور مرفوع حدیث نقل کیا ہے جس میں ابوسلمیٰ، عمر بن حکم، اسماعیل، سعید بن بسیار اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

ہم نے اپنی تصنیف ''الروح'' میں اس حدیث پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

فقہاء یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب فرشتے کسی مسلمان کو صلی اللہ علیک کہہ سکتے ہیں۔ تو اہل ایمان کیلئے بھی یہ بات جائز ہونی چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کو ایسا کہہ سکیں۔

۸۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان

**ان اللہ وملائکتہ ''واھل السمٰوٰت والارضین' حتی النملۃ فی حجرھا' وحتی الحوت'' یصلون علیٰ معلم الناس الخیر**

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین میں رہنے والی ساری مخلوق، یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی بلوں میں، اس شخص پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔''[2]

نیز اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

**هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ** (الاحزاب: ۴۳)

''وہ (یعنی اللہ عزوجل) اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔''

۹۔ وہ روایت جسے امام ابوداؤد نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

**ان اللہ وملائکتہ یصلون علی میامن الصفوف**

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صف میں دائیں طرف والوں پر صلوٰۃ

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2872)

[2] ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2685)

بھیجتے ہیں۔"[1]

ایک اور روایت کے مطابق آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

**ان اللہ وملائکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف**

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں۔"[2]

کتاب کے آغاز میں یہ بات نقل کی جا چکی ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔ فرشتے اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

۱۰۔ قاضی ابویعلی نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ حضرت مالک بن یخامر کے حوالے سے یہ مرسل حدیث منقول ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

**اللھم ! صل علی ابی بکر، فاناہ یحب اللہ ورسولہ ، اللھم ! صل علی "عمر" فانہ یحب اللہ ، ورسولہٗ اللھم! صل علی عثمان، فانہ یحب اللہ ، ورسولہ ، اللھم ! صل علی علی ، فانہ یحب اللہ ، ورسولہ ، اللھم ، صل علی "ابی عبیدۃ ، فانہٗ بحب اللہ ورسولہ ، اللھم ! صل علی عمرو بن العاص ، فانہ یحب اللہَ ورسولہٗ**

"اے اللہ! ابوبکر پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اے اللہ! عمر پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اے اللہ! عثمان پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اے اللہ! علی پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اے اللہ! ابوعبیدہ پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اے اللہ! عمرو بن العاص پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے"۔[3]

---

[1] ابو داؤد سلیمان بن اشعث "السنن" (676) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (1005) فتح الباری (177/2) منذری (697)

[2] احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (67/6) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (6995) ابن خزیمہ ابوبکر محمد بن اسحٰق "الصحیح" (23/3) ابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان "الصحیح" (2160) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ "المستدرک علی الصحیحین" (214/1)

[3] سخاوی ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (84-85)

۱۱- موطا میں منقول عبداللہ بن دینار کی یہ روایت کہ وہ فرماتے ہیں۔

رایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یقف علی قبر النبی ﷺ، یصلی علی النبی ﷺ وعلیٰ ابی بکر، وعمر رضی اللہ عنہما

''میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا انہوں نے قبر انور پر کھڑے ہوکر نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر درود بھیجا۔''

(موطا کے راوی) یحییٰ بن یحییٰ کے یہی الفاظ ہیں۔

۱۲- نبی اکرم ﷺ سے یہ صحیح روایت منقول ہے کہ آپ نے اپنی ازواج پر درود بھیجنے کی تصریح کی ہے۔

یہ روایت پہلے گزر چکی ہے۔

فقہاء کہتے ہیں آپ کے اصول کے مطابق یہ زیادہ ضروری ہے کیونکہ آپ کے نزدیک ازواجِ مطہرات نبی اکرم ﷺ کی اس آل میں شامل نہیں ہیں جن پر صدقہ حرام ہے لہٰذا جب ان پر درود بھیجنا جائز ہوتا تو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی درود بھیجنا جائز ہوگا۔

۱۳- آپ حضرات نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ دوسروں پر تبعاً درود بھیجنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔یعنی آپ کے نزدیک ایسا کہنا جائز ہے۔

اللھم ! صل علیٰ محمدو علیٰ آلِ محمد، واصحابہ، وازواجہ، وذریتہ، وتباعہ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل اور آپ کے احباب، آپ کی ازواج، آپ کی ذرّیت اور آپ کے پیروکاروں پر درود بھیج۔''

ابوذکریا نووی کہتے ہیں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ درود شریف میں تبعاً غیر انبیاء کا ذکر کرنا جائز ہے۔ اور یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ تشہد میں ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلاف نماز کے علاوہ بھی اس طرح درود پڑھا کرتے تھے۔ [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) بعض اسلاف سے یہ درود منقول ہے۔

اللھم ! صل علیٰ ملائکتك المقربین، وانبیائك، والمرسلین واھل طاعتك اجمعین من اھل السمٰوٰت والارضین

---

[1] امام نووی، یحییٰ بن شرف، الاذکار (190)

''اے اللہ! اپنے فرشتوں، اپنے ابنیاء و مرسلین اور آسمانوں اور زمینوں میں بسنے والے اپنے تمام فرمانبرداروں پر درود بھیج ۔''

۱۴- وہ روایت جسے امام ابویعلی موصلی نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت زید بن ثابت کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ دعا سکھاتے ہوئے تلقین کی کہ وہ خود بھی باقاعدگی سے روزانہ یہ دعا پڑھیں اور اپنے اہل خانہ کو بھی اسے پڑھنے کی تلقین کریں۔

لبيك اللهم لبيك' ! لبيك وسعديك' والخير في يدك' ومنكم واليك،' اللهم ! ما قلت من قولٍ' او نذرت من نذر' او حلفت من حلي فمشيئتك بين يديه' ما شئت منه كان' ومالم تشألم يكن' ولا حول ولا قوة الا بك' انت على كل شيء قدير' اللهم ! وما صليت من صلاةٍ فعلي من صليت' وما لعنتَ من لعنٍ فعلي من لعنت' انت ولي في الدنيا والأخرة' توفني مسلمًا والحقني بالصالحين

''میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اور تیرا فرمانبردار ہوں۔ ساری بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے، تیری طرف سے (آتی ہے) اور تیری ہی طرف (لوٹتی ہے) اے اللہ! میں جو بھی ہوں یا جو بھی نذر مانوں یا جو بھی قسم اٹھاؤں یہ سب تیری رحمت کے سامنے ہے۔ اگر تو چاہے گا تو ایسا ہو جائے گا اور اگر نہیں چاہے گا تو ایسا نہیں ہوگا۔ تیرے علاوہ بقیہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ! میں نے اسی پر درود بھیجا جس پر تو نے درود بھیجا اور میں نے اس پر لعنت کی جسے تو نے ملعون قرار دیا۔ تو دنیا اور آخرت میں میرا نگہبان ہے۔ تو مسلمان ہونے کی حالت میں موت دینا اور مجھے صالحین میں شامل کرنا۔''[1]

اس روایت میں دلیل یہ ہے کہ اگر غیر نبی پر درود بھیجنا مشروع نہ ہوتا تو اس میں استثناء نہ

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (191/5) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (516/1) طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الکبیر' (4932 ,4803) ہیثمی' مجمع الزوائد (113/10)

کیا جاتا کیونکہ جب کوئی بندہ کسی ایسے بندے پر درود بھیجے گا جو درود کا اہل نہ ہو تو وہ یہ نہیں جان سکے گا کہ اس نے اس میں استثناء کیا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے حلف یا نذر میں استثناء کیا ہے۔

پہلے مؤقف کے قائدین اس کا جواب دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں آپ نے جو دلائل پیش کیے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو کئی اعتبار سے صحیح ہیں۔ لیکن ان کا موضوع بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے انہیں بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا جبکہ دوسری قسم نقلی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ اس لئے انہیں بھی بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔

اب ہم ہر دلیل کا جواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ''وَصَلِّ عَلَيْهِمْ'' ہمارے موضوع بحث سے متعلق نہیں ہے کیونکہ بحث یہ چل رہی ہے کہ کیا کوئی عام مسلمان نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ کسی اور پر درود بھیج سکتا ہے؟

جہاں تک نبی اکرم ﷺ کے اس شخص پر درود بھیجنے کا تعلق ہے جس نے آپ کی خدمت میں ہدیہ درود پیش کیا ہو تو اس کا اس درود سے کوئی تعلق نہیں ہے جسے پڑھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ تا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کا حق ادا کر سکیں۔ بحث اسی دورد کے بارے میں ہے کہ کیا اس میں کسی دوسرے کو نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ شریک کیا جا سکتا ہے؟

اس کی تائید دوسری صورت میں یوں کی جا سکتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا آپ کا مخصوص حق ہے جس کی ادائیگی امت پر لازم ہے لیکن نبی اکرم ﷺ خود کسی بھی شخص کو یہ حق عطا کر سکتے ہیں (یعنی اس پر درود بھیج سکتے ہیں) اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ جیسے کوئی شخص اگر آپ کی شان میں گستاخی کرے تو آپ کا یہ حق ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے اور یہ بات امت پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ خود کسی بھی گستاخی کرنے والے شخص کو معاف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

رحم اللہ موسیٰ لقد اوذی باکثر من ہذا فصبر

''اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم کرے انہیں اس سے زیادہ ایذا پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر کیا''[1]

اسی کے ذریعے دوسری اور تیسری دلیل کا جواب سامنے آجائے گا یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ

---

[1] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6059, 4336, 4335)

عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی اور ایک اور خاتون اور اس کے شوہر پر درود بھیجنے والی روایت (کے جواب میں ہے یہی اصول پیش کیا جائے گا۔)

آپ کی چوتھی دلیل یعنی حضرت علی کا حضرت عمر سے یہ کہنا صلی اللہ علیك اس کے کئی جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے اس روایت کے بارے میں امام جعفر صادق کے حوالے سے اختلاف ہے۔

انس بن عیاض کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے اپنے والد امام باقر کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ جب حضرت عمر کو غسل دے کر، کفن پہنا کر، چارپائی پر لٹا دیا گیا تو حضرت علی وہاں آئے اور حضرت عمر کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے کہا۔

واللہ ما علی الارض رجلٌ احب الی ان القی اللہ بصحیفته من هذا المسجی بالثوب

اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی شخص، جو اپنے نامہ اعمال کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہو میرے نزدیک کفن میں لپٹے ہوئے اس شخص سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

جبکہ بعض دیگر راویوں نے امام باقر کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں ان میں صلی اللہ علیك کی بجائے رحمك اللہ کے الفاظ ہیں۔

(پھر مصنف نے اس کی دو تین اسناد نقل کی ہیں)

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں صلوٰۃ کا لفظ موجود ہے۔ ابن سعد نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی ہے۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ ایک صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اسی طرح روایت کے الفاظ بھی مبہم ہیں ہوسکتا ہے کہ راوی انہیں یاد نہ رکھ سکا ہو اس لئے اس روایت کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتوے کے خلاف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور پر درود بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

آپ کی پانچویں دلیل یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نماز جنازہ میں مرحوم کیلئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ کہنا اس کے بھی کئی جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اس کا نافع بن ابی نعیم محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ اگرچہ وہ علم قرأت کا بہت اچھا ماہر ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس سے قرآن سیکھا جاسکتا ہے لیکن حدیث روایت نہیں کی جاسکتی۔

اس روایت کے غیر مسند ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر ﷺ کے حوالے سے مستند طور پر منقول نہیں ہے۔ بلکہ امام مالک نے اسے حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اگر یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید نافع سے منقول ہوتی تو مالک (سابقہ ذکر کردہ) نافع بن ابی نعیم کی بہ نسبت اس سے زیادہ اچھے طریقے سے واقف ہوتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو بات منقول ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اس کے برعکس ہے۔ آپ کی چھٹی دلیل یعنی صلوٰۃ درحقیقت دعا ہے اور یہ پھر مسلمان کے حق میں مشروع ہے۔ اس کے بھی کئی جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ ایک مخصوص دعا ہے جس کا حکم صرف نبی اکرم ﷺ کے بارے میں دیا گیا ہے اور یہ اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لئے بھی یہی دعا کی جائے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی صلوٰۃ اور عام دعا کے درمیان فرق ذکر کر چکے ہیں۔ باوجودیکہ رسول اکرم ﷺ اور کسی عام شخص کے درمیان عظیم ترین فرق موجود ہے لہٰذا عام شخص کو درود شریف کے حکم میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ نہ تو درود شریف کی دعا میں اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ اسے شامل کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا یہ کہ جس طرح یہ درست نہیں ہے کہ دوسروں کی دعا کو نبی اکرم ﷺ کی دعا پر قیاس کیا جائے اسی طرح یہ بھی درست نہیں ہوگا کہ دوسروں کو دعا میں نبی اکرم ﷺ پر قیاس کیا جائے۔

تیسرا یہ کہ درود شریف نبی اکرم ﷺ کے حق میں صرف دعا کے طور پر مشروع نہیں ہے بلکہ اس کی مخصوص حیثیت ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی تعظیم، بزرگی اور تعریف شامل ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لئے یہ مطلق دعا کے مقابلے میں مخصوص حیثیت رکھتا ہے۔

آپ کی ساتویں دلیل یہ تھی کہ فرشتے بندہ مومن کی روح سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر اور جس جسم میں تم رہتی رہی ہو اس پر درود بھیجے۔ یہ چیز ہمارے موضوع بحث سے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اصل اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیا ہم میں سے کوئی ایک شخص نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پاک کیلئے علاوہ کسی اور پر درود بھیج سکتا ہے؟ فرشتے ان احکام کے خلاف نہیں

ہیں جو بندوں کے ساتھ مخصوص ہیں اس لئے انہیں یا ان کے اقوال وافعال کو بندوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (فرشتوں کے احکام کو بندوں کے احکام) پر قیاس کیا بھی کیسے جاسکتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے حکم میں فرستادہ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔ بندوں کے حکم کے تحت تصرف نہیں کرتے۔ اس اصول کی روشنی میں ان تمام روایات کا جواب آجائے گا جس میں فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا حکم ہے۔

آپ کا یہ دلیل دنیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر یا لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر صلوٰۃ نازل کرتا ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ یہ ہمارے موضوع بحث سے متعلق نہیں ہے۔ بھلا بندے کے کسی فعل کو ربّ کے فعل پر کس طرح قیاس کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ بندے کی صلوٰۃ، دعا اور طلب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر صلوٰۃ نازل کرنا دعا نہیں ہے بلکہ یہ اس کی عزت افزائی ہے۔ اس کی محبت وتعریف ہے۔ بندے کی صلوٰۃ کو اس سے کیا نسبت ہوسکتی ہے؟

آپ کی دسویں دلیل حضرت مالک بن یخامر سے منقول وہ روایت ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر درود بھیجا تھا۔ اس کے بھی کئی جوابات ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ ہمیں اس کی سند کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ آپ نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ اس کا جائزہ لیا جاسکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کا ہمارے موضوع بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آپ کی گیارہویں دلیل یہ تھی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبر انور کے سامنے کھڑے ہوکر نبی اکرم ﷺ اور حضرب ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر درود بھیجا اس کے بھی کئی جوابات ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں علماء نے یحییٰ بن یحییٰ کی اس روایت کا انکار کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوکر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بھی بھیجا۔

یہ محدثین کہتے ہیں امام مالک اور دیگر حضرات نے اسی روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ پر درود بھیجا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے دعا کی۔

ابن قاسم، متضمی، ابن بکیر اور دیگر حضرات نے امام مالک سے یہی روایت نقل کی ہے۔

گویا اس روایت کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی دعا میں لفظ ''صلوٰۃ'' اور ''دعا'' الگ الگ ذکر کر کے اس بات کی وضاحت کر دی کہ اگر صلوٰۃ بھی دعا ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لفظ کے ذریعے مخصوص نہ کیا جاتا۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ابن وہب کی موطا میں یہی الفاظ منقول ہیں یعنی لفظ صلوٰۃ نبی اکرم کے ساتھ مخصوص ہے اور دعا آپ کے دونوں ساتھیوں کیلئے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں دو میں سے ایک پہلے فعل پر اکتفا کیا گیا ہے اگرچہ وہ دوسرے پر واقف نہیں ہوتا۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے

علفتها تبنًا وماءً باردًا حتی غدت همالةً عيناها [1]

''میں نے اسے گھاس کھلائی اور ٹھنڈا پانی پلایا تو اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے''۔

ورأيتُ زوجكِ قدْ غدَا متقلدًا سيفًا ورمحا [2]

''میں نے کل تمہارے خاوند کو تلوار اور نیزہ لٹکائے ہوئے دیکھا''۔

وزجَّجنَ الحواجبَ والعُيُونَا [3]

''ان عورتوں نے آنکھوں اور ابروؤں کو کھینچا ہوا تھا''۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کے خلاف ہے۔

آپ کی بارہویں دلیل یہ تھی کہ ازواجِ مطہرات پر درود بھیجنا۔ تو یہ دلیل فاسد ہے کیونکہ ازواجِ مطہرات پر اس لئے درود بھیجا کہ انہیں آپ سے نسبت حاصل ہے اور وہ آپ کی آل اور اہل بیت میں شامل ہیں۔ درود شریف آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی خصوصیت ہے اور آپ کی ازواجِ مطہرات اس میں شامل ہوں گی۔

---

[1] ابن جنی الخصائص (431/2)

[2] ابن جنی خصائص (432/2) مقاصد النحویہ (91/3) اوضح المسالک (432/2) شرح الاشمونی (226/1) کتاب الصناعتین (182) ھمع الھوامع (222/1)

آپ کا یہ کہنا کہ یہ ہمارے اصول کے مطابق زیادہ ضروری ہے کہ ہم ان پر صدقے کو حرام قرار نہیں دیتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اسے درست بھی تسلیم کرلیا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ آپ کی ازواجِ مطہرات اس آل میں شامل نہیں ہیں جس پر صدقہ حرام ہے۔ کیونکہ انہیں وہ قرابت حاصل نہیں ہے جس کی بدولت صدقے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ تاہم ازواجِ مطہرات آپ کے ان اہل بیت میں شامل ہیں جن پر درود بھیجا جاتا ہے اور ان دونوں صورتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔

آپ کی تیرہویں دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ دوسروں پر تبعاً درود بھیجنا جائز ہے اور آپ نے یہ بات بھی نقل کی کہ اس پر سب کا اتفاق ہے اس کے بھی دو جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ اتفاق ثابت نہیں ہے کیونکہ جو لوگ انبیاء پر درود کو ممنوع قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک غیر انبیاء پر انفرادی اور تبعاً دونوں اعتبار سے درود بھیجنا ممنوع ہے۔ اگرچہ بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں لیکن پھر بھی تمام حضرات کا یہ فتویٰ نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پیروکاروں پر تبعاً درود کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ معین طور پر انفرادی حیثیت سے ان پر درود بھیجا جائے یا نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور پر مستقل طور پر درود بھیجا جائے۔

یہ کہنا کہ احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے تو صحیح احادیث میں نبی اکرم ﷺ، آپ کی آل، ازواج اور ذریت کے علاوہ اور کسی کا ذکر نہیں ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ کے پیروکار اس میں شامل نہیں ہیں۔

یہ کہنا کہ تشہد میں ہمیں درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو یہ حکم آپ کی آل اور ازواج سے متعلق ہے ان دونوں کے علاوہ کسی کیلئے نہیں ہے۔

آپ کی چودھویں دلیل حضرت زید بن ثابت کی وہ روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

**اللھم ! ما صلیت من صلاۃٍ فعلی من صلیت**

"اس کی سند میں ابوبکر بن ابومریم ہے جسے امام احمد، ابن معین، ابوحاتم، نسائی اور سعدی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ صاحب اہل شام کے نیک لوگوں میں سے ایک ہیں لیکن ان کا حافظہ کمزور ہے۔ کوئی روایت بیان کرتے وقت انہیں وہم لاحق ہوجاتا ہے اور اس کثرت سے ہوتا ہے جس کی بدولت یہ متروک الحدیث قرار پاتے ہیں۔

بہر حال اس مسئلے کے بارے میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کے غیر پر درود بھیجا جائے گا تو اس غیر سے مراد آپ کی آل، ازواج یا ذریت ہوگی یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ ہوں گے۔ اگر پہلی صورت ہو تو نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ان پر درود بھیجنا شروع ہے اور انفرادی طور پر بھیجنا جائز ہے۔ اگر دوسری صورت ہو تو اگر اس سے مراد فرشتے یا نیک لوگ ہوں جس میں انبیاء اور غیر انبیاء سب شامل ہوں تو ایسا کہنا جائز ہے۔ یعنی یہ کہنا۔

**اللّٰهم صل علٰى ملائكتك المقربين' واهل طاعتك اجمعين**

''اے اللہ! تو اپنے فرشتوں اور اپنے تمام فرمانبرداوں پر درود نازل فرما۔''

لیکن اگر اس سے مراد کوئی معین شخص یا کوئی معین گروہ ہو تو شعار کے طور پر باقاعدگی سے ان پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ اور اگر اسے حرام قرار دیا جائے تو اس کی بھی ایک صورت ہے۔ بطور خاص اس وقت جبکہ یہ اہل بیت کا شعار ہو اور وہ اس مخصوص فرد یا گروہ کے ہم پلہ یا لائق لوگوں پر درود بھیجنے سے منع کرتے ہوں۔ جب کہ شیعہ حضرات حضرت علی کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب بھی آپ کا نام لیں گے تو ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں گے۔ لیکن جو لوگ ان سے بہتر ہیں ان کے بارے میں ایسا کچھ نہیں کہیں گے۔ ایسا کرنا ممنوع ہے۔ بطور خاص جب اسے ایسے شعار کے طور پر اپنایا جائے۔ جسے کبھی ترک نہ کیا جائے۔ اس طرح درود بھیجنے کو یقینی طور پر ترک کیا جائے گا۔

لیکن اگر کسی معین شخص یا گروہ پر کبھی کبھار کسی شعار کے بغیر درود بھیجا جائے جیسے زکوٰۃ ادا کرنے والے کیلئے یہ لفظ استعمال کرنا یا جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میت کیلئے یا نبی اکرم ﷺ نے ایک خاتون اور ان کے شوہر کیلئے یا حضرت علی نے حضرت عمر کے لئے یہ الفاظ استعمال کیے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تفصیل کے ذریعے دلائل میں اتفاق ہو جائے گا اور مسئلے کی درست صورت واضح ہو جائے گی۔ باقی اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

# تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ




شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول، ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-7246006